اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ

علمی، دینی، اصلاحی اور معلوماتی



دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

۷۸۶/۹۲

اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْر

اللطیف

زیرِ ظلِ حمایت و سرپرستی

تقدس مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین
سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہِ قطب ویلور

مدیرِ اعلیٰ

حضرت اقدس مولانا ابوالحسن صدر الدین
سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری دامت برکاتہم
ناظم دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ـــ ویلور

مُدیرانِ مسئول:

- جناب مولٰنا مولوی پی۔ محمد ابوبکر ملیباری لطیفی مُدرّس دارالعلوم لطیفیہ
- جناب مولوی حافظ ابوالنعمان بشیر الحق قریشی قادری اُدھونی
  استاذ دارالعُلوم لطیفیہ

نمائندگانِ طلباء:

- سیّد وجیہہ النقی سقاف کلئے (تمل ناڈو) متعلم زمرۂ مولوی عالم
  سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف
- جی کے۔ علی خاں غوری نمن پلی (آندھرا) متعلم زمرۂ خامسہ
  مانیٹر دارالعلوم لطیفیہ
- سیّد ریاض الدین ترکلاچیری (ٹمل ناڈو) متعلم زمرۂ رابعہ
  معاون مانیٹر دارالعلوم لطیفیہ

تاریخ اجراء:-

۱۱ر ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۱ر اپریل سنہ ۱۹۸۶ء روز دوشنبہ

برموقعہ سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد

دارالعُلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

مطبوعہ الیکٹرک قومی پریس بنگلور ۱

فہرست مضامین سالنامۂ اللطیف سنہ ۱۴۰۶ھ

نظم

از: قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین
حضرت مولانا رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن
قربی قادری ویلوری علیہ الرحمۃ

پیشکش: منجانب سید شاہ عثمان قادری عرف فصیح پاشاہ
نائب ناظم دارالعلوم لطیفیہ ویلور

تیری یاد میں ہوں صباح و رواح ۔۔۔ ترے در پہ آتا ہوں میں ہر صباح
تمام عاشقاں سب وہی بولتے ۔۔۔ نہیں بوجھتا خلق یو اصطلاح
طلب ہے اگر سب وہی دیکھنے ۔۔۔ تو یک جام بھر پی وحدت کا راح
ہو سر مست اپنی خودی چھوڑ دے ۔۔۔ کہاں مستِ راح ہور یو مستراح
طلب جلوۂ شاہدِ جان و دل ۔۔۔ عروسِ جہاں سات مت کر نکاح
جہاں بیچ راحت نہ مل سی تجھے ۔۔۔ کہ او مہلکہ ہے نہیں ہے مراح
اگر معرفت حق کی چہنتا ہے توں ۔۔۔ تو قالِ صحیح اس کا ہے افتتاح
تو پیرِ مکمل کا دامن پکڑ ۔۔۔ کرے گا انا الحق کا او انشراح
تو مرشد کے آثار پر کر سلوک ۔۔۔ نہ پونچاے گا حق کوں زہد و صلاح
یو کشف و کرامات سوں ہونا ہے کیا ۔۔۔ بجز علم باللہ نیں ہے نجاح
رہِ عشق چلنا ہے عشاق کوں ۔۔۔ اسی راہ سوں ہے انو کو فلاح

نہ رہیگا غبارِ خودی یک ذرا
بہے دل پو جب نہ کی قربی ریاح

رباعیات

از حضرت امجدؔ حیدرآبادی

الایمان بین الخوف و الرّجاء

ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے

شکوہ اُس کے غضب کا کرتا بھی ہوں
ہر سانس میں پھر دم اس کا بھرتا بھی ہوں
مالک میں مرے مہر بھی ہے قہر بھی ہے
مرتا بھی ہوں اُس پہ اُس سے ڈرتا بھی ہوں

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِم

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے

بندہ ہے مگر خدا کا دم بھرتا ہے
پروانہ ہے شمع سے نہیں ڈرتا ہے
جب ہاتھ اُٹھاتا ہے دُعا میں مسلم
اپنے رب سے مصافحہ کرتا ہے

یفعل اللّٰہ ما یشآء

خدا جو چاہے کرتا ہے۔

سرکار پہ جبر کون کرسکتا ہے
مختار پہ جبر کون کرسکتا ہے
بخشے تو کرم ہے ورنہ اسکی مرضی
جبار پہ جبر کون کرسکتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحیہ

ادارہ

خاتم النبیین سید العرب والعجم، سرورِ کائنات سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالمگیر اور دائمی نبوت کا ایک عظیم معجزہ یہ بھی ہے کہ آپ نے تئیس سالہ دورِ رسالت میں صحابۂ کرام کی ایسی جماعت تشکیل دی، جس نے آپ کے بعد کتاب وحکمت کی تعلیم اور تزکیۂ نفوس کا اہم فریضہ بطریق احسن انجام دیا اور اس اہم دینی، ملی اور دعوتی کام کو اپنے بعد جاری رکھنے کے لئے افراد اور اشخاص کی تعلیم و تربیت بھی فرمائی۔ چنانچہ حضرات صحابہ کی زندگی ہی میں تابعین کا طبقہ تعلیم وتربیت اور تزکیہ وتطہیر سے پوری طرح آراستہ ہو چکا جس نے آگے چل کر نہ صرف یہ عظیم ذمہ داری سنبھالی، بلکہ اس نے بھی اپنے پیش رو بزرگوں کی طرح اپنی زندگی ہی میں تبع تابعین کی جماعت تیار کرلی۔ اور اس گروہ نے بھی دعوت واصلاح کے ساتھ ساتھ افراد سازی کی خدمت کی جانب بھی توجہ کی۔ اس طرح ہر طبقہ کے لوگ تعلیم اور تزکیہ کے باب میں اپنے سلف کے شاگرد ومرید اور اپنے بعد آنے والوں کے استاد ومعلم اور مرشد ومربی رہے، جس کی وجہ سے ہر دور میں کتاب وسنت کی تعلیم اور تزکیہ وتطہیر کا سلسلہ قائم رہا۔

صحابیٔ رسول کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ کے برسر اقتدار آنے کے بعد خلافت علی منہاج النبوہ، دو حصوں میں تقسیم ہوگئی، جس کے بعد حکومت وسیاست کی زمام امراء وسلاطین کے ہاتھوں میں چلی گئی اور تعلیم وتزکیہ کی باگ ڈور اصحاب علم وفضل کے ہاتھوں میں رہی اور ان بزرگوں میں سے کچھ حضرات نے قرآن وحدیث اور فقہ کی بساط بچھائی اور کچھ حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار واحوال کی امانت سینوں میں منتقل کرنے کا عزم وتہیہ کرلیا۔ گویا دوسرے لفظوں میں ایک گروہ نے قال کو اپنا موضوع بنالیا تو دوسرے تو حال کی جانب مبذول کی۔

عہد نبوت اور اس سے متصل زمانۂ خیر القرون کے فیوض وبرکات رفتہ رفتہ ختم ہونے لگے اور ظلمت وتیرگی نے اپنے قدم جمانا شروع کیا تو ارباب بصیرت نے سوچا کہ مسلمانوں کو فضائل ومحاسن سے آراستہ وپیراستہ کرنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ تصفیۂ باطن، تطہیر نفس، طہارت روح اور تزکیۂ اخلاق کی جانب توجہ دینی چاہئے۔ کیونکہ جب تک دل کی دنیا نہیں بدلتی باہر کی دنیا میں کوئی تبدیلی اور تغیر واقع نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے اصحاب رشد وہدایت نے

بیعت وارادت کا مستقل نظام قائم کیا، اور اصحاب فقہ کی طرح اجتہاد سے کام لیتے ہوئے تزکیۂ و احسان کے باب میں مخصوص اوضاع و آداب و اصطلاحات و مستحسنات کو اختیار فرمایا جیسا کہ مجدد جنوبی ہند شاہ محی الدین شاہ عبداللطیف قادری المعروف قطب ویلور علیہ الرحمہ اپنی تصنیف فصل الخطاب میں تحریر فرماتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ اجتہاد فقہا کے ساتھ ہی خاص نہیں، صوفیاء بھی اجتہاد میں فقہاء کے ساتھ شریک ہیں۔

شیخ الہند "مرج البحرین" میں لکھتے ہیں: اس طائفۂ صوفیہ کے بھی خاص طریقہ، آداب، اصطلاحات اور مستحسنات ہیں جیسے خانقاہوں کی تعمیر، الباس خرقہ، کیفیات ذکر خلوت گزینی اور اجتماع سماع وغیرہ اور علماء فقہ کی طرح ان امور کے اندر صوفیائے کرام کے اجتہادات اور استنباطات ہیں۔ اور یہ بھی ابواب علم کی ایک قسم ہے کہ جس میں اجتہاد کی صحت اور اس کے شرائط اور سنت و بدعت کی تحقیق سے بحث ہوتی ہے چنانچہ اس مقام پر صوفی اور فقیہہ دونوں برابر ہیں اور دونوں سے اپنے اصل کے وجود اور دلیل کی صحت کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

بقول مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی شریعت کا ایک باطن ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے قلب کا تعلق ہے اور شریعت کا ایک ظاہر ہے، اور وہ اوامر کی پیروی اور منہیات سے کنارہ کشی ہے۔ مختلف سلاسل کے اولیائے کرام نے فن باطن شریعت میں امامت کا درجہ حاصل کیا اور اصلاح قلب کے قواعد میں (جو دین متین کا خلاصہ ہیں) اجتہاد کی قوت حاصل کی۔

موجودہ دور میں یہ خیال تیزی کے ساتھ پروان چڑھ رہا ہے کہ بیعت وارادت کی کوئی اصل اور شرعی بنیاد نہیں ہے لیکن اس معاملہ میں سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ چیز دین کے اندر کسی بدعت سیئہ کے روپ میں داخل نہیں ہوئی بلکہ اس کی حقیقت و معنویت کا رشتہ کتاب وسنت سے جڑا ہوا ہے اور اس کا تعلق امر معروف و نہی منکر اور طریق تزکیہ سے ہے جو دین کا ایک اہم شعبہ ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما (سورۃ الفتح)

جو لوگ آپ کے ہاتھوں پر بیعت کر رہے ہیں تو وہ واقع میں اللہ سے بیعت کر رہے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر بعد بیعت کے جو شخص عہد توڑے گا تو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر ہے اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر بیعت میں خدا سے عہد کیا ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

واستفاض عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس کانوا یبایعونہ تارۃً علی الھجرۃ و الجھاد وتارۃ علی اقامۃ ارکان الاسلام وتارۃ علی الثبات والقرار فی معرکۃ الکفار وتارۃ علی التمسک بالسنّۃ والاجتناب عن البدعۃ والحرص علی الطاعات کما صحّ انہ صلی اللہ علیہ وسلم بایع نسوۃ من الانصار علی ان لا ینحن۔ (قول الجمیل)

احادیث سے ثابت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کرتے تھے۔ کبھی ہجرت کرنے پر کبھی صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور حج وزکوٰۃ کی ادائیگی پر کبھی میدانِ جہاد میں ثابت قدم رہنے پر کبھی سنت کی پیروی اور بدعت سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر عبادات کی ادائیگی میں شائق اور آرزومند رہنے پر اور یہ بھی حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی۔

مجددِ جنوبی ہند حضرت قطبؒ ویلور اپنے مکتوبات میں رقمطراز ہیں:۔

"بیعتے کہ بین الصوفیہ متوارث ہست بر سہ وجہ باشد۔ بیعت توبہ از معاصی، بیعت تبرک کہ بدخول سلسلۂ صالحین اخذ برکت می نمایند۔ چنانچہ در اسناد حدیث برکت می جویند و بیعت تاکید عزیمت بر فعل امور و ترک منہیات و تعلیق قلب بحق سبحانہ کہ مقصود اصلی است و قومے بیعت را مقصود بر قبول خلافت و امامت دارند و مبایعت متصوفین را لیس بشئ می گویند ھذا ظن فاسد بدلیل آں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیعت می گرفت گاہے بر اقامتِ ارکانِ اسلام و گاہی بر تمسک سنت (وغیرہ)۔

یعنی صوفیاء کے ہاں جو بیعت متواتراً چلی آرہی ہے وہ تین طریقہ پر ہے۔ ایک بیعت توبہ ہے یعنی کسی شخص سے اس بات کا عہد وپیمان اور اقرار لیا جائے کہ وہ آئندہ معاصیات سے کنارہ کش رہے گا۔

دوسری بیعت تبرک ہے جو اکتسابِ فیض اور تحصیل برکت کے خیال سے صالحین کے سلسلہ میں شامل ہو جائے جیسا کہ برکت کے خیال سے احادیث کی سند لی جاتی ہے۔

تیسری بیعت تاکید عزیمت ہے یعنی کسی شخص سے احکام شرعیہ بجالانے اور منہیات شرعیہ سے بچنے اور قلب کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے لگائے رکھنے پر عہد اور اقرار لیا جائے۔

اور جو لوگ بیعت کو صرف قبول خلافت میں منحصر اور مقصود گردانتے ہیں اور صوفیاء کی بیعت کو بے اصل و بے بنیاد قرار دیتے ہیں یہ ان کا ظن فاسد ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف امور میں بیعت لی ہے۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "قول الجمیل" میں فرماتے ہیں:۔

بعض لوگوں نے یہ جو گمان کیا ہے کہ بیعت قبول خلافت میں منحصر ہے' یہ ان کا فاسد خیال ہے۔ راست قول یہ ہے کہ بیعت چند قسم پر ہے۔

بیعت خلافت، بیعت اسلام، بیعت تقویٰ بیعت ہجرت، بیعت جہاد اور میدان جنگ میں ثبات و استقامت کی بیعت، خلفاء کے عہد میں بیعت متروک تھی کیونکہ خلفائے راشدین کے زمانے میں لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا غلبہ و سطوت اور اقتدار کے باعث تھا۔ اور ان کے علاوہ دیگر خلفاء کے زمانے میں بیعت اسلام متروک رہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اقامت دین کے لئے جد و جہد نہیں کرتے تھے اور اسی طرح بیعتِ تقویٰ بھی خلفاء کے زمانے میں متروک تھی۔ خلفائے راشدین کے دور میں متروک رہنے کا سبب یہ رہا کہ صحابۂ کرام کثیر تعداد میں باحیات تھے' اور یہ سبھی حضرات کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے فیض اور تاثیر کے باعث متأدب ہو چکے تھے' اور خلفائے راشدین کے بعد دیگر خلفاء مثلاً مروانیہ اور عباسیہ کے زمانے میں اس خیال سے بیعتِ تقویٰ متروک رہی کہ کہیں بیعت کرنے والوں کے ساتھ خلافت کی بیعت کا گمان نہ کیا جائے اور اس کے نتیجہ میں کوئی فتنہ و فساد اور ہرج عظیم رونما نہ ہو۔ چنانچہ اس وقت صوفیاء خرقہ دینے کو بیعت کا قائم مقام قرار دیتے تھے' کچھ عرصہ کے بعد سلاطین میں بیعت کی رسم معدوم ہو گئی تو اہل اللہ

نے بیعت کی سنت اور اس کے طریقہ کو از سر نو زندہ کیا۔

مذکورہ تصریحات سے اتنی بات واضح ہو چکی کہ بیعت کا وجود زمانۂ نبوت میں تھا اور وہ مختلف و متفرق امور میں منقسم تھی۔ ظاہر بات ہے کہ جس چیز کا ثبوت رسول کریمؐ سے ثابت ہو جائے تو اسکی شرعی حیثیت تسلیم کرنے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ بیعت کی ضرورت اور اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ عقلی حیثیت سے بھی کسی مرشد سے وابستگی ایک ناگزیر ضرورت ہے' اس لئے کہ کتاب وسنت کی تعلیم' اخلاق کی درستگی' روح کی جلا اور قلب کی صفائی کے لئے ایک مرشد اور مربی کا ہونا نہایت ضروری ہے اور بالخصوص اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول اور اس تک رسائی و وصول جو انسانی زندگی کا اہم اور بنیادی مقصد ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے ایک عالمِ ربانی اور مرشد حقانی کی ضرورت ہے جس کی ھدایت و رہبری کے بغیر کوئی آدمی اللہ کی صحیح معرفت حاصل نہیں کر سکتا اور نہ صحیح عبادات کر سکتا ہے۔

صاحب روح البیان نے آیت وابتغوا الیہ الوسیلۃ کی تفسیر میں بڑی جچی تلی بات کہی۔

واعلم ان الآیۃ الکریمۃ صرحت بالامر بابتغاء الوسیلۃ لابد منھا البتۃ فان الوصول الی اللہ تعالیٰ لا یحصل الا بالوسیلۃ وھی علماء الحقیقۃ ومشائخ الطریقۃ۔

آیت کریمہ نے طلب وسیلہ کے حکم کی تصریح کر دی کہ وسیلہ لازمی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنا صرف وسیلہ ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے اور وسیلہ سے مراد علمائے حق اور مشائخ طریقت ہیں۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں آیت وابتغوا الیہ الوسیلۃ میں وسیلہ سے مراد مرشد کی بیعت ہے۔ ہم نے اپنے جد امجد شاہ عبدالرحیم دہلوی کے ایک مرید سے سنا کہ ان کے ایک ہم عصر عالم نے ان سے بیعت کے بدعت یا سنت ہونے سے متعلق دریافت کیا تو شاہ صاحب نے آیت وابتغوا الیہ الوسیلۃ سے بیعت کے مشروع ہونے پر استدلال کیا اور فرمایا کہ وسیلہ سے مراد ایمان نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ خطاب اہل ایمان ہی سے ہے یاایھا الذین اٰمنوا اور وسیلہ سے مراد عمل صالح بھی نہیں کیونکہ اتقوا اللہ (تقویٰ) میں داخل ہے، اور جہاد بھی مراد نہیں لیا جا سکتا وجاھدوا۔

لہٰذا وسیلہ سے مراد بیعت ہے، پھر اس کے بعد مجاہدہ، ریاضت، ذکر اور فکر ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا وصول حاصل ہو جائے۔

شیخ المشائخ حضرت رکن الدین شاہ ابوالحسن شہید قرنبی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:-

حق بات یہ ہے کہ آیت کریمہ وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون کی رو سے اللہ تعالیٰ کی عبادت فرض ہے۔ اور ظاہر ہے کہ معبود کا عرفان حاصل کئے بغیر اس کی عبادت کرنا بے فائدہ ہے، لہٰذا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ معبود کا عرفان حاصل کرنا بھی فرض ہوا تاکہ اس کی عبادت صحیح و درست ہو، اس لئے کہ معرفت اصل ہے اور عبادت فرع ہے اور فرع بغیر اصل کے کیا کام دے گی اور الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ (مرشد اپنی قوم میں ایسا ہی ہے جیسے نبی اپنی امت میں) اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء حق بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں) اور العلماء ورثۃ الانبیاء (علمائے حق انبیائے کرام کے وارث ہیں) جن بزرگوں کی یہ شان اور صفت ہو، ان کے ساتھ بیعت فرض ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو سکے جو واسطہ در واسطہ سینہ بہ سینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولیاء اور علماء تک پہنچتی ہے۔

ممکن ہے کہ بعض تشدد پسند جدید فکر و ذہن کے مالک سینہ بہ سینہ کے لفظ کو ایک مضحکہ خیز اور بے معنی سمجھ بیٹھیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ جسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار و آثار سند مسلسل کے ساتھ کتابوں میں منتقل ہوتے چلے آ رہے ہیں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار و احوال اور کیفیات بھی واسطہ در واسطہ سینوں میں منتقل ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ جب رسول ؐ کے قال کے لئے ایک استاذ و معلم کی

جانب رجوع کرنا ضروری و لازمی ہے تو رسولؐ کے احوال و اسرار اور کیفیات کے حصول کے لئے کسی مرشد و مربی کی جانب احتیاج کیونکر نہ ہوگی، اور بالخصوص معرفت الٰہی جس پر عبادت کی بنیاد ہے اور جو بہت ہی لطیف و نازک اور دقیق چیز ہے۔ بھلا وہ مرشد و مربی اور استاذ و معلم کے بغیر کیونکر حاصل ہو سکتی ہے، جب کہ دنیا کا کوئی بھی فن اور ہنر استاد کے بغیر میسر نہیں آسکتا۔

مجدد جنوبی ہند حضرت قطبؒ ویلور فصل الخطاب میں لکھتے ہیں:-

علم ظاہر بلکہ علم حیاکت و حجامت بے استاذ بدست نمی آید پس علم باطن بے شیخ چگونہ میسر گردد۔

؎ کس بعلم ظاہر ار حق بین بدی
فخر رازی راز دار دیں بدی

قال الشیخ ابو علی الدقاق ان التوالد والتناسل الصوری لا یحصل بغیر الوالد والوالدۃ کذلک التوالد المعنوی حصولہ بغیر المرشد متعذر و قال فی الرسالۃ المکیۃ من لا شیخ لہ فا لشیطٰن شیخہ۔

یعنی علم ظاہری بلکہ حجامت اور پارچہ بافی کا پیشہ بھی بغیر استاد ہاتھ نہیں آسکتا تو علم باطن کسی مرشد روحانی اور شیخ مربی کے بغیر کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص صرف علم ظاہری سے حق بیں اور حق شناس ہو سکتا تو امام فخر الدین رازی راز دار دیں ہوتے

شیخ ابو علی دقاق نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی سنت اور عادت اس اصول اور ضابطہ پر چل رہی ہے کہ خارج میں ظاہری سبب موجود رہے جیسا کہ ظاہری توالد اور تناسل والد اور والدہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح معنوی ولادت بھی ہے جس کا حاصل ہونا بھی بغیر مرشد کے دشوار ہے "الرسالۃ المکیہ" میں فرمایا۔ جس شخص کا کوئی مرشد و معلم اور مربی نہ ہو تو شیطان ہی اسکا مرشد ہے۔

؎ ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد مُلائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

کوئی چیز خود بخود کسی شئی کا روپ اختیار نہیں کرتی اور کوئی لوہا خود بخود کاٹنے والی دھار نہیں بنتا، مولوی نے جب تک شمس تبریزی کی غلامی اختیار نہ کی تو مولانائے روم نہ کہلا سکا۔

شیخ المشائخ حضرت سید شاہ ابو الحسن قدس سرہٗ علیہ الرحمہ منکرین بیعت کے تعلق سے اظہار خیال فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ائمہ مجتہدین تو بیعت و ارادت کے قائل نہ تھے اور انہوں نے اپنی کتابوں میں اسکی وضاحت نہیں کی، تو میں جواب میں یہ کہوں گا کہ مجتہدین نے مشہور مسائل کو ظاہر کیا ہے اور بہت سے

ایسے معتقدات ہیں جو حدیثوں میں موجود ہیں، لیکن انہوں نے اپنی کتابوں میں بیان نہیں کیا ہے، لہٰذا ان کا اپنی کتابوں میں بیان نہ کرنا بیعت کی عدم صحت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ اور جو شخص یہ کہے کہ مرید ہونا فقہ اور عقائد کی کتابوں میں نہیں آیا ہے، لہٰذا بدعت ہے، ایسا شخص باطن کے اعتبار سے گمراہ ہے اور بزرگوں نے انکار کو شرکِ خفی کہا ہے اور ایسے آدمی کی صحبت اور ہمنشینی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

غرض ان توضیحات سے ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ علم شریعت کے حصول کے ساتھ ساتھ علم باطن کی جانب بھی توجہ دینا ضروری ہے تاکہ آدمی اپنے ظاہر کے ساتھ ساتھ اپنے باطن کو بھی منور کرسکے اور وہ اندر سے بھی ویسا ہی پاک وصاف رہے جیسا کہ باہر سے پاک و صاف نظر آرہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا صد شکر واحسان ہے کہ دینی درسگاہیں کتاب وسنت کی تعلیم اور ان کی اشاعت میں سرگرم عمل ہیں اور قرآنی حکم ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کے تحت افرادِ ملت کی تعلیم اور اصلاح وتربیت کے لئے داعین اور مصلحین کی جماعت تیار کر رہی ہیں، لیکن موجودہ حالات میں کتاب وسنت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تزکیہ واحسان کی جانب توجہ دینا بھی وقت کی ایک اہم ضرورت ہے تاکہ علماء وفضلاء کی جماعتیں علم ظاہر اور علم باطن کی جامع اور پیکر نظر آئے اور جس طرح ان کی زبانیں شہد سے زیادہ شیریں ہوجاتی ہیں اسی طرح ان کے قلوب بھی کمال شیریں ولطافت سے آراستہ ہوجائیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بہت صحیح فرمایا:-

من تفقہ ولم یتصوف فقد تفسق ومن یتصوف ولم یتفقہ فقد تزندق ومن جمع بینھما فقد تحقق۔

جس شخص نے کتاب وسنت اور فقہ کی تعلیم حاصل کی اور تعلیم تصوف وسلوک سے بے بہرہ رہا تو وہ فاسق ہوگیا۔ اور جس نے سلوک وتصوف حاصل کیا اور کتاب وسنت اور فقہ سے ناآشنا اور بیگانہ رہا تو وہ زندیق ہوگیا اور جس نے قرآن، حدیث، فقہ، سلوک اور تصوف کو حاصل کیا تو وہ کامل ہوگیا ؎

در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق

وما علینا الا البلاغ

روئدادِ دار العلوم لطیفیہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حصولِ علم کے لئے صلاحِ قلب کی ضرورت ہے۔ قلب کی کیفیت جیسی ہوگی ظاہر بھی اس سے متاثر ہوگا۔

تم جب علم سیکھو تو اس کا اثر وقار کی شکل میں تم پر ظاہر ہونا چاہئے۔ وقار ایک غیر عالم کے لئے بھی ذریعۂ قبولیت ہے لیکن اس کے وقار میں صرف شخصی قبولیت کی تاثیر ہوگی، مگر عالم کے وقار میں اس کے علم کی قبولیت بھی ہے، اور آزمائش کے وقت ان عالموں کا مرتبہ اور بھی بلند ہوجاتا ہے جو وقار کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے تقریباً تین صدیوں سے دار العلوم لطیفیہ ایسے ہی باوقار اور سنجیدہ عالموں کو تیار کرتا چلا آرہا ہے۔ آج بھی ان کی پیشانیوں پر علم کا ستارہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہا ہے۔

آغازِ نو

دار العلوم کا تعلیمی سال اور طلباء کا داخلہ ۱۱ر شوال المکرم ۱۴۰۵ھ سے شروع ہوا۔ قدیم و جدید طلباء جو ریاست آندھرا اور ٹمل ناڈو وغیرہ سے آئے تھے بحمد اللہ ان تمام کا داخلہ ہُوا۔ اور اساتذۂ کرام کی نگرانی میں تعلیم و تربیت ہوتی رہی۔

دورۂ حدیث

۲۶ر شوال المکرم ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵ر ماہ جولائی ۱۹۸۵ء روز دوشنبہ صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کا آغاز خانقاہِ عالیہ قطبیہ میں بدست تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین مکانِ حضرت قطبِ ویلور قدس سرہ العزیز ہوا اور مؤرخہ ۲۵ر رجب المرجب ۱۴۰۶ھ بروز دوشنبہ آپ ہی دُعاؤں پہ اختتام پذیر ہُوا۔

افتتاحی اجلاس

مؤرخہ ۱۶ر ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۴ر ماہ اگست ۱۹۸۵ء روز اتوار ٹھیک تین بجے دار العلوم کے وسیع و خوبصورت ہال میں انجمن دائرۃ المعارف کا افتتاحی اجلاس بزیر صدارت تقدس مآب

اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ منعقد ہوا۔

جس میں عالیجناب پروفیسر نجم الہدےٰ صاحب یم اے' پی یچ ڈی' صدر شعبۂ اردو مدراس یونیورسٹی نے طلباء سے خطاب فرمایا۔ موصوف نے طلبائے دارالعلوم کو کسب علم کی جانب ترغیب دلاتے ہوئے علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے چند اشعار مع تشریح پیش فرمائے جس سے سامعین بہت محظوظ ہوئے۔

آخر میں جناب سید شاہ عثمان باشاہ قادری صاحب بی کام نے تمام کا شکریہ ادا کیا۔ تقدس مآب صدر عالی مقام مدظلہ العالی کی دعاؤں پر جلسہ بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

انتخابی اجلاس

مؤرخہ ۱۶ ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ بروز یکشنبہ شام کو انجمن دائرۃ المعارف کی جانب سے مانیٹر، سکریٹری کیپٹن وغیرہ کے عہدوں کے لئے انتخابات عمل میں آئے جسمیں طلبائے عزیز مختلف عہدوں کے لئے منتخب ہوئے۔ بعض اہم عہدوں کے لئے ناظم دارالعلوم نے اپنی جانب سے نام پیش فرمایا۔

دار التصنیف والاشاعت

بحمد اللہ امسال بھی سالنامہ اللطیف میں حضرت قطب ویلور کی تصنیفات میں سے فصل الخطاب بین الخطاء والصواب' غایۃ التحقیق اور مکتوبات حضرت قطب ویلور کے بعض ضروری مباحث کے تراجم و تلخیصات افادۂ عام و خاص کے لئے پیش کی جارہی ہیں۔

نوید مسرت

ہر سال کی طرح اس سال بھی مدراس یونیورسٹی کے امتحانات افضل العلماء، ادیب فاضل میں ہمارے طلباء نمایاں کامیابی حاصل کی۔ درجۂ اوّل و دوّم میں کامیاب ہوئے۔

اسباب صحت

دارالعلوم ھٰذا نے طلباء کے لئے کچھ سامان کھیل' والی بال' بیٹ منٹن' ٹنی کائٹ وغیرہ مہیا کردیا ہے تاکہ اوقات درس سے فراغت کے بعد اپنی تھکی ماندی طبیعت بہلالیں اور انکی صحت بھی بحال رہے۔

جلسۂ عباپوشی و تقسیم اسناد

موٴرخہ ۱۰ رشعبان المعظم سنہ ۱۴۰۶ھ دار العلوم کے وسیع وعریض ہال میں صبح کے دس بجے سالانہ اجلاس بزیر صدارت فضیلت مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہ العزیز اعلیٰ پیمانہ پر منعقد ہوا۔ جس میں مقامی و بیرونی علمائے کرام و معتقد علم دوست حضرات مدعو تھے اور اعلیٰحضرت قبلہ مدظلہ العالی اپنے دستِ فیض اقدس سے فارغین کو عبا، و اسناد عطا فرمایا۔

تقسیمِ انعامات

درسیات، مقالہ نویسی، مقابلۂ تحریر و تقریر اور گیمس و اسپورٹس میں اوّل و دوم آنے والے طلباء اور عہدیداروں کو جو سال بھر تندہی کے ساتھ خدمات پیش کئے تھے اسی دن شام میں ایک دوسری نشست ہوئی جس میں ان تمام کو قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔

ھدیۂ تشکر

ادارہ ان تمام حکیموں اور ڈاکٹروں کا مشکور ہے، جو ہمارے طلباء کی صحت کا ہمیشہ سے خیال کرتے ہوئے آئے، نیز مدیرانِ اخبارات کا بھی مشکور رہے، جو دار العلوم کی کارروائیوں کو شائع کرتے رہے۔

بالخصوص ادارہ جناب عبدالمتین صاحب مالک الیکٹرک قومی پریس بنگلور کا تہ دل سے مشکور رہے کہ موصوف نے ہماری ہر چیز کی اشاعت بڑی جانفشانی سے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

ہم دعاگو ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ان سب کی جائز حاجات و ضروریات کو پورا فرمائے۔ تمام آفات و مصائب سے انہیں اپنی پناہ میں رکھے اور دینی و دنیوی ترقی سے مالامال فرمائے۔

آمین، ثم آمین!

جواہر القرآن

از مولوی حافظ
ابو النعمان بشیر الحق قریشی قادری ادھونی
استاذ دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

زیر نظر مضمون سورۂ یوسف کی ایک آیت شریفہ کی وضاحت اور اس کے متعلقات و مسائل پر مشتمل ہے جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لڑکوں کو مصر میں علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونے کی نصیحت کی ہے۔ تفسیر جلالین کی تدریس کے دوران راقم السطور جب اس آیت پر پہنچا تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ اسی درس کا خلاصہ اللطیف کے مستقل عنوان "جواہر القرآن" میں پیش کیا جائے تاکہ قارئین کرام کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نصیحت کا مقصد کیا تھا۔ ... ... ابو النعمان بشیر الحق

وقال یٰبنی لاتدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقۃ وما اغنی عنکم من اللہ من شیئ ان الحکم الا للہ علیہ توکلت وعلیہ فلیتوکل المتوکلون۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اے میرے بیٹو! سب کے سب مصر کے ایک ہی دروازے سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جاؤ اور میں خدا کے حکم کو تم پر سے ٹال نہیں سکتا حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے۔ اس تدبیری ظاہری کے باوجود دل سے اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور توکل اختیار کرنے والوں کو بھی اسی پہ بھروسہ رکھنا چاہئے۔

سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان پوری تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ تاریخی روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے جن میں سے دس بڑے لڑکے پہلی زوجہ حضرت لیاؔ بنت لیان کے بطن سے تھے اور یوسف علیہ السلام اور بنیامین یہ دونوں لڑکے دوسری زوجہ راحیل کے بطن سے تھے۔ یعقوب علیہ السلام اپنے تمام لڑکوں میں حضرت یوسف علیہ السلام سے غیر معمولی محبت والفت رکھتے تھے اور اس کی وجہ سے تمام بھائی بنیامین کے سوا حضرت یوسفؑ پر رشک وحسد رکھتے تھے اور اسی حسد اور رقابت کا نتیجہ یہ نکلا کہ یوسف علیہ السلام کو کھیل کود اور سیر وتفریح کے بہانے اپنے ساتھ لے گئے اور انہیں ایک کنویں میں ڈال دیا۔ حسن اتفاق وہاں سے ایک قافلہ کا گذر ہوا اور ایک شخص

نے پانی لینے کے لئے ڈول پھینکا تو آپ اس کے سہارے باہر نکل آئے۔

اللہ نے یوسف علیہ السلام کو حسن کا نصف حصہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ اسی حسن وجمال اور خوبصورتی کی وجہ سے عزیز مصر نے آپ کو خرید لیا۔ اس کے بعد شاہی محل میں آپ کی زندگی کا آغاز ہوا۔ زلیخا کی جانب سے بے بنیاد الزامات عائد کئے گئے جن کی پاداش میں جیل جانا پڑا۔ کچھ عرصہ کے بعد الزامات سے بری ثابت ہوئے اور عزت و احترام کے ساتھ رہا کئے گئے۔ علم خواب کی تعبیر میں غیر معمولی مہارت، تقویٰ وطہارت اور علم وفضل کے باعث عزیز مصر کے نہ صرف مقرب قرار پائے بلکہ مملکت مصر کے فرمانروا اور بادشاہ کی حیثیت سے سریر سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے اس وقت مصر اور اس کے گرد و نواح میں سخت قحط پڑا۔ تو لوگ دور دراز سے غلہ خریدنے کے لئے پہنچنے لگے' اور ان آنے والوں میں یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی تھے جن کو دیکھ کر آپ نے پہچان لیا اور اپنے والد ماجد اور برادر حقیقی کے متعلق بہت ساری معلومات حاصل کرلی اور ان لوگوں کو کافی غلہ عنایت فرمایا اور خوب خاطر و مدارات کی' اور فرمایا کہ دوبارہ اپنے دوسرے بھائی کو بھی اپنے ساتھ لیتے آئیں۔

مضمون کے شروع میں سورۂ یوسف کی جو آیت پیش کی گئی ہے' وہ برادران یوسف کے دوسرے سفر مصر سے متعلق ہے۔ چنانچہ یہ گیارہ بھائی یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے اور اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو ایک تدبیر وحیلہ کے ذریعہ اپنے پاس روک لیا اور باقی بھائی اپنے والد کے پاس لوٹ آئے۔ اور اس وقت حضرت یعقوبؑ نے اپنے لڑکوں کو دوبارہ یوسف علیہ السلام اور ان کے برادر حقیقی کو تلاش کرنے کے لئے روانہ فرمایا اور یہ لوگ مصر پہنچے اور حضرت یوسفؑ سے ملاقات ہوئی۔ اس موقعہ پر حضرت یوسفؑ نے ساری حقیقت واضح کردی اور یہ لوگ بھی اپنے بھائی کو پہچان لئے جس کو بچپن میں ایک کنویں میں پھینک دیا تھا۔ لیکن حضرت یوسفؑ نے ان لوگوں سے کوئی انتقام نہیں لیا بلکہ لاتثریب علیکم الیوم کہتے ہوئے سب کو معاف کردیا اور اپنا جبہ جو جنت کا لباس تھا' وہ بھائیوں کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا' یہ لے جاؤ اور والد ماجد کے چہرہ پر ڈال دو' تو آنکھوں میں بصارت آجائیگی۔ حضرت یعقوبؑ اپنے محبوب فرزند حضرت یوسفؑ کے فراق میں روتے روتے اپنی دونوں آنکھیں کھو بیٹھے تھے' پیرہن یوسفی کا معجزہ یہ رہا کہ جیسے ہی یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں سے مس ہوا تو بصارت لوٹ آگئی اور آپ بھی اپنے خاندان کے ساتھ مصر پہنچ گئے جہاں سترہ سال باحیات رہے۔ حضرت یوسفؑ نے عزیز مصر کی وفات کے بعد اس کی بیوی حضرت زلیخا سے عقد کیا جن سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئے حضرت یوسفؑ کا وصال ایک سو بیس سال کی عمر میں ہوا اور آپ دریائے نیل کے کنارے دفن ہوئے۔

غرض یہ تو اختصار کے ساتھ سورۂ یوسف کی جزوی تفصیلات تھیں۔ اصل موضوع تو وصیت یعقوبی ہے جو آیت میں وارد ہوئی ہے۔

اس زمانے میں مصر کے اندر داخل ہونے کے لئے چار دروازے تھے اور حضرت یعقوبؑ کا اپنے فرزندوں کو مصر میں متفرق ہو کر علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونے کی ہدایت کرنے کا مقصد یہ تھا کہ کہیں ان لوگوں کو نظر بد نہ لگ جائے اور یہ ایک پدرانہ شفقت تھی جیسا کہ صاحب تفسیر جلالین فرماتے ہیں لئلا تصیبکم العین ... وانما ذلک شفقۃ (علی اولادہ) اور ایک ظاہری تدبیر تھی جس کو حضرت یعقوبؑ نے اختیار فرمایا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے لڑکوں پر یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ میں خدائے تعالےٰ کے حکم اور فیصلہ کو تم پر سے ٹال نہیں سکتا ہوں۔ حکم تو صرف اللہ ہی کا چلتا ہے اور میرا اعتماد و توکل بھی اسی کی ذات پر ہے اور ہر مومن کے لئے لازمی ہے کہ اللہ ہی پر توکل کرے۔

حضرت یعقوبؑ کی ہدایت سے دو باتیں سامنے آتی ہیں، ایک یہ کہ نظر بد کوئی جاہلانہ توہم پرستی نہیں ہے، بلکہ وہ ایک حقیقت ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ انسان ظاہری تدبیریں اختیار کرے لیکن اپنی کوششوں اور تدبیروں پر اعتماد نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرے کیونکہ انسان کی ظاہری تدبیریں اور کوششیں اللہ کے ارادے اور مشیت کو بدل نہیں سکتیں۔ اسی سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ توکل اسباب کو چھوڑ دینے اور ترک کر دینے کا نام نہیں ہے بلکہ اسباب پر اعتماد و بھروسہ ترک کرنے کا نام توکل ہے۔

"تفسیر جلالین" کے حاشیہ میں مرقوم ہے قولہ لئلا تصیبکم العین انما خاف علیہم لکمالہم وجمالہم وقوتہم واشتہارہم بین اہل مصر باکرام الملک لہم واحترامہم فامرہم بالتفریق لیسلموا من اصابۃ العین فانہا کما قال اہل السنۃ سبب عادی للضرر کالسم والسیف یوجد الضرر عندہا لا بہا۔

حضرت یعقوبؑ کو اپنے لڑکوں پر نظر بد لگ جانے کا خوف و خیال اس لئے پیدا ہوا کہ وہ سب کے سب صحتمند و طاقتور اور حسین و جمیل اور صاحب کمال تھے، علاوہ ازیں پہلی مرتبہ جب یہ لوگ مصر گئے تھے تو بادشاہ مصر حضرت یوسفؑ نے ان کی غیر معمولی پذیرائی کی جس کی وجہ سے اہل مصر کے درمیان ان کی خوب شہرت ہو چکی تھی، کہیں یہ درباری جاہ و عزت اور تقرب شاہی اہل دربار اور دیگر افراد کے لئے رشک و حسد اور رقابت کا سبب نہ جائے اور ان لوگوں کیلئے کوئی نیا فتنہ رونما ہو، اس لئے آپ نے ان لوگوں کو متفرق ہو جانے کا حکم دیا تاکہ نظر بد اور حاسدین سے محفوظ و مامون رہیں۔ اہل سنت کے نزدیک نظر بد کا لگ جانا حق ہے اور یہ اسباب عادیہ میں سے

ہے، جیسے زہر اور تلوار ہے اور یہ تاثیر حقیقی نہیں۔

نظر بد کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یہ حق ہے اور یہ چیز انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈی میں داخل کر دیتی ہے۔

صاحب معارف القرآن لکھتے ہیں :-

صحابۂ کرام میں سہل بن حنیف کا واقعہ مشہور ہے کہ انہوں نے ایک موقعہ پر غسل کرنے کے لئے کپڑے اُتارے تو ان کے سفید رنگ بدن پر عامر بن ربیعہ کی نظر پڑ گئی اور اور ان کی زبان سے نکلا کہ میں نے تو آج تک اتنا حسین بدن کسی کا نہیں دیکھا، یہ کہنا تھا کہ فوراً سہل بن حنیف کو سخت بخار چڑھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے یہ علاج تجویز کیا کہ عامر بن ربیعہ کو حکم دیا کہ وہ وضو کریں اور وضو کا پانی کسی برتن میں جمع کریں، یہ پانی سہیل بن حنیف کے بدن پر ڈالا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا تو فوراً بخار اتر گیا اور وہ بالکل تندرست ہو کر جس مہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے اس پر روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ میں آپؐ نے عامر بن ربیعہ کو یہ تنبیہ فرمائی علام یقتل احدکم اخاہ الا برکت ان العین حق کوئی شخص اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے، تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ جب ان کا بدن تمہیں خوب نظر آیا تو برکت کی دعا کر لیتے، نظر کا اثر ہو جانا حق ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو کسی دوسرے کی جان اور مال میں کوئی اچھی بات تعجب انگیز نظر آئے تو اس کو چاہئے کہ اسکے واسطے یہ دعا کرے کہ اللہ اس میں برکت عطا فرمائے۔

بعض روایات میں ہے کہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کہے۔ اس سے نظر بد کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی نظر بد کسی کو لگ جائے تو نظر لگانے والے کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ کا غسالہ (وضو کا پانی) اس کے بدن پر ڈالنا نظر بد کے اثر کو زائل کر دیتا ہے۔

مذکورہ آیت سے چند مسائل اور احکام معلوم ہوئے

اوّل یہ کہ نظر بد کا لگ جانا حق ہے۔ اس سے بچنے کی تدبیر کرنا اسی طرح مشروع اور محمود ہے جس طرح مضر غذاؤں اور مضر افعال سے بچنے کی تدبیر کرنا۔

دوسرے یہ کہ لوگوں کے حسد سے بچنے کے لئے اپنی مخصوص نعمتوں اور اوصاف کا لوگوں سے چھپانا درست ہے۔

تیسرے یہ کہ مضر آثار سے بچنے کے لئے ظاہری اور مادی تدبیریں اختیار کرنا توکل اور شانِ انبیاء کے خلاف نہیں۔ چوتھے یہ کہ جب ایک شخص کو کسی دوسرے شخص کے بارہ میں کسی تکلیف کے پہنچ جانے کا اندیشہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس کو آگاہ کر دے اور اندیشے سے بچنے کی ممکن تدبیر بتلائے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیا۔

پانچویں یہ کہ جب کسی شخص کو دوسرے شخص کا کوئی

کمال یا نعمت تعجب انگیز معلوم ہو اور خطرہ ہو کہ اس کو نظر بد لگ جائیگی تو اس پر واجب ہے کہ اس کو دیکھ کر بارک اللہ یا ماشاء اللہ کہہ لے تاکہ دوسرے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

چھٹے یہ کہ نظر بد سے بچنے کے لئے ہر ممکن تدبیر کرنا جائز ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی دعا اور تعویذ وغیرہ سے علاج کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابی طالب کے دو لڑکوں کو کمزور دیکھ کر اس کی اجازت دی کہ تعویذ وغیرہ کے ذریعہ ان کا علاج کیا جائے۔ (معارف القرآن ج ۵)

حاصل کلام نظر بد لگ جانا ایک امر حق ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا اس کے اثر کو زائل کرنے میں مستحسن اور مشروع طریقے استعمال کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر توکل و اعتماد رکھنا چاہئے کہ وہ چاہے تو ہی یہ چیزیں اثر اور نفع پہنچا سکتی ہیں۔ اس باب میں مشروع طریقہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ کے کلام اور اس کے اسماء حسنیٰ اور ادعیہ ماثورہ سے استفادہ کرنا چاہئے اور ایسے کلمات اور طریقوں سے جھاڑ پھونک نہ کرنی چاہئے جن میں شرک کی آمیزش ہو۔

مسلم میں عوف بن مالک اشجعی کی روایت ہے کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کرتے تھے۔ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا جن چیزوں سے تم جھاڑ پھونک کرتے تھے وہ میرے سامنے پیش کرو۔ جھاڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب تک اس میں شرک نہ ہو۔

مسلم میں ابو سعید خدری کی روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو حضرت جبرئیل تشریف لائے اور پوچھا کیا آپ بیمار ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں! انہوں نے کہا۔

باسم الله ارقيك من كل شيئ يؤذيك من كل نفس او عين حاسد الله يشفيك باسم الله ارقيك۔ میں اللہ تعالیٰ کے نام پر آپ کو جھاڑتا (دم) کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ کو اذیت و تکلیف پہنچائے اور ہر نفس اور حاسد کی نگاہوں کے شر سے، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو نظر بد کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے اعيذكما بكلمات التامة من كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة میں تم کو اللہ تعالےٰ کے پاک و مقدس کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں، ہر شیطان اور موذی سے اور ہر نظر بد سے۔

تفسیر جلالین کے حاشیہ میں تحریر ہے واعلم نافع فی الرقی من العین سورتا المعوذتین یعنی نظر بد کے اثرات دفع کرنے کے لئے بہت ہی مفید چیز معوذتین ہے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ

برب الناس۔

معوذتین (پناہ مانگنے والی سورتیں) سے متعلق احادیث میں وارد ہے کہ ان کا نزول مدینہ منورہ میں اس وقت ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا گیا تھا اور اس کے اثر سے آپ بیمار ہو گئے تھے۔

واقعہ یہ رہا کہ لبید بن اعظم نامی ایک یہودی (یا منافق) نے آپ پہ جادو کر دیا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ مزاج مبارک میں تغیر واقع ہوا اور اپنے آپ میں گھلے جاتے تھے اور طبیعت سکون سے خالی ہوتی جا رہی تھی۔ ایک روز آپ نے رب تعالیٰ سے بڑی دیر تک دعا فرمائی اور اسی حالت میں نیند غالب آگئی۔ اور خواب میں آپ پہ سحر کی حقیقت منکشف کی گئی۔ بیدار ہو کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:۔

دو فرشتے میرے نزدیک آئے۔ ایک سرہانے کی طرف تھا دوسرا پائنتی کی طرف، ایک نے دوسرے سے پوچھا انہیں کیا ہوا ہے۔ دوسرے نے جواب دیا۔ ان پہ جادو ہوا ہے۔ اُس نے پوچھا کس نے کیا ہے؟ جواب دیا لبید بن اعصم نے! پوچھا کس چیز میں کیا ہے؟ جواب دیا کنگھی اور بالوں میں ایک کھجور کے خوشے کے غلاف کے اندر، پوچھا وہ کہاں ہے؟ جواب دیا بئر ذروان کے کنویں کی تہہ کے پتھر کے نیچے ہے۔ پوچھا اب اس کے لئے کیا کیا جائے، جواب دیا کنویں کا پانی خالی کیا جائے اور پتھر کے نیچے سے اس کو نکالا جائے۔

اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت زبیر، حضرت جبیر وغیرہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور خود بھی بعض اصحاب کے ہمراہ اس کنویں کے پاس تشریف لے گئے۔ پانی خالی کیا گیا اور وہ غلاف پتھر کے نیچے سے برآمد کر لیا گیا جس میں کنگھی اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں اور موم کا ایک پتلا تھا جس میں سوئیاں دھنسی ہوئی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معوذتین کی ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اور اس کے ساتھ ایک ایک گرہ کھولی جاتی تھی اور پتلے میں سے ایک ایک سوئی نکالی جاتی تھی یہاں تک کہ ساری گرہیں کھل گئیں اور تمام سوئیاں نکل گئیں تو آپ کی طبیعت بحال ہو گئی جیسے کوئی شخص بندھا ہوا تھا، پھر کھل گیا۔

اس واقعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لبید بن اعصم کو بلا کر معاملہ کی تحقیق کی تو اس نے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ آپؐ نے اس کو معاف فرما دیا بعض لوگوں نے اس کو سزا دینے کی بات کی تو آپؐ نے فرمایا اللہ نے مجھے شفا عطا فرمائی۔ یہ کہہ کر اس معاملہ کو ختم کر دیا کیونکہ آپ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔

معوذتین کی بڑی تاثیرات ہیں۔ بالخصوص نظر بند، سحر اور امراض جسمانی و روحانی کے دفع کے

لئے ان سورتوں کی تلاوت کرکے دم کر لینا بیحد مفید اور نفع بخش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ عادتِ شریفہ تھی کہ آپ رات کو سوتے وقت معوذتین تین مرتبہ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکتے اور سر سے لے کر پورے جسم پر جہاں جہاں تک ہاتھ پہنچ پاتے انہیں پھیرتے تھے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کبھی بیمار ہوتے تو آپ یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں میں پھونکتے اور سارے بدن پر پھیر لیتے تھے۔ مرض وفات میں یہ سورتیں خود میں پڑھ کر آپ کے ہاتھوں میں پھونکتی تھی اور آپ اپنے جسم مبارک پر پھیر لیتے تھے۔ یہ کام میں اس لئے کرتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک و مقدس ہاتھوں کا بدل میرے ہاتھ نہیں ہو سکتے تھے۔

حاصلِ تحریر! نظر بد اور سحر کی اپنی جگہ ضرور ایک حقیقت ہے اور اس کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام اور اس کے اسمائے حسنیٰ اور دعائے ماثورات سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ اسمائے باری اور اسمائے حسنیٰ اور ادعیۂ ماثورہ جسمانی وروحانی اور قلبی امراض کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کی تاثیر میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی کمی ہے تو وہ ہمارے قلوب کی کثافت ہے اور عقیدہ کی صلابت میں ضعف ہے جس کی وجہ سے مفید اثرات ظاہر نہیں ہو پاتے، اللہ کا قول اپنی جگہ ضرور سچا ہے۔

وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین۔

جواہر الحدیث

از مولوی حافظ ابو النعمان
بشیر الحق قریشی قادری دھونی
استاذ دار العلوم لطیفیہ
حضرت مکان - ویلور

گذشتہ اور پیوستہ شمارے میں آثارِ قیامت حشر و نشر، مشاہد و مناظر قیامت، شفاعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، جنت اور دوزخ سے متعلق احادیث پیش کی گئی تھیں۔ موجودہ شمارے میں رویتِ باری تعالیٰ و تقدس (دیدار الٰہی) سے متعلق چند حدیثیں ضروری تشریح کے ساتھ پیش کی جا رہی ہیں۔ (ابو النعمان)

اسلام کے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ اہل ایمان آخرت میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوں گے، اس مسئلہ کے ثبوت پر قرآن و حدیث شاہد ہیں اور ان کے علاوہ ایک اور قوی تر شرعی بنیاد یہ بھی ہے کہ امت کا سوادِ اعظم اور علمائے سلف و خلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ آخرۃ میں اللہ تعالیٰ مومنین کو ان کے سر کی آنکھوں سے دکھائی دے گا۔ صرف معتزلہ، خوارج اور شیعہ نے عقلیانہ و فلسفیانہ موشگافیوں سے متاثر ہو کر رویتِ باری تعالیٰ کی نفی کر دی ہے کہ رویت یعنی دیکھنے کے لئے رائی (دیکھنے والے) اور مرئی (جسکو دیکھا جائے) ان دونوں کے درمیان مسافت کے لئے جو شرائط ہیں خالق اور مخلوق کے درمیان ان کا تحقق نہیں ہو سکتا۔ لیکن اہل سنت و جماعت کا موقف یہ ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت ان شرائط سے مستثنیٰ، اور بے نیاز ہو گی اور کسی جہت و سمت اور کسی خاص شکل و صورت اور ہیئت کی ضرورت نہ ہو گی۔

دیدار الٰہی کے انکار کی ایک بڑی وجہ یہ رہی کہ قرآن کریم میں ایک مقام پہ کہا گیا کہ اسے نگاہیں نہیں گھیر سکتیں اور وہ نگاہوں کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ بڑا باریک بین، بڑا با خبر ہے لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔

اس شبہ کا کافی اور شافی جواب شیخ المشائخ حضرت رکن الدین محمد شاہ سید ابو الحسن قربی قادری علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف "میزان العقائد" میں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسکی صفات سے متعلق مفصل و مدلل بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

" با وجود آں مومناں را مرئی خواہد شد و مومناں او را دراں جہاں بچشم سر خواہد دید یعنی باآں کہ از

از جسم و لوازم آں کہ مقابلہ و محاذات و قُرب و بُعد و غیرہا است و جہات ستہ پاک است مومناں را بچشم سر ایشاں مرئی خواہد شد کہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربہا ناظرۃ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام سترون ربکم یوم القیامۃ کما ترون القمر لیلۃ البدر و آنچہ معتزلہ و شیعہ خذلہم اللہ می گویند کہ مومناں را رویت حق تعالیٰ نخواہد شد کہ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار جوابش آن ہست کہ ادراک دیگر ہست و رویت دیگر، و عدم ادراک شئ موجب عدم رویتِ آں نیست زیرا کہ معنی ادراک بحقیقتِ شئ رسیدن و بداں احاطہ کردن ہست و معنی رُویت دیدن، و دیدنِ بے احاطہ کردن واقع ہست مثلاً دریا را، یا آسمان را می بینیم بے احاطہ کردنِ آں۔"

یعنی باوجودیکہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسم کے لوازم سے جو آمنے سامنے ہونا، قرب و بُعد اور جہاتِ ستہ (آگے پیچھے، اوپر نیچے، دائیں، بائیں) وغیرہ ہیں، پاک و صاف ہے۔ مومنین کو سر کی آنکھوں سے دکھائی دے گا اس لئے کہ بفحوائے کلام الٰہی کچھ تر و تازہ چہرے اس دن اپنے رب کی جانب دیکھ رہے ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور دیکھو گے تم اپنے رب کو قیامت کے دن جیسا کہ تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔ اور جو کچھ شیعہ اور معتزلہ خذلہم اللہ

کہتے ہیں کہ مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہوگا، اس لئے کہ آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ادراک اور چیز ہے، اور رویت دوسری شئ ہے۔ کسی شئ کا ادراک نہ ہونا، اسی شئ کے نہ دیکھنے کا سبب نہیں ہے۔ اس لئے کہ ادراک کے معنی شئ کی حقیقت تک پہنچنا اور اس پر احاطہ کرنا ہے۔

اور رویت کے معنی دیکھنا ہے اور دیکھنا بغیر احاطہ کے واقع ہے مثلاً دریا، یا آسمان کو بغیر احاطہ کے دیکھتے ہیں۔ لا تدرکہ الابصار کے الفاظ پر پیش آنے والے شبہ کا ازالہ عصر جدید کے نامور عالم مولانا عبد الماجد دریابادی کی زبانی ملاحظہ کیجئے:۔

یدرک الابصار یعنی وہ (اللہ تعالیٰ) کسی کے بھی حواس ظاہری کی گرفت میں اس دنیا میں نہیں آسکتا۔ دراں حالیکہ اسکی گرفت علمی میں سب ہی ہیں، ادراک حاطہ و تحدید کے معنی میں ہے اور آیت سے مقصود حق تعالیٰ کی تنزیہہ حدوث سے ہے۔

لا تدرکہ الابصار الفاظ پر یہ شبہ پیش کیا گیا ہے کہ جب انسانی آنکھیں حقتعالیٰ کی دید کر ہی نہیں سکتیں تو پھر جنت میں اسکی روئت مومنین کو کیسے ہو گی؟ نیز معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے ہوئی تھی؟

مفسرین محققین نے شبہ کو نقل کرکے مفصل وشافی جوابات دئے ہیں۔ لیکن اس کم فہم کے نزدیک ایک مختصر اور سیدھی سی بات یہ ہے کہ یہاں ذکر تو اس مادی وناسوتی دنیا کے قویٰ کا ہے۔ جنت میں تو قویٰ ہی دوسرے ہوں گے۔ عالم ناسوت میں نفی دیدار سے جنت کے دیدار کو تعلق ہی کیا ہے؟ ۔۔۔ علیٰ ہذا واقعہ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حق (دیدار الٰہی) کا تعلق ہی ان قوائے ناسوتی سے بالکل نہیں۔ وہ واقعہ تو خود ہی عالم آخرت کا ہے، جس کا تجربہ ومشاہدہ بہ طور معجزہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی دنیا میں کرادیا گیا۔

ابو اسحٰق کے حوالہ سے نقل ہوا ہے کہ آیت میں جس حقیقت کا اعلام ہے، اس سے یہ بات بھی نکل آئی کہ خلق کو بصارت کی حقیقت وماہیت کا علم بالکل نہیں، ورنہ اس کا کہ اسے جسم کے دوسرے اعضاء کے بجائے صرف آنکھوں ہی سے کیوں دکھائی دیتا ہے اور خلق کو جب خلق ہی کی کنہ اور ماہیت کا ادراک نہیں ہوسکتا، تو پھر اللہ تو لطیف وخبیر ہے اس کا ادراک وہ کیونکر کر سکتی ہے؟

غرض آخرت کی دنیا تو اس فانی دنیا سے مختلف وجداگانہ حیثیت کی حامل ہے۔ لہٰذا اخروی زندگی میں پیش آنے والے رویت کے واقعہ سے اس دنیا کا کوئی تعلق ہی نہیں اور نہ ہی موجودہ زندگی کے قیود عالم آخرت پر منطبق ہوسکتے ہیں تاہم اللہ نے اسی دنیا میں اپنی رویت اور اپنی تجلیات کا ظہور فرمایا جن کا مشاہدہ ان نفوس قدسیہ نے کیا جن کو مشاہدۂ قلب ودر چشم دل کی نعمت میسر رہی۔ چنانچہ بعض اہل اللہ نے فرمایا: رأیت ربی' میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ اور سید الکونین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کو چشم سر سے دیکھنا تو معراج کے واقعہ سے ثابت ہے جیسا کہ سورۃ النجم میں ہے ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین اوادنیٰ پھر پروردگار قریب ہوا اور جھک آیا یہاں تک کہ قاب اور قوسین کے برابر، یا اس سے بھی قریب ہوگیا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مختلف رائیں پائی جاتی ہیں اور بیشتر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے لیکن شریک بن عبداللہ کی یہ روایت ہے:

حتیٰ جاء سدرۃ المنتھی ودنی الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین اوادنیٰ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو عزت والا جبار یہاں تک قریب ہوا اور جھک آیا کہ اس کے اور رسول اللہ کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

جامع الترمذی میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت ہے جس کو ترمذی نے حسن کہا ہے:۔

قال رای محمد ربه قلت الیس اللہ
یقول لا تدرکه الابصار وھو یدرک الابصار
قال ویحك ذالك اذا تجلی بنورہ الذی ھو نورہ
وقد رأی محمد ربه مرتین ھذا حدیث حسن
غریب حضرت ابن عباس کے شاگرد حضرت عکرمہ نے
ابن عباس کے سامنے یہ آیت پیش کی لا تدرکه الابصار
وھو یدرک الابصار تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں سچ
ہے مگر یہ اس وقت جبکہ خدا اپنے اصلی نور میں نمایاں ہو۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو دو مرتبہ دیکھا تھا۔

شرح عقائد کے حاشیہ میں مرقوم ہے:

قال المحدث الدھلوی فی رسالة بتکمیل الایمان
بعبارته الفارسیه۔

چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از معراج
باز آمد واز دیدن پروردگار پرسیدند با بعضے اصحاب
جواب بکشف حقیقت داد، و دیگراں را در پردہ مجاز
گفت۔ با ہر کس بقدر حالت استعداد وی سخن کرد۔ و
حق آنست کہ وی صلے اللہ علیہ وسلم پروردگار خود را
بچشم سر دید۔ جمہور صحابہ برایں اند و الا دیدن بدیدہ
دل در جمیع احوال بود خصوصیت بحالت معراج ندارد۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب
تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے
واپس تشریف لائے تو آپ سے صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ
آپ نے رب تعالیٰ کا دیدار فرمایا؟ آپ نے بعض صحابہ کو
انکشافِ حقیقت پر مبنی جواب عطا فرمایا۔ اور بعض کو مجاز
کے پردے میں ارشاد فرمایا۔ غرض ہر شخص کے ساتھ اسکی
استعداد کے مطابق گفتگو فرمائی اور حق تو یہ ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور
یہی جمہور صحابۂ کرام کا مسلک ہے ورنہ چشم دل سے رب تعالےٰ
کا مشاہدہ کرنا یہ نعمت تو آپ کو ہر حال میں قائم ہے، لہٰذا
چشم دل سے مشاہدہ کے لئے معراج کی کوئی تخصیص نہیں۔

دکن کے صوفی بزرگ شاعر حضرت امجد حیدرآبادی
نے ایک رباعی میں اس عظیم حقیقت کو ان لفظوں میں
بیان کیا ہے:۔

حیرت نہیں بے سایہ اگر ذات ہوئی
ٹکڑے کیا چاند، کیا کرامات ہوئی
دن رات تھا جلوۂ خدا پیشِ نظر
معراج ہوئی تو کیا نئی بات ہوئی

حاصلِ کلام دیدارِ الٰہی کا مسئلہ متفق علیہ ہے۔ جس
کے انکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔ جب اسی دنیا میں اللہ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا، اور
آپ کے علاوہ دیگر نفوسِ قدسیہ کو بھی اپنی تجلیات سے
مشرف فرمایا تو آخرت میں اہل ایمان کو اپنے دیدار سے مشرف
فرمائے تو یہ کون سی بعید از قیاس ہوگی۔ عقائد کی مشہور

درسی کتاب شرح عقائد میں ہے ان الامۃ کانوا
مجمعین علی وقوع الرؤیۃ فی الآخرۃ یعنی اس مسئلہ
پر پوری امت کا اجماع ہے کہ آخرت میں مؤمنین رب
تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

اسی کتاب کے حاشیہ میں مرقوم ہے قد تقرر
ان مخالفۃ الاجماع کفر فیلزم ان یکون نافی
الرؤیۃ کافر۔

اجماع کی مخالفت کفر ہے اور دیدار الٰہی کی
نفی کرنے والے پر کفر لازم آتا ہے۔

اس مختصر سی تشریحات کے بعد رویت باری
تعالیٰ و تقدس سے متعلق ارشادات نبوی ملاحظہ کیجئے:۔

عن جریر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انکم سترون ربکم عیانا
وفی روایۃ قال کنا جلوسا عند رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فنظر الی القمر لیلۃ البدر فقال انکم
سترون ربکم کما ترون ہذا القمر لا تضامون
فی رؤیتہ فان استطعتم ان لا تغلبوا علی صلوٰۃ
قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا فافعلوا ثم قرأ
وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا
(متفق علیہ)

حضرت جریر بن عبداللہ سے مروی ہے، کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تم لوگ
اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ اور ایک
روایت میں ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے چودھویں رات کے چاند کی
طرف دیکھا اور فرمایا بے شک تم لوگ اپنے رب کو دیکھ
لوگے جس طرح کہ بلا مزاحمت اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔
پانچوں نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ نماز فجر اور نماز عصر
کا خاص اہتمام کرتے رہو۔

پھر آپ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی:۔
وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل
غروبہا۔ اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح بیان
کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے (نماز فجر) اور اس کے غروب
سے پہلے (نماز عصر)۔

عن صہیب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال اذا دخل اہل الجنۃ الجنۃ یقول اللہ تعالیٰ
تریدون شیئاً ازیدکم فیقولون الم تبیض
وجوہنا الم تدخلنا الجنۃ وتنجنا من النار فقال
فیرفع الحجاب فینظرون الی وجہ اللہ فما
اعطوا شیئاً احب الیہم من النظر الی ربہم ثم
تلا للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ۔ رواہ مسلم
(مشکوٰۃ)

حضرت صہیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت جب جنت میں داخل

ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ جنتیوں سے مخاطب ہو کر فرمائیگا' کیا تم کسی چیز کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ میں تمہیں دی ہوئی چیزوں میں مزید اضافہ کروں جنتی عرض کرینگے اے اللہ! کیا آپ نے ہمارے چہروں کو منور نہیں فرمایا' کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا۔ کیا آپ نے ہمیں دوزخ سے رہائی نہیں بخشی' یعنی ان انعامات سے بڑھ کر بھی اور انعام کیا ہو سکتا جس کی خواہش کی جائے۔

ارشاد نبوی ہوا کہ اس کے بعد حجاب کے پردے اٹھائے جائیں گے اور اہل جنت اللہ کے چہرے کی طرف دیکھتے رہ جائیں گے اور انہیں جو کچھ دیا گیا تھا ان میں دیدار الٰہی سے بڑھ کر کوئی شئی محبوب نہ ہوگی۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ۔

عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل یقول لاھل الجنۃ' یا اھل الجنۃ' فیقولون لبیك ربنا وسعدیك والخیر فی یدیك' فیقول ھل رضیتم فیقولون وما لنا لا نرضیٰ' یارب وقد اعطینا مالم تعط احدمن خلقك، فیقول الا اعطیکم افضل من ذالك' فیقولون یارب، وای شئی افضل من ذالك؟ فیقول احل علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہٗ ابدا۔

(مسلم)

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرمائیگا' اے جنت والو! وہ کہیں گے' اے پروردگار! ہم حاضر ہیں سب بھلائیاں تیرے پاس ہیں' فرمائے گا' کیا تم جنت کی نعمتیں پاکر خوش ہوئے۔ عرض کریں گے' پروردگار! خوش کیوں نہ ہونگے کہ تو نے ہم کو وہ سب کچھ دیا ہے جو کسی کو نہیں دیا۔ فرمائیگا' کیا میں تم کو وہ چیز نہ دوں جو ساری نعمتوں سے افضل ہے؟ عرض کریں گے' اے پروردگار بھلا ان نعمتوں سے افضل اور کیا نعمت ہوگی! فرمائے گا میں تم پر اپنی رضامندی اور خوشنودی نازل کرتا ہوں۔ پھر اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتضامون فی رؤیۃ القمر لیلۃ البدر وتضامون فی رؤیۃ الشمس؟ قالوا۔ لا۔ قال فانکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر' لا تضامون فی رؤیتہ ھذا حدیث حسن غریب۔ (جامع الترمذی)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں چودھویں شب میں چاند کا نظارہ کرنے میں اور سورج کو دیکھنے میں کوئی مزاحمت پیش آتی ہے؟ صحابہ نے جواب دیا نہیں۔ ارشاد نبوی ہوا کہ بے شک تم اپنے رب کو دیکھ لوگے، جس طرح چودھویں شب کے

چاند کو بغیر مزاحمت کے بآسانی دیکھتے ہو' اسی طرح اللہ کے دیدار میں بھی تمہیں کوئی مزاحمت نہیں پیش آئے گی۔

عن ابی رزین العقیلی قال' قلت یارسول اللہ اکلنا یری ربہ مخلیا بہ یوم القیامۃ قال بلیٰ' قلت وما اٰیۃ ذلک' قال یا ابا رزین' الیس کلکم یری القمر لیلۃ البدر مخلیا بہ' قال بلی قال فانما ھو خلق من خلق اللہ واللہ اجل واعظم' رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو رزین عقیلی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' یا رسول اللہ' کیا ہم میں سے ہر شخص اپنے رب کو بلا مزاحمت قیامت کے دن دیکھ لے گا؟ ارشاد نبویؐ ہوا۔ ہاں' میں نے عرض کیا' اس کی نشانی کیا ہو گی؟ ارشاد فرمایا اے ابو رزین' کیا تم میں سے ہر شخص بلا مزاحمت و مشقت بآسانی چودھویں رات کے چاند کو نہیں دیکھتا؟ میں نے جواب دیا' ہاں! ارشاد نبوی ہوا۔ چاند تو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے ایک چیز ہے اور اللہ تعالیٰ تو بہت ہی جلیل اور بہت ہی عظیم ہے۔

عن ابی ذر قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل رأیت ربک قال نورٌ انی اراہ رواہ مسلم

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ' کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ نے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ ارشاد نبویؐ ہوا' وہ نور ہے۔ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

مجدد جنوبی ہند حضرت قطب ویلور نے اپنی کتاب "فصل الخطاب" میں یہ حدیث نقل کی ہے:۔

رایت ربی فی احسن صورۃ فقال لی فیم یختصم الملاء الاعلیٰ یا محمدؐ' فقلت انت اعلم ای رب فوضع یدہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی فعلمت ما فی السمٰوات والارض۔

میں نے رب تعالیٰ کو حسین صورت میں دیکھا۔ اس نے مجھ سے کہا اے محمدؐ ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی وہ جماعت جو عرش الٰہی کو تھامے ہوئے ہے) کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں"؟ میں نے جواب دیا اے رب تو ہی بہتر جانتا ہے۔ پس اللہ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جسکی برودت اور ٹھنڈک کو میں نے اپنے سینہ کے اندر محسوس کی جسکے بعد میں جان گیا' ان ساری اشیاء کو جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین کے اندر ہیں۔

حاصل کلام دیدار الٰہی کے موضوع پر اتنی حدیثیں بھی شرح صدر کے لئے کافی اور شافی ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ مومنین کو حاصل ہونے والے اُخروی انعامات و اکرامات میں سب سے عظیم ترین اور محبوب ترین انعام کوئی ہو سکتا ہے تو وہ صرف یہ کہ اپنے محبوب رب کریم کے جلوہ سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کریں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

قصیدہ

در مدح غوث الثقلین سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

از: قطب الاقطاب سیّد عبد اللطیف ذوقی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: از ڈاکٹر سیّد وحید اشرف دانشگاہ مدراس۔

۱۔ محبیت بود آں ہمہ محبوبیت آنت بود تغییر احوال مقدر زاں سبب شانت	۱۔ محبّیت کے اور محبوبیت کے بھی ہو تم برہاں ! اسی سے ہے تمہاری شان ظاہر اے شہ جیلاں ۔
۲۔ کجا مہمل گذارد چو منی را آخر الطافت کجا محروم راند خستگانرا از در احسانت	۲۔ رہوں گا آپ کے الطاف سے کیوں دور اے آقا بھلا محروم کیوں رکھے گا مجھ کو آپ کا احساں
۳۔ اگر من درخورِ لطف تو ام ورنے یقین دانم کہ نومیدی نخواہد بود مقسوم من از خوانت	۳۔ نہیں میں لائق نعمت، مگر یہ ہے یقیں مجھکو ، کہ مل جائے گا مجھ کو میں ہوں جس کا آپ سے خواہاں
۴۔ ولی آگاہی از چیزیکہ می آرد زیاں در من چو میخواہم ز لطفت ندہدم لطف نکو دانت	۴۔ اگر اس واسطے خواہش مری پوری نہیں ہوتی ، کہ آپ آگاہ ہیں خواہش میں میری ہے زیاں پنہاں
ق	ق
۵۔ مگر آں چیز را خیری کنی وانگہ بمن بخشی کہ مشکل نیست اندر حق من کردن ازیں مانت	۵۔ بدل دیجے زیاں کو خیر سے پھر مجھکو دید یجے کہ حق کی بھی ہے وہ مرضی کہ جس کے آپ ہوں خواہاں
۶۔ الا اے بحر بے ساحل رسیدم پیش تو سائل بیفشاں در کفم مشتی ز گنج درّ و مرجانت	۶۔ ہیں آپ اک بحر بے ساحل اور میں ہوں آپ کا سائل مرے دامن میں بھر دیجے دُر و یاقوت اور مرجاں

۷۔ تو سرخیلے و یکسر اولیا وابستۂ حکمت تو سلطانی و جملہ اولیا محکوم فرمانت	۷۔ ہیں سردار آپ دیگر اولیا ہیں آپ کے تابع ہیں سلطاں آپ اور سب آپ کے ہیں تابع فرماں
۸۔ سر و سالاری اندر اولیا زاں اولیا یکسر سر و گردن نہادہ در تہ پایت باذعانت	۸۔ سبھی نے آپ کے قدموں کے نیچے گردنیں رکھ دیں کہ سالار اولیا کے آپ ہیں از جانب یزداں
۹۔ زنے کو بود نازائندہ و محروم تقدیری چہ دُرہا کامدش اندر کنار از بحر عانت	۹۔ یہ برکت تھی دُعائیں آپ کی کہ اک عقیمہ زن سعادتمند بیٹوں، بیٹیوں کی ہوگئی تھی ماں
۱۰۔ چو زالی را بدید از بہر رستم خستہ و محزون ز چاہ غم چو بیژن برکشیدش زور دستانت	۱۰۔ جو بُڑھیا اپنے بیٹے کے لئے محزون و خستہ تھی ہوئی وہ آپ سے بیٹے کو پاکر شاداں و فرحاں
۱۱۔ چہ زیر خاک خواندت مردۂ دلخستہ کای سلطاں چہ چالشہا کہ با خیل ملائک کرد سلطانت	۱۱۔ کوئی کیا کہہ سکے آقا تمہارا مرتبہ کیا ہے خطاب آیا یہ زیر خاک سے تم کو کہ اے سلطاں
۱۲۔ برست از ظلمت اندوہ ہر کو تافت از مہرت بہشت جاودانی یافت ہر کو جُست رضوانت	۱۲۔ ہُوا غم سے رہا وہ آپ کا جس نے کرم پایا بہشت جاوداں پائی جو پایا آپ کا رضواں
۱۳۔ چو موسیٰ سنگ را زر کردہ تاثیر کراماتت چو عیسیٰ مردگاں را زندگی بخشیدہ برہانت	۱۳۔ کیا پتھر کو سونا آپ نے اپنی کرامت سے کیا مُردوں کو زندہ اور دکھایا حق کا یہ برہاں
۱۴۔ بجنب قدر تو قدر فلک را نیست مقداری	۱۴۔ مقابل آپ کے ہے کفۂ چرخ اونچا میزاں میں

ز بے سنگی فلک را کفہ بالا شد بمیزانت	ہوا ثابت فلک ہے زیر اور بالا شہِ جیلاں
۱۵۔ محالا تیکہ او را نیست راہی جانبِ امکاں بیکا یک جلوہ گر گردد بصورتہائے امکانت	۱۵۔ خرد کہتی ہے جس کو ایسا ہرگز ہو نہیں سکتا اُسے تم بخش دیتے ہو لباسِ عالمِ امکاں
۱۶۔ شہنشاہا گدائے تست ذوقیؔ بے سر و ساماں بصد زاری یکی ناں ریزۂ میخواہد از خوانت	۱۶۔ اسے بھی دیجئے اک ریزۂ ناں خوان سے اپنے شہنشاہا گدا ہے آپ کا ذوقیؔ بے ساماں
۱۷۔ دلش زاول بایماں تو دادی قوتِ ایماں کنوں او را بکش بر پایۂ احساں باحسانت	۱۷۔ ملی ہے آپ ہی سے اول اسکو قوتِ ایماں اسے اپنائیے اور کیجئے اب اس پہ اور احساں
۱۸۔ خمش ذوقیؔ چو کردی عرض مطلب باش فارغ دل بہ بخشد آنچہ میخواہی نوالِ شاہِ جیلانت	۱۸۔ خمش اے ذوقیؔ اب تم کر چکے عرض اپنے مطلب کو ملے گا شاہِ جیلاں سے تمہیں جسکے ہو تم خواہاں
۱۹۔ مدار اندیشۂ خسراں چہ در دنیا چہ در عقبیٰ غلامِ خسروِ جیلانی آنگہ خوفِ خسرانت	۱۹۔ رہو آزاد اب تم فکرِ دنیا اور عقبیٰ سے غلامِ خسروِ جیلاں ہے کیوں خائفِ خسراں

از: حضرت اقدس مولانا ابوالحسن صدر الدین
سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری بی اے مدت برکاتہم
ناظم دار العلوم لطیفیہ
حضرت مکان
ویلور

اخلاقِ صالحین و نصیحتِ علماء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و ثنا خدائے قدوس، خالقِ کائنات اللہ ذوالجلال والاکرام کے لئے مخصوص ہے، اور درود و سلام ہو سروارِ پیغمبران، افضل الانبیاء، رحمۃ للعالمین سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر، محسنِ انسانیت کے احسانات اور رحمتیں اور برکتیں رہتی دنیا تک دنیائے عالم پر جاری وساری رہینگی۔

سلفِ صالحین کے اخلاق، اقوال اور چند کارنامے پیش کئے جارہے ہیں جو نہ صرف پُر از معلومات ہیں بلکہ قابلِ تقلید اور قابلِ عمل ہیں۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ پانچ چیزوں کے ساتھ پانچ چیزیں عطا فرماتا ہے:۔

شکر کے ساتھ مال کی زیادتی
دُعا کے ساتھ اجابت
استغفار کے ساتھ آمرزش
صدقہ کے ساتھ قبولیت
رحم کے ساتھ رحمت

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک روز ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ، میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں۔

آپؐ نے فرمایا، خدا سے ڈرتے رہو، تب بڑے عالم بن جاؤگے۔ خدا سے خوف اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے آدمی پر علم و حکمت کے دروازے کھُل جاتے ہیں۔

حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

میں نے علمائے حق سے دریافت کیا کہ عقلمند کون ہے؟ دولت مند کون ہے؟ دانا کون ہے؟ دُرویش کس کو کہتے ہیں؟ بخیل کون ہوتا ہے؟

ان سب نے ایک ہی جواب دیا کہ:۔

عقلمند، وہ ہے جو دنیا کو دوست و عزیز نہ رکھے۔
دانا وہ ہے کہ دنیا اس کو فریب نہ دے سکے۔
دولت مند، وہ ہے جو خدا کی تقسیم پر راضی ہے۔
دُرویش وہ ہے جس کے دل میں زیادتی کی طلب

اور طمع نہ ہو۔

اور بخیل وہ ہے جو حق سبحانہٗ وتعالے کے مال کا حق ادا نہ کرے۔

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔
پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: اوّل یہ کہ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔
دوّم: یہ کہ صحت کو بیماری سے پہلے۔
سوّم: یہ کہ تونگری کو مفلسی سے پہلے۔
چہارم: یہ کہ فراغت کو مشغولی سے پہلے۔
پنجم: یہ کہ زندگی کو موت سے پہلے۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ ایک رات غلبۂ نیند کی وجہ سے سوگئے اور وظائف ادا نہ کرسکے۔ آپ کی بیوی نے پوچھا کیا بات ہے کہ آپ وظائف سے غافل ہوکر سوگئے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک رات کے اوراد و وظائف چھوڑنے پہ تم پوچھ بچار کرتی ہو، جبکہ بلخ کے اکثر علماء میرے لئے نماز اور روزہ رکھتے ہیں۔ بیوی نے پوچھا کہ یہ کیونکر؟ آپ نے فرمایا۔ وہ رات بھر عبادت و ریاضت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ پھر شفیق کی غیبت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی تمام نیکیاں میرے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر میں کسی کی غیبت کروں تو اپنے ماں باپ کی کروں کیونکہ وہ میری نیکی کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کو جب یہ معلوم ہوتا کہ کسی نے آپ کی غیبت کی ہے تو آپ قاصد کے ذریعہ اس کی خدمت میں کوئی تحفہ بھیجتے اور یہ کہلا بھیجتے کہ میں نے سُنا ہے کہ تم نے میرے پاس اپنی نیکیوں کا تحفہ بھیجا ہے، وہ یقیناً میرے اس تحفہ سے بڑھ کر ہوگا۔

حضرت عطا خراسانی علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ غیبت کرنے والے شخص سے رنجیدہ نہ ہونا کیونکہ اس نے تمہاری لاعلمی میں تم پہ احسان کیا ہے۔ سُنا ہے کہ جس شخص کی ایک دفعہ غیبت کی جائے اس کے آدھے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اہل علم سے ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جھوٹا شخص دوزخ میں کتے کی شکل میں پھرے گا اور حاسد خنزیر کی شکل میں اور غیبت کرنے والا اور چغلی کھانے والا بندر کی صورت میں مسخ ہوگا۔

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، کہ آدمیوں میں تین قسمیں ہیں :۔
اوّل : پورا آدمی دوّم: آدھا آدمی
سوّم: لاش محض۔

پورا آدمی وہ ہے جس کے پاس عقل اور تجربہ ہو، اور اس سے فائدہ حاصل کرے، اور

آدھا آدمی وہ ہے جو عقلمندوں سے مشورہ لے اور کام کرے۔ اور لاشئ محض وہ ہے جس کے پاس نہ عقل و تجربہ ہو، اور نہ وہ عقلمندوں سے مشورہ لے۔

سلف صالحین جب کسی مریض کی عیادت کے لئے جاتے تو فوری طور پر اس کے لئے شفا کی دعا نہیں کرتے، بلکہ کچھ دیر تحمل کرتے اور یہ معلوم کرتے کہ مرض کی وجہ کیا ہے، اس کے بعد ہی دعا فرماتے اس لئے کہ بعض دفعہ مرض ترقی درجات کے لئے بھی ہوتا ہے تو ایسی صورت میں شفاء کی دعا مناسب نہیں۔

مروی ہے کہ امام **شافعی** علیہ الرحمہ نے ایک روز اپنے قاصد کو امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ تم عنقریب ایک مصیبت میں مبتلا کئے جاؤگے اور انشاء اللہ اس سے کامیابی کے ساتھ نکل جاؤگے اور وہ معاملہ قرآن کریم کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا ہوگا۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ یہ سن کر خوش ہوئے اور اسی خوشی میں اپنا پہنا ہوا کرتہ اتار کر قاصد کو دے دئے۔ قاصد جب یہ کرتہ لے کر امام شافعی علیہ الرحمہ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس کرتہ کو لے کر بوسہ دیا، اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور پھر پانی میں ڈال کر اچھی طرح دھویا اور اس پانی کو ایک شیشہ میں رکھ دیا۔ جب کبھی کوئی بیمار آپ کے پاس آتا تو آپ اسے تھوڑا پانی دے دیتے اور وہ اس کو اپنے جسم پر ملتا تو صحت و شفا حاصل ہوتی۔

حضرت **علی** کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ آدمی کی سعادتمندی پانچ چیزوں میں ہے:۔

اول یہ کہ اسکی بیوی اس کے موافق ہو۔
دوم یہ کہ اسکی اولاد نیک و صالح ہو۔
سوم یہ کہ اسکے دوست متقی و پرہیزگار ہوں۔
چہارم یہ کہ اس کا ہمسایہ نیک اور شریف ہو۔
پنجم یہ کہ اس کی روزی اپنے شہر میں ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے:۔ اے اللہ میں غافل دوست، برے پڑوسی، اور تکلیف دہ بیوی سے پناہ مانگتا ہوں۔

احمد بن حرب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، اگر عورت میں چھ خصلتیں اور عادتیں ہوں تو وہ نہایت صالح اور پاک باز ہے۔

اول: پانچ وقتوں کی نماز پر پابند ہو۔
دوم: خاوند کی تابعدار ہو۔
سوم: اپنے رب کی رضا جو ہو۔
چہارم: اپنی زبان کو غیبت و چغلی سے محفوظ رکھے۔
پنجم: دنیاوی ساز و سامان میں بے رغبت ہو۔
ششم: فاقہ و تکلیف پر صابر ہو۔

ابو محمد مروزی علیہ الرحمہ سے مروی ہے، کہ

ابلیس پانچ خصلتوں کی وجہ سے بدبخت ہوا:۔

اوّل: اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہیں کیا۔

دوم: وہ گناہ پر نادم و شرمسار نہ ہوا۔

سوم: اس نے اپنے نفس کو ملامت نہیں کیا۔

چہارم: اس نے توبہ و استغفار نہیں کیا۔

پنجم: وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوگیا۔

لیکن حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ برعکس رہا اور آپ پانچ خصلتوں کے باعث سعید ہو گئے:۔

اوّل: آپ نے گناہ کا اقرار کیا۔

دوم: گناہ پر نادم ہوئے۔

سوم: اپنے نفس کو ملامت کیا۔

چہارم: فوراً توبہ و استغفار کی۔

پنجم: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوئے۔

حضرت **سید احمد کبیر رفاعی** علیہ الرحمہ نے ایک روز اہلِ علم کی مجلس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

عزیزو! اللہ تعالیٰ نے تم کو علم کی دولت عطا فرمائی ہے اور مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی اصلاح تمہارے ذمہ کر دی ہے۔ یاد رکھو، علم کے چھپانے والے کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ تعلیم دینے میں جس قدر محنت و مشقت کرو گے اسی قدر عظیم اجر پاؤ گے، ورنہ عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے۔

اے علمائے دین! تم درس دیتے ہو۔ احکام شرعیہ بیان کرتے ہو اور مفتی بن کر لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو اور خبردار، تم چھلنی کی طرح نہ ہو جانا کہ چھلنی اچھا اور عمدہ آٹا تو چھان دیتی ہے لیکن بھوسہ اسی میں رہ جاتا ہے کہیں تمہارا حال بھی ایسا نہ ہو جائے۔ تم اپنے منہ سے حکمت و موعظت کی باتیں تو کرتے ہو لیکن دل کے اندر کھوٹ رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم سے اس کی بازپرس کرے گا۔ اور تم کو اپنے کہے ہوئے پر عمل نہ کرنے کی بنا پر سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

غفلت دل کی سیاہی ہے اور سیاہ دل پر کسی اچھی بات کا اثر نہیں ہوتا، لہٰذا اپنے دلوں کی حفاظت کرو۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ درست رہے تو سارا بدن درست رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے اور وہ ٹکڑا دل ہے۔

آخر میں حضرت رفاعی علیہ الرحمہ نے دعا فرمائی،

خداوند کریم میرے اور تمہارے لئے معرفت کا راستہ آسان کرے اور مجھے اور تمہیں اور تمام مسلمانوں کو ان لوگوں میں شامل کرے جو صالح، برگزیدہ، مخلص، نیکوکار اور اللہ و رسول کے دوست ہیں۔ خداوند کریم ہی کارساز حقیقی ہے اور وہی ہر قسم کی تعریف و توصیف کا سزاوار ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

علم غیب کی حقیقت

از
ابو الحی
عبد الحکیم نوری بستوی
استاذ
دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کے متعلق اختلاف ہے، اور وہ اختلاف کبھی نزاع لفظی کی صورت اختیار کر لیتا ہے، اس لئے کہ اثبات ونفی کی جہتیں جداگانہ ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں دونوں جہتوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے
(نوری)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد

وہ چھپی ہوئی چیز جسے انسان حواسِ خمسہ سے معلوم کر سکتا ہو، نہ بداہتہً بغیر دلیل کے اس کے جاننے کا نام علم غیب ہے اور اس کا اطلاق دو معانی پر ہوتا ہے۔ پہلے کو علم غیبِ ذاتی اور دوسرے کو علم غیبِ عطائی کہا جاتا ہے۔ علم ذاتی خدا کا خاصّہ ہے، اس لئے کہ مخلوق کوئی شئ بذاتِ خود عطائے الٰہی کے بغیر نہیں جان سکتا ہے۔ جیسا کہ شیخ الشیوخ منبع الفیوض حضرت العلام الحاج الحافظ السیّد الشاہ محی الدّین عبد اللطیف قادری نقوی المعروف بہ حضرت قطبِ ویلور علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "باید دانست کہ احاطۂ علمی نیز صفتِ خاصّۂ خدا است تعالیٰ وتقدس چیزے از کلّیات وجزئیاتّ از علمِ وی تعالیٰ بیروں نیست، لقولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۔ (فصل الخطاب صفحہ ۱۰۵) ترجمہ: جاننا چاہئے کہ احاطۂ علمی خدائے بزرگ وبرتر کی صفتِ خاصّہ ہے۔ کلّیات وجزئیات میں سے کچھ بھی خدا کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ان اللہ قد احاط بکل شیءٍ علمًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر شئ کے علم کو گھیر رکھا ہے) کے بموجب جب معنیٔ اول واجب تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے تو انبیاء واولیاء وصلحاء کو عالم غیب بالذات کہنا جائز نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں صفتِ باری تعالیٰ میں غیر کا شریک کرنا لازم آئے گا جس کے شرک ہونے میں شک کی گنجائش نہیں۔ خداوند قدوس نے ہمیں ایسا عقیدہ رکھنے سے سخت منع فرمایا ہے:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ ؛ ترجمہ: آپ فرما دیجئے میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ اور دوسری آیت کریمہ میں خالقِ کائنات اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے

یوں کہلوا رہا ہے وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ ۵ اگر میں غیب جانتا تو اپنے لئے بہت بھلائی جمع کرلیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ مذکورہ دونوں آیتوں کا مفاد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالذات عالم غیب نہیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بالذات غیب کی نفی ہوگئی تو دیگر انبیاء و اولیاء وصلحاء کے حق میں بدرجۂ اولیٰ ثبوت نہ ہوگا۔ اب اگر کوئی اس کے برخلاف عقیدہ رکھتا ہے تو اولاً منکر قرآن دوسرے شرک کا مرتکب ہے۔ دونوں کے جرم عظیم ہونے میں کلام نہیں کیا جاسکتا ہے۔ رہا علم غیب بالواسطہ جسے عطائی کہا جاتا ہے وہ انبیائے کرام علیہم السلام کو حاصل ہے جس کے ثبوت میں آیات کثیرہ وارد ہیں۔

ارشاد ربانی ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۵ (سورہ جن پ ۲۹) اللہ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے غیب پر مطلع نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو یعنی وہ اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع فرمادیتا ہے تو آنحضرات غیب داں ہوجاتے ہیں۔

۲۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (نساء پ ۵) اور آپ کو سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

۲۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۵

اور یہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں۔ غیب کی باتیں وہی بتاسکتا ہے جو خود غیب داں ہو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غیب کی باتیں بتانا ثابت ہوا تو غیب داں ہونا بھی ثابت ہوگا۔

۳۔ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ (سورہ ہود پ ۲۵) اے رسول، یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی جانب وحی کرتے ہیں۔ یعنی من جانب اللہ، سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی تعلیم دی گئی ہے اور جسے جس علم کی تعلیم دی جاتی ہے وہ اس کا عالم ہوتا ہے۔ اسی بنا پر حکمت کے تعلیم یافتہ کو حکمت داں اور اور سائنس کے تعلیم یافتہ کو سائنسداں کہا جاتا ہے تو اس کلیہ کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب داں تسلیم کرنا ہوگا کیونکہ وہ غیب کے تعلیم یافتہ ہیں۔

آیات مذکورہ کی روشنی میں یہ ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے الٰہی عالم غیب ہیں، مگر اس کی تصریح نہ ہوسکی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب داں ہونے سے کیا مراد ہے۔

غیب متناہی یا لامتناہی۔ لامتناہی رسول کے لئے ممکن نہیں ورنہ علم واجب و علم رسول میں مساوات لازم آئے گا جو محال و باطل ہے۔ جب لامتناہی باطل ہوگیا تو متناہی لامحالہ ثابت ہوگا۔ لیکن متناہی سے کیا

مراد ہے اسے سمجھنے کے لئے حضرات مفسرین کا سہارا
لینا ہوگا جو علم و معرفت کے بحر بے کراں ہیں، مثلاً
علامہ حسین علیہ الرحمہ آیت کریمہ وعلمک مالم تکن
تعلم کی تفسیر میں فرماتے ہیں: در بحر الرائق ہمی فرماید
کہ آں علم ماکان ومایکون است (تفسیر حسینی بر حاشیہ قرآن)
بحر الرائق میں فرمایا ہے کہ وہ علم ماکان ومایکون ہے۔
یعنی سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند قدوس نے
علم ماکان ومایکون عطا فرمایا ہے' اور تفسیر عرائس البیان
جلد اول میں ہے وعلمک مالم تکن تعلم
ای علوم عواقب الخلق وعلم ماکان ومایکون
اور آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے یعنی
مخلوقات کے پیچھے کا علم اور ماکان ومایکون کا علم۔
اور علامہ بغوی علیہ الرحمہ آیت کریمہ خلق الانسان
وعلمہ البیان کی تفسیر میں فرماتے ہیں' خلق الانسان
یعنی محمداً صلی اللہ علیہ وسلم وعلمہ البیان یعنی
بیان ماکان ومایکون' لانہ کان یبین عن
الاولین والآخرین' اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا'
یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو' انہیں بیان سکھایا یعنی ما
کان ومایکون کا بیان اس لئے کہ وہ اولین و آخرین
کی خبر دیتے ہیں - علامہ احمد مالکی علیہ الرحمہ
فرماتے ہیں: وقیل ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم
لانہ الانسان الکامل والمراد بالبیان
علم ماکان ومایکون (صاوی مصری جلد چہارم)
اور کہا گیا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسلئے
کہ وہ انسان کامل ہیں اور بیان سے مراد وہ ہے' جو ہو
گیا اور ہو رہا ہے' اور ہونے والا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ
علیہ وسلم ماضی وحال واستقبال سے باخبر ہیں اور علامہ
جمل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وقیل اراد بالانسان
محمداً صلی اللہ علیہ وسلم (علمہ البیان)
یعنی بیان ماکان ومایکون لانہ صلی اللہ
علیہ وسلم ینبئ عن خبر الاولین والآخرین
وعن یوم الدین (تفسیر جمل مصری جلد چہارم) اور کہا
گیا ہے کہ خدا نے اس آیت میں انسان سے مراد محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو لیا ہے (انہیں بیان سکھایا) یعنی ماکان
ومایکون کا بیان اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اولین و آخرین اور قیامت کے احوال کو بیان فرماتے تھے۔
اسی طرح علم الانسان مالم یعلم کی تفسیر میں علامہ
بغوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں قیل الانسان ہہنا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم بیانہ وعلمک مالم
تکن تعلم کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد یہاں (یعنی اس
آیت میں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اس کا بیان '
وعلمک مالم تکن تعلم سے ہو رہا ہے۔
معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم
ماکان ومایکون ہیں یعنی ابتدائے آفرینش سے صبح

قیامت تک کی تمام چیزوں سے باخبر ہیں اور بسا اوقات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ان حالات سے مطلع فرمایا ہے جیساکہ حضرت عمر فاروق کا فرمان ہے عن عُمَرَ یقول قام فینا النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدءِ الخلق حتّیٰ دخل اھلُ الجنّةِ منازلھم واھلُ النّارِ منازلھم حفظ ذٰلک من حفظہٗ نسیہٗ من نسیہٗ۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے مابین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر ابتدائے آفرینش سے جنّتیوں کے جنّت میں اور جہنّمیوں کے جہنّم میں داخل ہونے تک کی خبر دی جس نے یاد کیا اسے یاد رہا جس نے بھلا دیا وہ بھول گیا اور دوسری روایت میں بتبدیل الفاظ یوں ہے: عن حُذَیفةَ قالَ قامَ فینا رسولُ اللہِ صلی اللہ علیہِ وسلّمَ ما ترکَ شیئاً یکونُ فی مقامِہٖ ذٰلکَ الیٰ قیامِ السّاعةِ الّا حدّثَ بہٖ حفظہٗ من حفظہٗ نسیہٗ من نسیہٗ۔ (مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو بتادیا جس نے یاد کیا اسے یاد رہا جس نے بھلا دیا وہ بھول گیا۔ مذکورہ احادیث سے بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے آفرینش سے صبح قیامت تک کے تمام احوال جانتے ہیں اور موقع بموقع اپنے اصحاب کو مطلع فرمایا ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا علم کیسے حاصل ہوا تو اس کے متعلق میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حصولی ہے یعنی عطائے الٰہی سے ہے جیساکہ محقق عصر حضرت مولٰنا الحاج الحافظ سید شاہ محی الدین عبد اللطیف قادری نقوی المعروف بہ **حضرت قطب ویلور** رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکۃ الآرا تصنیف فصل الخطاب بین الخطاء والصواب کے ص۲۰۱ پر رقمطراز ہیں:-

" بداں کہ علم غیب استقلالاً صفتِ خاصۂ عالم الغیب است تعالیٰ و تقدس کہ بوحی و الہام و دلیل عقلی و منام و حواس وغیرہا احتیاج ندارد وہمہ اشیائے غیبیہ را بدون آنہا می داند، بخلاف انبیاء و اولیاء و سائر برایا کہ بوحی و الہام و غیرہما احتیاج دارند، و غیبی بغیر آنہا نمی دانند۔ مع ہذا اولیاء و انبیاء خصوصاً سرور انبیا با علام الٰہی اخبار بسیار از امور غیبیہ دادہ اند"۔ ترجمہ:-

معلوم کرو کہ مستقلاً علم غیب صفتِ خاصہ ہے تمام غیوب کے جاننے والے کی جو بزرگ و برتر ہے، اس لئے کہ اسے وحی والہام و دلیل عقلی اور خواب وغیرہ کی حاجت نہیں اور تمام غیوب ان

واسطوں کے بغیر جانتا ہے بخلاف انبیائے کرام واولیائے عظام اور جملہ مخلوقات کے کہ وہ وحی والہام وغیرہ کے محتاج ہیں اور کوئی غیب ان واسطوں کے بغیر نہیں جان سکتے۔ اس کے باوجود اولیائے کرام وانبیائے عظام خصوصًا سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم بوحیِ الٰہی بہت زیادہ امورِ غیبیہ عطا کئے گئے ہیں۔ اور سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں:۔

عن عبد الرحمٰن بن عائش قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رأیت ربّی عزّ وجلّ فی احسن صورۃٍ قال فیما یختصم الملاء الاعلیٰ قلت انت اعلم قال فوضع کفہٗ بین کتفیّ فوجدت بردھا بین ثدییّ فعلمت ما فی السمٰوات والارض (مشکوٰۃ)

عبد اللہ بن عائش سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے ربِ عزوجل کو بہت اچھی صورت میں دیکھا کہ میرے رب نے مجھ سے سوال کیا کہ ملاءِ اعلیٰ کے فرشتے کس بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ اے خدا تو ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ خدا نے اپنی ہتیلی کو میرے مونڈھوں کے درمیان رکھ دیا ہے، میں نے اسکی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان محسوس کی تو جان گیا میں جو کچھ آسمان وزمین میں ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے عن ثوبانؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انّ اللّٰہ زوی

فرأیتُ مشارقھا ومغاربھا۔ حضرت ثوبان سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے سمیٹا تو میں نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔ احادیثِ کریمہ کی روشنی میں اس کی توضیح ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے الٰہی غیب داں ہیں۔ اور سرکار کے سینۂ مبارکہ میں علم ما کان وما یکون یعنی ابتدائے آفرینش سے قیامت تک کا علم جلوہ فگن ہے۔ اب اس توضیح کے بعد سرکار کے علمِ غیب کی نفی نہیں کی جاسکتی اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو درحقیقت وہ قرآن وحدیث کا منکر ہے۔ اس لئے کہ قرآن وحدیث وتفسیر کی روشنی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم عالم ما کان وما یکون ہیں۔ زمین کی ہر ہر چیز سرکار کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ مشارق ومغارب کو وہ دیکھ رہے ہیں، اپنی امت کے احوال سے باخبر ہیں اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کو جانتے پہچانتے ہیں، اور کیوں نہ ہو جب خدا نے خود اپنا دیدار کرادیا پھر کونسی چیز پوشیدہ رہی۔ ع

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

اب یہ کہنا کہ حضور کو پیٹھ پیچھے کی خبر نہیں۔ غیب کا حال رسول کو کیا معلوم۔ رسول جیسا علم ہر صبی ومجنون

کو حاصل ہے یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی توہین ہوگی اور سرکار کی توہین کرنے والا دونوں جہان میں رسوا ہے، اس لئے کہ جس وصف کی تعریف خود خدا کرے بھلا اس کی توہین کرنے والا اس کے نزدیک کیسے محبوب ہو سکتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

منکرین علم غیب کا کہنا ہے کہ ما کان وما یکون میں علم قیامت، بارش کب ہوگی۔ ماں کے پیٹ میں کیا ہے۔ کل کیا کریگا۔ کہاں مریگا، یہ پانچوں بھی داخل ہیں۔ جبکہ قرآن مقدس سے غیر اللہ کے لئے ان پانچ چیزوں کی نفی ہو رہی ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ بیشک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے اور اللہ بارش برساتا ہے اور جانتا ہے کہ پیٹ میں کیا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مریگا بیشک اللہ جاننے والا اخبر دار ہے۔

میں جواباً عرض کرونگا کہ مذکورہ آیت کریمہ کی دلالت اس پر ہو رہی ہے کہ پانچ چیزوں کا علم خدا کو ہے مخلوقات کو نہیں، لیکن پوری آیت میں کسی لفظ کی دلالت اس پر نہیں ہو رہی ہے کہ خدا ان چیزوں کو اپنے مخصوص بندوں کو نہیں بتائے گا، تو ممکن ہے کہ خدا ان پانچ چیزوں کو بھی اپنے محبوب علیہ السلام کو بتا دیا ہو جیسا کہ، علامہ احمد جیون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ویجوز ان یعلمہا من یشاء من محبیہ واولیائہ بقرینۃ قولہ تعالیٰ ان اللہ علیم خبیر علی ان یکون الخبیر بمعنی المخبر (تفسیر احمدی جلد دوم) اور ممکن ہے کہ خدا ان پانچوں کو اپنے محبوبین اور ولیوں میں سے جنہیں چاہے بتا دے۔ اللہ تعالیٰ کے قول ان اللہ علیم خبیر کے قرینہ کی وجہ سے کہ خبیر مخبر کے معنی میں ہو۔ علامہ احمد جیون علیہ الرحمہ کا خیال یہ ہے کہ خدا اپنے محبوبین کو ان پانچ چیزوں کو بتا سکتا ہے تو کیا اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ بتایا ہوگا۔ بتایا ہے اور ضرور بتایا ہے، تبھی تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں عن انس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت انا والساعۃ کہاتین حضرت انس سے روایت ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اور قیامت دو متصل انگلیوں کے ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ رسول علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے عن ام الفضل بنت حارث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلد فاطمۃ انشاء اللہ غلاما یکون فی حجرک فولدت فاطمۃ الحسین فکان فی حجری کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مشکوٰۃ المصابیح) حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ انشاء اللہ فاطمہ کو لڑکا پیدا ہوگا تو اے ام فضل تمہاری گود میں رہے گا۔ حضرت ام فضل فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت حسینؓ کو جنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حضرت حسینؓ میری گود میں رہے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے بھی جانتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہے۔ اسی لئے علامہ احمد مالکی علیہ الرحمہ مذکورہ آیت قرآنیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں فَلَا مَانِعَ مِن کونِ اللّٰہ، یَطْلَعَ بَعْضَ عبادہ الصالحین عَلٰی بعضِ ھذہٖ المغیبات فتکون معجزۃً للنّبی وکرامۃً للولی (تفسیر صاوی جلد سوم) تو مانع نہیں ہے کہ خدا اپنے نیک بندوں کو ان بعض مغیبات پہ مطلع کردے تو وہ مغیبات نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہونگے۔ عرائس البیان جلد دوم میں ہے وعلمِ خاص الخاصّ علم السّرّ وھو علم الغیب ومن علم الغیب ما یطلع علیہ الانبیاء والاولیاء والملٰئکۃ لقولہ عالم الغیب فلا یُظھِرُ علٰے غیبہٖ احدًا الّا من ارتضٰی مِن رسولٍ اور خدا نے اپنے خاص الخاص کو علم سر بتا دیا ہے اور وہ علمِ غیب ہے اور بعض علمِ غیب پر انبیائے کرام و اولیائے عظام اور فرشتوں کو مطلع کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان عالم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہٖ احدًا الّا من ارتضٰی من رسولٍ کی وجہ سے ان تصریحات کی توثیق حضرت سہل ابن سعد کی روایت سے ہوتی ہے۔ عن سھل بن سعدٍ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم خیبر لَاُعْطِیَنَّ ھٰذہ الرایۃ غدًا رجلًا یفتح اللّٰہ علٰی یدہٖ یحبّ اللّٰہ ورسولہ ویحبّہ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ (مشکوٰۃ شریف) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن کہ کل میں یہ عَلَم ایسے شخص کو دونگا جس کے ہاتھ اللہ فتح دیگا وہ اللہ اور رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور رسول اسے پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ جھنڈا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ہاتھ میں دیا اور انہیں کے ہاتھ سے خیبر فتح ہوا۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُسے بھی جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا گویا کہ سرکار کے سینۂ مبارکہ میں ہر طرح کے علوم وفنون جلوہ گر ہیں، سرکار اُسے بھی جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا۔ ماں کے پیٹ میں کیا ہے۔ بارش کب ہوگی، قیامت کب قائم ہوگی۔ لیکن ان پانچ چیزوں کے علم کو لوگوں سے چھپایا ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ رسول کی شان یہ نہیں ہوتی ہے کہ کوئی شئے اپنی امت سے چھپائے، میں اُن سے مؤدبانہ عرض کروں گا کہ آپ کا فرمان صحیح ہے کہ رسول جس کی تبلیغ کے لئے بھیجے گئے ہیں اُسے چھپا نہیں سکتے اور جس کے چھپانے کا حکم دئے گئے اس کا ظاہر کرنا بھی رسول کی شان نہ ہوگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا کیا گیا ہے مگر ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔

جیسا کہ علامہ صاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں : قال العلماء الحق انہ لم یخرج نبینا من الدنیا حتی اطلعہ علی تلک الخمس ولکنہ امر بکتمھا (تفسیر صاوی جلد دوم)

علمائے حق نے فرمایا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ خدا نے انہیں پانچ چیزوں پر مطلع فرما دیا لیکن ان پانچوں کے چھپانے کا حکم دئے گئے۔ تو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ چیزوں کو لوگوں پر ظاہر کرتے تو حکم خداوندی کی خلاف ورزی ہوتی جو ایک معصوم کیلئے محال ہے اور علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قد اعلمہ اللہ مفاتیح الغیب الخمسۃ وقیل حتی ھی و امرہ بکتمھا۔

(شرح مواہب جلد اول)۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ غیب کی کنجیوں کے علاوہ سب کچھ بتا دیا اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ان پانچوں کو بتا دیا اور انہیں چھپانے کا حکم دیا ہے۔ خصائص الکبریٰ جلد دوم میں ہے :۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم عطی علم الخمس و ایضا علم وقت الساعۃ والروح انہ امر بکتم ذلک۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ چیزوں کا علم بھی عطا کیا گیا، قیامت اور روح کا علم بھی لیکن ان چیزوں کے چھپانے کا حکم دئے گئے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے الٰہی قیامت وروح کے اوقات بھی جانتے ہیں مگر لوگوں پر ظاہر کرنے سے روکے گئے ہیں، جس کی وجہ سے کبھی ان چیزوں کو کسی سے نہ بتایا۔ تو اگر سرکار نے کسی موقع پر کسی چیز کے عدم علم کا اظہار کیا ہو تو اس سے علم غیب کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ علاوہ ازیں اگر کسی موقع پر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات نہ بھی جانتے رہے ہوں، تب بھی حضور کے عالم غیب ہونے میں شک نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ ایسا کسی ذی ہوش کا عقیدہ نہیں ہو سکتا کہ حضور شروع ہی سے تمام چیزوں کو جانتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو وحی کی ضرورت پیش نہ آتی جیسا کہ شیخ الشیوخ استاذ العلماء حضرت مولانا الحاج الحافظ السید شاہ محی الدین عبد اللطیف قادری نقوی المعروف بہ حضرت قطب ویلور علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :۔

"احاطۂ علمی صفت خاصۂ خدا است تعالیٰ وتقدس ہیچ کس دریں صفت شرکت ندارد، اگر شریک بودی افضل مخلوقات وسرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم را احتیاج بجاسوس واخبار نویس ومشاورہ نبودی۔ و در مقدمہ تابیر نخل انتم اعلم بامور دنیاکم نفرمودی، و برائے دریافت خیرت امیر المومنین عثمان وبی بی رقیہ بہ حبش ہجرت کردہ بودند تعلق خاطر نداشتی وحال ایشاں از زنی نہ پرسیدی۔"

(افضل الخطاب بین الخطاء والصواب ص۱۰۱)

جملہ علوم کا احاطہ کرنا خدائے بزرگ و برتر کی صفتِ خاصّہ ہے۔ کوئی اس صفت میں شریک نہیں، اگر کوئی شریک ہوتا تو افضل مخلوقات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جاسوس اور خبر پہنچانے والے اور مشورہ کرنے کی حاجت نہ ہوتی اور تابیرِ نخل کے مقدمہ میں انتم اعلم بامور دنیاکم (تم دنیاوی معاملات میں زیادہ جان کار ہو) نہ فرماتے اور امیر المؤمنین عثمان غنی اور بی بی رقیہ جو حبش کو ہجرت کر گئے تھے، تعلق خاطر نہ رکھتے۔ اور ان کا حال عورت سے پوچھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑا تھوڑا علم ضرورت کے پیشِ نظر عطا کیا گیا۔ یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے جاتے وقت ما کان وما یکون کے علم سے مزیّن تھے، جس کے اوپر قرآن و حدیث و اقوالِ ائمہ شاہد ہیں۔

منیر ق

صوفیہ اور حدیث

از
جناب ڈاکٹر وحید اشرف صاحب
دانشگاہ مدراس
ایم اے پی ایچ ڈی

لولاک لما خلقت الافلاک

یہ حدیث بہت مشہور ہے یہاں تک کہ شعراء ورعوام میں بھی مقبول ہے شعراء اسی سے ترکیب صاحب لولاک استعمال کرتے ہیں لیکن یہ حدیث صحاح ستّہ میں نہیں ہے۔ اور کچھ لوگ اس زمانے میں اس حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ اس کا سبب ان کے نزدیک اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک فضیلت بیان کی گئی ہے اور یقیناً ان منکرین کے نزدیک یہ فضیلت قابل قبول نہیں ہے ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک یہ حدیث عقل وقیاس سے بھی ماوراء ہے اس لئے ناقابل قبول ہے۔

صوفیہ کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ صوفیہ فضایل کی حدیث کو قبول کرلیتے ہیں بشرطیکہ کسی دینی عقیدے سے وہ متصادم نہ ہو۔ ایسی حدیث کو جو کسی دینی عقیدے سے متصادم نہیں ہے قبول نہ کرنا محبوب رب العالمین کے بارے میں سوء ظن رکھنے کے مترادف ہے۔ یہ حدیث خدا کا قول ہے جو اس کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) پر الہام ہوا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے محبوب اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ ظاہر ہے کہ یہاں افلاک سے مراد کائنات ہے کیونکہ زمین اور دوسرے اجسام پیدا کرنے سے پہلے اس کے اسباب پیدا کئے گئے اور افلاک انہیں اسباب میں ہیں۔ اگر افلاک نہ پیدا کئے جاتے تو بقیہ اجسام بھی نہ پیدا کئے جاتے۔ خدا کا قول ہونے کے سبب مرتبہ میں یہ حدیث گویا وحی غیر متلو ہے۔

صحاح ستّہ میں اس حدیث کے نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث روایت کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔ محدثین نے حدیث کے جو سخت ترین اصول وضع کئے ہیں، اس معیار پر دنیا کی کوئی تاریخی کتاب پوری نہیں اتر سکتی اس کے باوجود ہم تمام تاریخی روایات کو مسترد نہیں کردیتے لیکن اگر حدیث کو مسترد کردینے کا صرف یہی ایک سبب کافی ہو کہ وہ صحاح ستّہ میں نہیں ہے تو صحاح ستّہ کے علاوہ دوسری کتب حدیث کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔ ان کے باقی رکھنے کا مقصد یہی ہے کہ جو حدیث درایت کے اصولوں کے مطابق ہو اسے قبول کرنے میں حرج نہیں ہے۔

حدیث پر درایت کی نظر سے بحث کرنے سے پہلے یہ مناسب ہوگا کہ اس کے مآخذ کی نشان دہی کردی جائے۔ یہ حدیث بیہقی اور ابن عساکر نے مختلف طریقوں سے

بیان کی ہے یعنی لولاک لما خلقت الدنیا اور لولا محمد ما خلقتك ولا ارضًا ولا سماءً اور حضرت آدم کو خطاب کرکے کہا گیا لولا محمد ما خلقتك مفہوم کے اعتبار سے ان احادیث میں کوئی فرق نہیں ہے اور ان کا مدلول ایک ہی ہے۔ ان احادیث کا ذکر حوالوں کے ساتھ کتاب "الکلام الاوضح" از مولانا محمد نقی خاں صاحب میں موجود ہے۔

اس حدیث سے کم از کم دو باتیں ثابت ہیں، ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مخلوق اور اللہ کے بندے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل خلائق ہیں اور یہ دونوں باتیں اسلام کے سبھی فرقے مانتے ہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس حدیث میں ایک تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ کائنات کی پیدائش کا مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، یہ بھی ایک بڑی فضیلت ہے جس کا اظہار اس حدیث میں کیا گیا ہے اور یہی فضیلت کی بات ہے جو اس حدیث کے منکرین کی عقل سے باہر ہے۔ ہمیں یہاں یہ جائزہ لینا ہے کہ کیا یہ حدیث اسلامی عقیدے کے خلاف ہے، یا اسلامی عقیدے کے عین مطابق ہے۔

قرآن میں صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں جنّ وانس کی پیدائش کا مقصد صرف خدا کی عبادت کرنا اور اسکی فرماں برداری کرنا ہے وما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون اس کے سوا دوسرا کوئی مقصد نہیں ہے، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ قل انّ صلاتی و نسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العالمین یعنی اے رسول کہہ دیجئے کہ میری نماز، میرا حج میری زندگی اور میری موت صرف اللہ کے لئے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا صرف اس کے لئے ہے جو مقصود خداوندی کو پورا کرتا ہے، جو خدا کے نافرماں بردار ہیں وہ صرف فرماں برداروں کی وجہ سے جی رہے ہیں۔ جب خدا کی عبادت کرنے والا ایک آدمی بھی دنیا میں نہ رہے گا تو دنیا کے وجود کا مقصد ہی ختم ہو جائے گا، اس صورت میں اس دنیا کو باقی رکھنا بے معنی ہوگا اور وہی وقت ہوگا جبکہ دنیا ختم کر دینی چاہیے، اور یہ ختم کر دی جائیگی جس کا نام قیامت ہے۔

جب جنّ وانس کی تخلیق کا مقصد یہ ٹھہرا کہ صرف ایک خدا کی عبادت کی جائے اور اسی کے احکامات پر عمل کیا جائے تو بدیہی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عبادت کیسے کی جائے اور احکامات کیسے معلوم ہوں جن پر عمل کیا جائے، کیونکہ عبادت اگر اپنے جی سے کی جائے اور جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے امور کو اپنی طبیعت سے طے کر لئے جائیں تو یہ خدا کی فرماں برداری نہ ہوئی بلکہ اپنے نفس اور اپنی عقل کی تابعداری ہوگی، نفس کی پیروی کر کے عبادت تو قطعی نہیں ہو سکتی اور دوسرے امور میں مجرد عقل و نفس کی رہبری سے دھوکے کھانا لازمی ہے، کیونکہ نفس کا کام ہی دھوکہ دینا ہے اور عقلوں میں تفاوت

کے سبب تمام لوگ کبھی بھی کسی اصول پر مجتمع نہیں ہوسکتے، اور بہر حال نفس کے اتباع کو خدا کی فرماں برداری نہیں کہہ سکتے۔

اس لئے زندگی کا جس نے مقصد بتایا اُسی کے ذمہ یہ واجب ہُوا کہ وہ انسانوں کی ہدایت بھی کرے یعنی یہ کہ مقصدِ حیات اور اس کے حصول کے طریقے بتانا خود خدا کے ذمہ ہوا۔ خدا واجب الوجود ہے، اور وہ مالک علی الاطلاق ہے۔ اس پر کچھ واجب نہیں ہوسکتا لیکن اگر وہ خود اپنے اوپر کوئی چیز واجب کرلے تو اس کو اختیار ہے۔ اس کا اپنے اوپر کچھ واجب کرنا گویا ایک وعدہ ہے اور خدا اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد خدا نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جو مقصدِ حیات کو پورا کرے گا، یعنی احکاماتِ خداوندی کو بجالائے گا اُسے آخرت میں انعامات سے نوازا جائے گا اور جو مقصدِ حیات کے خلاف عمل کریگا، یعنی احکاماتِ خداوندی کی خلاف ورزی کرے گا، وہ عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ تو جب اُس نے سزا و جزا کا قانون مقرر کیا ہے تو قانونِ عمل بتانا بھی اُسی کا کام ہے۔ اسے ایک مثال سے سمجھئے۔ اگر آپ ایک مکان بنوائیں تو اس کے بنانے کا مقصد بھی آپ ہی جانتے ہیں کہ اس میں رہنا ہے۔ کرائے پر دینا ہے، دوکان بنانا ہے، گودام بنانا ہے، فروخت کرنا ہے یا اور کوئی کام میں لانا ہے یعنی مالک ہی اس کا مقصد متعین کرے گا۔ اسی طرح زندگی کے مقصد کو بتانا اور اس مقصد کے حصول کا طریقہ بتانا اس کے بنانے والے یعنی مالک ہی کے ذمہ ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے کیا خدا خود انسانوں میں انسان کی شکل میں آسکتا ہے؟ اس کا جواب قطعی نفی میں ہوگا کیونکہ خدا لامحدود ہے، اور شکل وصورت اور مادہ سے پاک ہے۔ دنیا میں انسان بہر حال محتاج ہوتا ہے۔ وہ کھانے، پینے، سونے وغیرہ کا محتاج ہوتا ہے لیکن خدا غنی ہے۔ دنیا میں توالد و تناسل کے لئے انسان مرد و عورت کا محتاج ہے۔ مرد اور عورت ایک دوسرے کی مثل بھی ہیں، اور ضد بھی ہیں۔ خدا غنی بھی ہے اور نہ اس کا مثل کوئی ہے نہ ضد۔ دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے، وہ توالد و تناسل کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ خدا لم یلد ولم یولد ہے۔ دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے، اُس پر موت کی کیفیت کا طاری ہونا بھی ضروری ہے۔ موت حادث کی صفت ہے اور خدا کی ذات قدیم ہے۔ ظاہر ہے اس عقیدے کو ماننے میں خدا کی تمام صفات کا انکار ہو جاتا ہے۔ خدا کو اس کی صفات ہی کے ذریعہ سے جانا جاتا ہے، نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں کوئی شریک ہے۔ اس لئے یہ ماننا کہ خدا کو خود انسانوں میں انسان کی شکل میں آنا چاہیے، قطعی عقل و فطرت کے خلاف اور باطل ہے۔

اس کا فطری طریقہ یہی ہوسکتا ہے کہ انسانوں کے

لئے انسانوں ہی میں سے کوئی نمونہ ہو جو عمل کر کے بتائے، کہ خدا کی عبادت کس طرح کرنا چاہئے اور زندگی کے دوسرے امور میں اس کے کیا احکامات ہیں۔ یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے انسان کو نمونہ کیسے سمجھا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے شخص کو یہ ثابت کرنا ہو گا کہ خدا سے اس کا بلا واسطہ اور بالواسطہ ایسا تعلق ہے جس کی وجہ سے وہ خدا سے احکامات پاتا ہے۔ اس تعلق کے ثبوت ہی پر اس شخص کو نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو شخص اس تعلق کو ثابت کر دیتا ہے، اس کو اصطلاح میں نبی کہتے ہیں۔

یہاں ہم اس تعلق کے ثبوت میں اس لئے نہیں جانا چاہتے کہ ہمیں صرف زیر بحث حدیث سے سروکار ہے جس کو پرکھنے کے لئے ہمیں فلسفۂ نبوت کو پیش کرنا پڑا اور اس وقت ہمارے مقصد کے لئے یہ کافی ہے کیونکہ نبوت پر ایمان اسلام کے سبھی فرقوں کا ہے۔

اس بحث سے یہ ثابت ہوا کہ نبی مقصدِ حیات کو سب سے زیادہ پورا کرنے والا ہوتا ہے، اور جو لوگ اس کا جتنا اتباع کرتے ہیں اُسی قدر مقصدِ حیات کو پورا کرتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ انسانی تہذیب مختلف ارتقائی منزلوں سے گزری ہے۔ مختلف زمانوں میں انسانوں کی ضروریات میں بھی بہت کچھ فرق نظر آتا ہے۔ اسی اعتبار سے ان کے لئے زندگی کے مختلف امور میں احکامات بھی کچھ مختلف رہے ہیں۔ لیکن تمام انبیاء کی بنیادی اور اصل تعلیم ایک یہی تھی، یعنی توحید، البتہ ہر دَور کے تقاضے کے مطابق خدا نے اپنے احکامات بندوں تک پہنچائے اور اس طرح انسانیت ارتقا پذیر رہی۔ آخر میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا جو افضل البشر ہیں یعنی انسانیت آپ کی ذات میں درجۂ کمال کو پہنچ گئی اور اب تمام آنے والے اور موجودہ انسانوں کے لئے آپ کی ذات نمونہ ہے، تاکہ دُنیا آپ کی تعلیمات اور عملی زندگی سے ہدایت پاتی رہے۔ نمونہ کے کمال کی تعریف یہ ہے کہ اُس جیسا کوئی دوسرا نہ ہو، ورنہ پھر اس کی کوئی خصوصیت نہ رہے گی اور نہ اُس سے بہتر کوئی ہو، ورنہ وہ کامل نمونہ نہ رہے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسانیت کا کمال صرف ایک ہی ذات میں ہو سکتا ہے۔ اور یہ کامل ذات سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، رحمۃ للعالمین خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

جب فطرت کا یہ اصول رہا ہے کہ انسانیت علمی تہذیبی اور روحانی ارتقا کی منزلیں طے کرے اور اسی لحاظ سے انسانوں کے سامنے اتباع کے لئے نمونے بھی پیش کئے گئے تو عقل اور فطرت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اس نمونہ کی بھی تکمیل ہو جس میں انسانیت کے عروج کا مشاہدہ ہو سکے۔ اس نمونہ کے کمال کا ہی یہ فیض ہے کہ جس کے متبعین کے بارے میں اُس ذاتِ مقدس نے خود ارشاد فرمایا، کہ "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" (میری امت کے علماء کی مثال ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء)۔

اس بحث سے یہ ثابت ہوا کہ انسانیت کے نمونہ کی تکمیل کے بغیر فطرت کا تقاضا پورا نہیں ہو سکتا تھا، اور یہ تکمیل چونکہ صرف ایک ہی ذات میں ہو سکتی تھی اس لئے وہی ذات کائل مقصد المقاصد قرار پائے گی۔

اس مسئلہ کو ایک نقطۂ نظر سے اور دیکھئے۔ کائنات میں جو کچھ ہے، وہ سب خدا کی صفات کا مظہر ہے۔ اگر یہ موجودات نہ ہوتے تو خدا کے وجود کی خبر کسی کو نہ ہوتی۔ انہیں مظاہر میں انسان بھی ایک مظہر ہے۔ اور نوع انسان خدا کی صفات کا بہترین مظہر ہے جیسا کہ خدا نے خود کہا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا) جب موجودات کو پیدا کرنے کا مقصد اپنی صفات کا اظہار تھا تو فطری طور پر یہ بات قابل قبول ہے کہ خدا مظہر صفات کو حد کمال تک پہنچا دے تاکہ اس سے اس کی عظمت و کبریائی کا بوجہ احسن ظہور ہو۔ اس کی عظمت کا سب سے زیادہ اظہار انسان کے وجود سے ہوا جیسا کہ اس نے خود اوپر کی آیت میں ارشاد فرمایا ہے، اس لئے اس کی بلند ترین عظمت کا مظہر انسانوں ہی میں ہونا چاہئے۔ اسی لئے صفات کے ظہور کے بعد اس کے مقصد کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ ایک مظہر کامل نہ پیدا کر دے۔ اور یہی مظہر کامل مقصد کائنات قرار پائے گی جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

اسے پھر ایک مثال سے سمجھئے، ایک آرٹسٹ جس کا کام تصویریں بنانا ہو، وہ ہر طرح کی تصویر بناتا ہے لیکن فطری طور پر وہ چاہے گا کہ وہ ایسی تصویر بنائے جو اُس کے فن کا بہترین مظہر ہو، اور اس سے اس کا کمال بدرجۂ اتم ظاہر ہو، جیسا کمال وہ ظاہر کریگا اُسی کے مطابق وہ فنکار کا درجہ پائے گا۔ اسی طرح جب خدا نے خود اپنی صفات کا اظہار کیا تو فطرت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا بھی مظہر صفات ہو، جس میں اسکی صناعی کا کمال ہو۔ یہی مظہر صفات ذات خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے (یہاں ہم نے جو لفظ فطرت استعمال کیا ہے اس کا مفہوم ہے بدیہی یعنی وہ بات جو بغیر کسی خارجی دلیل کے قابل قبول ہو)

یہاں ایک سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب انبیاء کی بعثت کا مقصد لوگوں کو ہدایت دینا ہے تو دنیا کے وجود کا مقصد عوام الناس ہوئے جن کی ہدایت مقصود ہے۔ لیکن یہ سوال عوام کو محض مغالطہ دینے کے لئے ہے۔ زندگی کا اصل مقصد گمراہی نہیں بلکہ ہدایت اور راہ مستقیم پر چلنا ہے، جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ مقصد حیات اللہ کی بندگی اور اس کے احکامات کو بجا لانا ہے تو جو اس مقصد کا سب سے زیادہ پورا کرنے والا ہو گا وہی اس کائنات کا مقصود قرار پائے گا، اور یہ کہا جا چکا ہے کہ اس مقصد کی تکمیل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں ہوئی، اس لئے آپ کی ذات مقصد المقاصد ٹھہری۔ اس جواب سے پھر ایک سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ کیا دیگر انبیاء نے تعمیل احکام خداوندی

کوئی کمی کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی نبی نے بھی احکام خداوندی کی تعمیل میں کوئی کمی نہیں کی اور سبھی انبیاء اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں لیکن محبوبیت میں اعلیٰ ترین مقام اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا اور یہ اسکی مرضی تھی۔ اس نے آپ کو تمام صفاتِ حمیدہ کا جامع بنا کر آپ کا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تاکہ یہ ذات جو صفات الٰہی کا مظہر کامل ہے اسم بامسمّٰی ہو۔ احکامات کی بجا آوری کے لحاظ سے کسی نبی نے کوئی کمی نہیں کی لیکن اسماءِ الٰہیہ کی معرفت میں فرقِ مراتب ممکن ہے جیسا کہ خدا نے خود کہا ہے تلك الرسل فضلنا بعضهم علیٰ بعض (رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی) اور معرفتِ الٰہی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سب سے زیادہ جامع اور افضل ہے۔

ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقصد المقاصد ہے۔ اور یہ کہ دنیا کا وجود اس لئے ہے کہ تمام جن وانس خدا کی عبادت کریں' اسے ایک مثال سے سمجھیے: کہا جاتا ہے کہ خانقاہ بنانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ مرشد کے لئے عبادت گاہ کا کام دے لیکن یہ بھی درست ہے کہ خانقاہ مریدین کی تربیت اور ان کے راحت و آرام کے لئے ہے۔ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ اگر مرشد نہ ہوگا تو تربیت کون دیگا۔ اس لئے مرشد کے بغیر خانقاہ کا وجود بے معنی ہے۔ اس لئے جب مقصد ہدایت ہے تو سب سے پہلے ہادی و مرشد کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اصل مقصد ہادی ٹھہرا اور اسی کو مقصد المقاصد کہتے ہیں۔ اسی طرح اس دنیا کو ایک خانقاہ قیاس کیجئے۔ اس میں انبیاء مرشد ہیں اور تمام لوگ مرید کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر ہادی و مرشد نہ ہوتے تو سارا وجود بیکار ہوتا۔ ان مرشدین میں سب سے بڑے مرشد ہمارے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو صفاتِ خداوندی کا مظہر کامل ہیں جس کا بیان اوپر گذرا۔

اس بحث سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث لولاك لما خلقت الافلاك ماننے سے کوئی شرعی اور دینی قباحت لازم نہیں آتی بلکہ یہ قول عقل و فطرت کے بالکل مطابق ہے' اور قرآن کے منشاء کے مطابق ہے۔ اور حدیث کی کتاب میں بہرحال موجود ہے' اس لئے اس کو حدیث ماننے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہئے۔ اگر یہ قول کسی کتاب حدیث میں نہ ہوتا تو ہم اسے صوفیہ کا قول کہتے اور اس کا مطلب یہ ہوتا کہ صوفیہ واقعی ایمان کی لذت سے اسقدر آشنا ہیں کہ وہ اس حقیقت تک اپنے وجدان اور لذت ایمانی سے پہنچ گئے۔ لیکن چونکہ یہ قول حدیث کی کتاب میں ملتا ہے' اور صوفیہ نے برملا اس حدیث کی تصدیق کی ہے' اور اکثر صوفیہ نے اس کا ذکر کیا ہے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ یقیناً وہ ایمان کی لذت سے آشنا ہیں اور دین کا صحیح ذوق رکھتے ہیں ــــ اس بحث سے

یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس حدیث کا انکار کرنے سے خود عقیدۂ نبوت پر ضرب پڑتی ہے' اس لئے اس کا ماننا ضروری ہے۔

آخر میں بحث کا خلاصہ ہم پھر پیش کر دیتے ہیں:

(۱) کائنات جنّ وانس کے لئے بنائی گئی ہے تاکہ وہ اس میں خدا کی عبادت کریں۔

(۲) جنّ وانس کے وجود کا مقصد گمراہی نہیں ہدایت ہے۔

(۳) ھدایت کے لئے ہادی کی ضرورت ہے۔

(۴) مخلوقات میں احسن انسان ہے' اس لئے ہادی بھی انسانوں میں سے بنائے گئے جنہیں اصطلاح میں نبی کہتے ہیں۔

(۵) ہر شئے خدا کی صفت کا مظہر ہے۔ اس لئے نبی بھی خدا کی صفت کا مظہر ہوتا ہے۔

(۶) فطرت کا تقاضا ہے کہ ان تمام مظاہر میں ایک ایسا مظہر کامل بھی ہو جس میں وہ تمام صفات حمیدہ بدرجۂ اتم ہوں جو ایک مخلوق میں ہو سکتی ہیں اور ایسا مظہر کامل صرف ایک ہی ہو سکتا ہے' اور وہ ذات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔

(۷) خدا کی کبریائی کا تقاضا ایک مظہر کامل کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی لئے اسی ایک مظہر کامل کے وجود کو منحصر ماننا پڑے گا کیونکہ اس کے بغیر خدا کی صنّاعی کے کمال کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے خدا نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو تمام وجود کا مقصد المقاصد قرار دیا یعنی —

لولاك لما خلقت الافلاك

ـــ ۔۔۔ ٭٭٭ ۔۔۔ ـــ

فضلِ باری

از: عبدالحکیم نوری بستوی
اُستاذ دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

مختصر سوانح حیات امام محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ الرحمہ

نام و نسب: آپ کا اسمِ گرامی محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی بخاری ہے، اور کنیت ابوعبد اللہ ہے، چونکہ آپ کی ولادت بخارہ میں ہوئی تھی جو ماوراءالنہر کا ایک مشہور و معروف شہر ہے، اسی بنیاد پر آپ کو امام بخاری سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ دینِ اسلام کے ایک متبحر عالم، محدّث و فقیہہ تھے۔ آپ کے پردادا حضرت مغیرہ آتش پرست تھے، جو بخارہ کے والی یمان بخاری جعفی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے تھے، اس بنیاد پر ان کو بھی اُسی لقب سے ملقّب کر دیا گیا تھا۔ جبکہ جعفی دراصل یمن کے ایک قبیلہ کے سردار کا نام ہے۔ جو جعفی بن سعد سے مشہور ہے۔ آپ کے والد ماجد ایک جیّد عالم حمّاد ابن زید اور امام مالک رحمہما اللہ کے تلمیذ رشید تھے۔ اور والدہ محترمہ ولیّہ مستجابۃ الدعوات تھیں۔ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ بچپن ہی میں نابینا ہو گئے تھے۔ اگرچہ علاج و معالجہ بحسن و خوبی کیا جاتا رہا۔ مگر مرض میں کچھ بھی افاقہ نہ ہوا۔ آپ کی والدۂ محترمہ راتوں رات بارگاہ خداوندی میں اشکبار آنکھوں سے دست بدعا رہتیں۔ اچانک ایک شب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ خداوند قدوس نے تیری دُعا قبول کی اور تیرے بچّہ کو بینائی عطا کی صبح جب امام بخاری علیہ الرحمہ بیدار ہوئے تو ان کی آنکھیں روشن تھیں۔

سنہ ولادت و وفات: کسی شاعر نے آپ کی زندگی پاک کا نقشہ کیا ہی اچھّے انداز سے کھینچا ہے۔

شعر: کان البخاری حافظًا و محدّثا
جمع الصحیح مکمّل التحریر
میلادہٗ صدق ومدّۃ عمرہٖ
فیھا حمید وانقضیٰ فی نورٍ

ترجمہ امام بخاری حافظ و محدّث تھے، جنہوں نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو مکمل تحریر کے ساتھ جمع فرمایا۔ ان کی تاریخ ولادت لفظِ صدق میں ہے (جس کے عدد ۱۹۴ھ ہوتے ہیں) خلاصہ یہ کہ آپ کی ولادت باسعادت

ماہِ شوال روزِ جمعہ بعد نمازِ عصر ۱۹۴ھ میں ہوئی، عمر شریف باسٹھ سال کی پائی اور ۲۵۶ھ میں مقام خرتنگ میں وفات ہوئی۔ یہ بات مشہور ہے کہ آپ نے بادشاہِ وقت سے تنگ ہو کر خود ہی اپنی وفات کی دعا کی تھی۔ چنانچہ جس شب آپ نے نمازِ تہجد میں دعا کی، ٹھیک اس کے دوسرے دن اس دنیائے فانی سے کوچ فرما گئے۔ یوں تو موت کے لئے دُعا کرنا از روئے شرع درست نہیں ہے۔ مگر فتنہ وفساد کے وقت کچھ مضائقہ نہیں کسی بزرگ کا فرمان ہے کہ میں نے خواب میں سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اصحاب کے ساتھ دیکھا کہ کھڑے ہو کر کسی کا انتظار فرمارہے ہیں، میں نے بعد سلام دریافت کیا کہ حضور کس کا انتظار فرمارہے ہیں، جواب دیتے ہیں کہ محمد ابن اسمٰعیل بخاری کا۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں، کہ جس دن میں خواب دیکھا تھا اسی دن امام بخاری علیہ الرحمہ وفات فرما گئے ہیں ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

زہد و تقویٰ: زہد و تقویٰ کے حصول کی شرطوں میں سے طلب رزق حلال بھی ہے۔ اگر ایک لقمہ بھی حرام کا منہ میں چلا گیا تو وہ اپنا اثر ضرور دکھائے گا۔ اسی وجہ سے بزرگانِ دین اکثر رزقِ حلال کے حصول کی تاکید فرماتے ہیں اور عاملین کے لئے شرط اوّل قرار دیتے ہیں۔ اس باب میں امام بخاری علیہ الرحمہ ممتاز زمانہ نظر آتے ہیں جیسا کہ وراق بخاری علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ حضرت احمد ابن حفص امام بخاری کے والدِ بزرگ کی وفات کے وقت حاضر تھے۔ آپ کے والدِ محترم جو عنقریب اس دنیائے فانی سے دار البقیٰ کی طرف کوچ فرمانے والے تھے، فرماتے ہیں کہ میرے مال میں ایک درم بھی حرام کا ہے، نہ مشتبہ کمائی کا یعنی پوری دولت حلال کمائی کی ہے۔

امام بخاری اسی دولت کے وارث بنے اور تاقیدِ حیات اسی دولت سے گزر اوقات کی اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کا جسم کس قدر نورانیت کا مجسمہ رہا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ سنّتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام پر گامزن رہے۔

علاّمہ فربری کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں امام بخاری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دیکھا، کہ جب سرکار اپنے قدم مبارک کو اٹھاتے، امام بخاری وہیں اپنا قدم رکھ دیتے ہیں، تعبیر بیان کی گئی کہ امام بخاری ہمیشہ سنّت کے عامل رہے، کبھی خلافِ سنّت قدم نہ اٹھایا۔

علی ابن منصور کے والدِ بزرگ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مسجد میں ایک شخص داڑھی سے ایک تنکا نکال کر ڈال دیا۔ امام بخاری کی ایک نظر تنکا پر ہوتی اور ایک نظر لوگوں پر۔ جب لوگوں کی توجہ دوسری طرف ہو گئی تو آپ نے اس تنکا کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔ جب مسجد سے باہر نکلے تو اس تنکا کو زمین پر پھینک دیا۔ اس سے اس بات

کی جانب اشارہ تھا کہ جس چیز سے داڑھی صاف ہونی چاہئے مسجد اس سے زیادہ صاف رکھنے کی جگہ ہے' یہ چند نمونے ہیں' امام بخاری کے زہد و تقویٰ کے' ورنہ آپ کی فضیلت احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

حافظہ اور تبحر علمی

حضرت امام بخاری کے استاذ حضرت محمد ابن بشار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اعجاز نما حافظہ رکھنے والے کل چار شخص ہیں:-

سمرقند میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی

بخارا میں محمد بن اسماعیل بخاری۔

رَی میں حضرت ابو زرعہ۔

نیشاپور میں حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہم

بقول حضرت علی بن حجر مذکورہ چاروں حضرات میں حضرت امام بخاری کو فضیلت حاصل ہے۔ خود حضرت امام بخاریؒ کا فرمان ہے کہ کل مجھے تین لاکھ احادیث یاد ہیں جن میں ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح ہیں۔ حضرت محمد بن اسحٰق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے بڑا عالم حدیث آسمان کے نیچے کسی کو نہ دیکھا۔ حضرت محمد بن ازھر سختیانی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے کہ میں استاذ الحدیث حضرت سلیمان بن حرب رضی اللہ عنہ کے پاس احادیث سن رہا تھا' ہمارے ساتھ امام بخاری بھی تھے' میں نے لوگوں سے پوچھا کہ انہیں کیا ہوا کہ یہ لکھتے نہیں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ بخارا جا کر اپنی یادداشت سے لکھ لیں گے۔ ایک بہت ہی مشہور واقعہ ہے کہ جب حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ بغداد پہنچے (جو اس زمانہ میں علم و فن کا مرکز تھا) تو وہاں کے محدثین نے آپ کا امتحان لینا چاہا' اس کے لئے دس اشخاص کو منتخب کیا اور ہر ایک کو دس دس حدیثیں دیں اور حدیثوں کے اسناد و متون میں تغیر و تبدل کر دیا۔ امام بخاری کسی مخصوص مجلس میں حدیثیں سنا رہے تھے کہ وہ دسوں آگئے۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا اور حدیث سنانی شروع کی۔ جب عن فلاں کہا تو آپ نے فرمایا لا اعلمہ میں اسے نہیں جانتا۔ پوری دسوں حدیثیں سن لیں اور فرماتے رہے لا اعلمہ لا اعرفہ میں اسے نہیں جانتا میں اسے نہیں پہچانتا۔ یکے بعد دیگرے دسوں نے اپنی حدیثیں سنائیں۔ امام بخاری انہیں وہی جواب دیتے رہے۔ پورے سو احادیث سننے کے بعد امام بخاری کھڑے ہوئے اور ہر حدیث کو ان کے صحیح اسناد و متون کے ساتھ سنا دیا۔ امام بخاری کے اس خداداد حافظہ کو دیکھ کر اہل مجلس عش عش کرنے لگے اور ممتحین آپ کے علم و فضل کے قائل ہی نہیں مذعن ہو گئے۔

تالیف بخاری اور اسکی فضیلت و عظمت

امام بخاری نے ایکمرتبہ خواب دیکھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے مکھیاں اڑا رہا ہوں' اس وقت کے بزرگوں نے تعبیر یہ بتائی کہ آپ حدیث پاک کی

خدمت کریں گے اور صحیح سے ضعیف کو دور کریں گے۔ اسی وقت سے امام بخاری علم حدیث کی تحصیل میں شب و روز کوشاں رہے اور بخاری شریف کو تالیف کرکے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ بخاری شریف کو سولہ سال میں تالیف فرمائی اور ہر حدیث کے نقل کرنے سے پہلے غسل کرکے مسجد حرام شریف میں دو رکعت نماز پڑھتے اور حدیثیں اس احتیاط سے لیتے کہ شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ ایک شخص کے متعلق آپ کو معلوم ہوا کہ وہ عالم حدیث ہے آپ اس تک پہنچنے کے لئے رخت سفر باندھے اور سفر کی دشواریوں اور پریشانیوں کو جھیلنے کے بعد موصوف تک پہنچے۔ موصوف اس وقت ایک بدکتے گھوڑے کو پکڑنے کے لئے جھوٹ میں اپنے ہاتھ کو دامن کے نیچے رکھے تھے تاکہ گھوڑا یہ سمجھے کہ کھلانے کے لئے بلا رہا ہے۔ جب امام بخاری نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو یہ کہتے ہوئے واپس آگئے کہ جو شخص ایک چوپایہ کو دھوکہ دے سکتا ہے اس کے لئے سرکار پر جھوٹ باندھنا بعید نہیں۔ اسی احتیاط کا ثمرہ ہے کہ امام بخاری کی صحیح بخاری شریف کو امت محمدیہ کے لئے کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام محمد بن ہروزی فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ سے متصل سو رہا تھا، خواب میں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کی کتاب کونسی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام محمد بن اسمٰعیل کی کتاب صحیح بخاری شریف

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے بخاری شریف کو چھ لاکھ حدیثوں سے نقل فرمایا ہے اور اس کو اپنے اور خدا کے درمیان حجت رکھا ہے اور اس میں انہیں حدیثوں کو نقل کی ہے جو صحیح ہیں جس کے اندر نو ہزار بیاسی احادیث ہیں جن میں مکررات و تعلیقات بھی شامل ہیں۔ اگر مکررات کو نکال دئے جائیں تو کل دو ہزار چھ سو تئیس حدیثیں بچینگی۔ جن میں بائیس احادیث ثلاثی ہیں۔ اگر ان میں سے مکررات کو خارج کر دیا جائے تو سولہ جن میں امام محمد بن بخاری اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ خداوند قدوس امام بخاری کی قبر کو نور سے بھر دے اور ہمیں ان کے نقش پا پر چلنے کی توفیق رفیق فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ختم شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللطیف

چہار پیر ۵ چودہ خانوادے

الفقر فخری و الفقر منی

از جناب شیخ شاہ عبدالرحیم کاملی قادری ویلوری

۱۴۰۷ھ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ الکریم وعلی الہ الطاھرین واصحٰبہ وجمیع اولیاء امتہ اجمعین۔

اس دورِ پُرفتن میں عموماً ماہیتوں (مسئلہ) کی پرکھ کی کسوٹیاں (yard sticks) بدل چکی ہیں" اور شئے کی حقیقت کو دیکھنے والی آنکھ نایاب ہو چکی ہے۔ حق پرستی روایتوں میں پس کر رہ گئی۔ "فقیری" اپنی پوری اصلیت و ماہیت کے ساتھ اپنی خانقاہ میں یا گوشۂ عزلت میں برقرار ہے اور اپنی موروثی اسوۂ حسنہ کی اور روایات کے تحفظ کے ساتھ فرائض فیض رسانی میں مسلسل مشغول ہے جیسے ایک پُرسکون شمع اپنے تنہا گوشہ سے سارے کمرہ کو روشن کر رہی ہو۔ اس کے فیض کے صدقے میں کئی مردہ دلوں کو وجود بخشی حاصل ہو رہی ہے اور انہیں دنیا کا کھویا ہوا سکون زندگی واپس مل رہا ہے۔ ان کی آخرت کے لئے نجات کا راستہ بھی کھل رہا ہے۔

لیکن آجکل عوام میں اس اصطلاح (فقیری) کے معنی کچھ اور ہی سمجھے جاتے ہیں۔ جونہی "فقیری" کا ذکر آیا، ایک "حقیری" کا تصور دماغ میں آگیا۔ "فقیر" کو "حقیر" نظر سے دیکھنے لگے اور اس کو سماج کے لئے ایک بوجھ تصور کرنے لگے۔ کیوں؟ اس لئے کہ فقیری کے ظاہری بھیس میں "بھکاری" (البتہ باوقار) طرح طرح کے گل کھلا گئے، اور مسلسل اس فن میں مشغول ہیں۔ ان کے رنگ برنگ کے لباسوں نے "فقیری" کا تصور (Image) ہی بدل دیا۔ ان پوشاکوں کے نقاب کے اندر سے ریاکاری۔ شکم پرستی اور ہوس پرستی کی نیتیں چھن چھن کر نمودار ہو رہی ہیں۔ انہوں نے سیدھے سادھے عقیدتمندوں کی عقیدت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر انہیں مرید بنا لیا۔ ان کی کمائی پر بوجھ بن کر الاؤنس مقرر کر لیا۔ گدائی "فقیری" کی نقل کرنے لگی

مرید سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق (اقبال)

"فقیری" اور "درویشی" ان "گداؤں" کا محض ایک دعویٰ اور ذاتی اغراض زندگی کے حصول کے لئے ایک مستقل پیشہ ہے۔ نہی لوگوں کے حق میں جوش

ملیح آبادی نے کہا :-

پُر حول شکم عریض سینے والو !
خون قوم تہی دست کا پینے والو !
کیوں نہ رکھو گے تم اہلِ خرد سے عناد
خیرات پہ احمقوں کی جینے والو !

اہلِ دُوَل کی خوشامد ان کے پیشے کا کمالِ امتیاز ہے۔ ان کی چرب زبانی پہ پھولنے والوں کو یہ تنبیہ دی گئی ہے: ؎

منعم یہ نہیں تجھ کو لگاتے ہیں گلے
یہ تری جیب کو سینے سے لگا لیتے ہیں' جوشؔ

کہاں ہے طاعت وقناعت؟ تزکیہ و ریاضت۔ صدق واخلاص۔ توکل و توسّل؟ وفا ہے نہ صفا۔ نہ صبر ہے نہ شکر۔ مجاہدہ نہ محاسبہ (فرصت کہاں!) اور امتِ محمدی کے لئے ایثار کا ذکر ہی کیا؟ ستم تو یہ ہے' کہ بعض عالموں نے بھی یہ شیوہ اختیار کیا ہے' رنگ برنگ کے کپڑے پہن لئے اور خود درویش کہلانے لگے ۔!

درویشی خود فراشی کا نام ہے۔ درویش کسی حاجتمند کو محروم نہیں کرتا۔ درویش آبادی سے بھاگتا ہے۔ دولتمندوں کی دہلیز پہ دستک نہیں دیتا۔ اب عالموں نے کیا تو جاہلوں نے بھی کیا کیا فرق پڑتا ہے؟ بڑے نے کیا تو چھوٹے نے بھی کیا۔ باپ نے کیا تو بیٹے نے بھی کیا۔ اپنا گھر چھوڑ دربدری اختیار کی۔

حضرت سید شرف الدین ابو علی قلندرؒ (پانی پت وفات ۱۰۵۱ھ مطابق ۱۶۶۱ع) کی مثنوی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جو ان گداؤں پہ خوب پھبتے ہیں :-

ایں خوشامد گوئی چندیں ابلہاں — رہ زنانند رہزنانند رہزناں
چند باشی از مکانِ خود جُدا — چند گردی دربدر اے بے حیا
حبِ دنیا رشتۂ زنارِ تست — سدّ رہ ریش ذقن دستارِ تست
شیخ می گوئی تسبیحے بدست — صد بتے داری نہاں اے بت پرست
وعظ گوئی خود نیاری در عمل — چشم پوشی ہمچو شیطانِ دغل
شانہ و مسواک و تسبیح ریا — جبّہ و دستار و قلبِ بے صفا
دام اندازی برائے مرد و زن — خویش را گوئی منم شیخ زمن
پیش و پس گرد مریدِ ناخلف — چوں خرابلہ پئے نان و علف
زہد و تقویٰ نیست ایں کز بہر خلق — صوفی باشی و پوشی کہنہ دلق
بہرِ آب و نان گردی دربدر — آبروئے خود نہ ریزی بہرِ زر

الحذر از حُبّ دنیا الحذر
بہرِ نان و زر مخور خونِ جگر

علامہ اقبالؒ نے فرمایا :-

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری — رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ — نہیں ممکن امیری بے فقیری
ہوئی دین و دولت میں جب سے جدائی — ہوس کی امیری ہوس کی وزیری

فقر کیا ہے؟

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیری میرا فخر ہے۔
نیز فرمایا: ہر اک شئے کی ایک کنجی ہے، بہشت کی کنجی مساکین

اور فقراء صابر کی محبت ہے کہ قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہوں گے۔

"فقیر وہ ہے جو حق کے سوا کسی دوسری چیز کی پرواہ نہ کرے .... (شبلیؒ)

جو صاحبِ فقر نہیں وہ صاحبِ تصوف نہیں۔ (کرخیؒ)

معلوم ہوا کہ فقر تصوف کی اساس و بنیاد ہے اور تصوف میں مراتب تک پہنچنا جو ہے فقر اس کا طریق ہے۔ صوفی قائم فی الاشیاء اللہ کے ساتھ ہے نہ کہ اپنے نفس کے ساتھ۔ تصوف ہی ایسا ایک اسم ہے جس میں فقر اور زہد کے معانی حاصل ہیں۔ فقر کی انتہا کے ساتھ اس کے شرف کی ابتدا تصوف ہے۔ اہل شام فقر اور تصرف میں تمیز نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہدایت قرآنی للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ (تلک الرسل ع ۵) یعنی ان فقراء کے لئے جو اللہ کی راہ میں محصور ہوئے وصف صوفیہ میں ہے اور حق تعالیٰ نے ان کو فقراء کے نام سے ذکر کیا ہے۔

بنیاد "فقر" اللہ اور اس کے رسول کے عشق پر ہے۔ اس موضوع پر علامہ اقبال کے یہ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق

عشق و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

عشق دمِ جبرئیل عشق دمِ مصطفےٰ — عشق خدا کا ہے رسول عشق خدا کا کلام

عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات
عشق سے نورِ حیات عشق سے نارِ حیات

ہست معشوقے نہاں اندر دلت — چشم اگر داری بیا بنمائمت
در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰ است — آبروئے ما ز نامِ مصطفےٰ است

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے — مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

نماز زاہداں سجدہ سجود است — نمازِ عاشقاں ترکِ وجود است۔ رومی

خاصانِ خدا۔ خدا نباشند — لیکن ز خدا جدا نباشند۔ رومی

وصلّی اللہ علیٰ نورِ کزو شد نورہا پیدا
زمیں از حبِّ او ساکن فلک در عشقِ او شیدا

اور بھی مزید تعریف شروع کی جائے تو مضمون کی نوعیت ہی بدل جائے گی، اس لئے مثالوں کی بجائے ذیل میں چند اشعار درج کر دئے ہیں جو اہلِ بصیرت کے لئے کافی ہیں۔

(از مثنوی سید شرف الدین ابو علی قلندرؒ پانی پت)

زھد و تقویٰ چیست اے مردِ فقیر — لاطمع بودن ز سلطان و امیر
زھد و تقویٰ چیست اے عالیجناب — بہ مرادِ خود نگشتن کامیاب
بہر طاعت لقمۂ باید حلال — تا نیفزائد ترا رنج و ملال
ترک سازی صحبتِ اہل دول — گوشہ گیری تا نیفتی در خلل
بر درِ سلطاں مرو درویش ہیں — گنج قاروں ذرہ شو لیش ہیں
گر نہاقہ جاں برآید از قفس — چوں مگس دست مزن بر نانِ کس
باش در گنج قناعت سرنگوں — پا منہ از گوشۂ عزلت بروں
پشت ہا زن تختِ کیکاؤس را — سر بدہ از کف بدہ ناموس را

الحذر اے حبّ دنیا الحذر
بہر نان و زر مخور خونِ جگر

ڈاکٹر اقبال نے کہا:۔

اک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی سرمایۂ شبیری
اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرارِ جہانگیری
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیتِ اکسیری

کافر ہے مسلمان تو نہ شاہی نہ فقیری
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی

دربار شہنشاہی سے خوشتر مردان خدا کا آستانہ

نہ چھیڑ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

امیری میں فقیری کو برقرار رکھنے والوں کی مثالیں کتنی دی جائیں ——؟

کیا سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مثال کافی نہیں —؟

ہمارے ہی عصر میں اک خانوادہ حضرت قطبؒ ویلور قدس اللہ سرہٗ ہمارے لئے ایک بہترین مثال ہے، جہاں امیری اور فقیری سرچشمۂ فیض بنی ہوئی ہے۔

جنوبی ھند میں آٹھ پشتوں سے نورِ پیمبر کی یہ کرن کتاب وسنت کی پیروی اور رُشد وھدایت میں آپ اپنی مثال بن کر رہ گئی ہے ؎

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

اصل "فقیری" اور پیشہ ور گدائی میں امتیاز کے لئے یہ چند سطریں کافی سمجھی جاتی ہیں، تاکہ "فقیری" کی عظیم ترین ماہیتوں پر خام طبع ہوس پرستوں نے ڈاکہ زنی کرکے "گدائی" کو "فقیری" کا جو نام دے رکھا ہے اسکی شناخت کرا دی جائے۔

آمدم بر سرِ مطلب:

ملک ہند میں بسنے والے خانوادوں اور ان سے نکلے ہوئے گروہوں کا بیان ذیل میں درج ہے۔ ملکِ عراق شام، عرب وغیرہ کے خانوادوں کا تذکرہ یہاں محال ہے۔

سب سے پہلے خرقۂ فقر بارگاہِ رب العزۃ سے ختم رسالت نے باجمیع کمالات علوم واسرارِ باطنی حاصل کیا۔ اس کے بعد سرورِ کائنات فخرِ موجودات خاتم النبیین رحمۃٌ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلۂ فقرائے طریقت وسالکانِ حقیقت یوں جاری ہُوا کہ شاہِ ولایت امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کو خرقۂ فقر عنایت ہُوا۔ اور تمام سلاسل ان کی ذاتِ بابرکات وفیوضات سے جاری ہوئے۔

تمام سلاسل اس والی ملک نبیؐ، وصیِ مصطفےٰؐ

شیرِ خدا زوجِ بتولِ پارسا سے منسوب ہوتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے سب سے پہلے چار شخص علومِ حقیقت و معرفت (جن کو علومِ باطنی بھی کہتے ہیں) سے مستفیض ہوئے، اور وہ حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت امام حسنؓ (۲) حضرت امام حسینؓ
(۳) حضرت خواجہ حسن بصریؒ (۴) حضرت خواجہ کمیل ابن زیادؒ۔ انہیں کو ۴ چار پیر کہتے ہیں۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے دو خلیفہ گذرے ہیں۔

(۱) حضرت خواجہ ابو الفضل عبدالواحد ابن زیدؒ
(۲) حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ

ان دونوں سے ۱۴ چودہ خانوادے جاری ہوئے جو حسبِ ذیل ہیں:-

حضرت ذوقیؒ بھی اپنی مایۂ ناز تصنیف انشاء لطف اللّٰہی میں فرماتے ہیں:

خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ سے ذیل کے پانچ خانوادے جاری ہوئے۔

زیدیاں[۱] عیاضیاں[۲] ادہمیاں[۳]
ہبیریاں[۴] چشتیاں[۵]

خواجہ حبیب عجمیؒ سے ۹ نو خانوادے جاری ہوئے جو حسبِ ذیل ہیں:-

حبیبیاں[۱] طیفوریاں[۲] کرخیاں[۳]
سقطیاں[۴] جنیدیاں[۵] گازرونیاں[۶]
طوسیاں[۷] فردوسیاں[۸] سہروردیاں[۹]

(اصطلاحات میں ان کو ہند کے ۵ پانچ چشت نو ۹ قادر کہتے ہیں۔) اور سلسلۂ قادریہ کو اگر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے آباء کی جانب سے لیا جائے تو حسنیہ ہے یا حسینیہ اور اگر مشائخین کی جانب سے لیا جائے تو مذکورہ خانوادوں میں شامل ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کنیز تھیں، اور آپ کے جدِ بزرگوار حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ تاجر ہونے کی وجہ سے حسن لولوی کے لقب سے مشہور ہیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کو حضرت عمرؓ بن الخطاب کے پاس لایا گیا۔ چہرۂ انور کو دیکھا تو فرمایا اس کا نام حسن رکھو۔ شیر خواری کے زمانے میں جب آپ روتے اور آپ کی والدہ کام میں مصروف ہوتیں تو حضرت ام سلمہؓ اپنے دودھ کے چند قطرے آپ کے منہ میں ٹپکا دیتیں جس سے آپ کو مکمل تسلی ہو جاتی۔ اب اس دودھ کی نعمت کی برکت کے کیا کہنے؟ حضرت ام المومنین موصوفہ نے مزید دعا بھی کی کہ اے خدا! اس لڑکے کو خلائق کے لئے مفید بنا دے۔

آپ نے کئی صحابۂ کرام کو دیکھا جن میں اصحابِ بدر بھی شامل ہیں۔ تجارت سے آپ بے شمار دولت کے مالک تھے لیکن جب جذبۂ الٰہی آپ پر اثر پذیر ہوا تو سب کچھ فقراء اور غرباء میں تقسیم فرما دیا۔ حتیٰ کہ ایک دن کے کھانے کے لئے

بھی نہ چھوڑا اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت اختیار کی اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوگئے۔ تین تین دن کا روزہ رکھتے تھے۔ آپ کی وفات ۲۴ محرم الحرام ۱۱۱ھ اکابرین کے نزدیک مسلّم ہے، اور روضۂ مبارک بصرہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے (رضی اللہ عنہ)۔

آپ کے خلفاء حضرت خواجہ ابوالفضل عبدالواحد بن زید اور حضرت خواجہ عجمی ہیں۔

خانوادۂ زیدیاں

حضرت خواجہ ابوالفضل عبدالواحد بن زید سے منسوب ہے۔

یہ لوگ صحرا و بیابان میں ریاضت شاقہ کے ساتھ مصروف رہتے اور چار روز کے بعد میوہ یا گھاس پتہ سے افطار کرتے، کسی جاندار کو ایذا نہیں دیتے۔ دنیائے فانی سے بالکل بے نیاز تارک الدنیا، حافظ قرآن صاحب تجرید ہوتے ہیں، ذکر ارّہ، ذکر سرّی ان کا طریق ہے۔ آپ کی وفات ۲۷ صفر ۱۷۷ھ اور ایک روایت سے ۱۷۶ھ بتائی گئی ہے۔

۲ - خانوادۂ عیاضیاں

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض خلیفۂ خواجہ ابوالفضل عبدالواحد بن زید سے منسوب ہے۔ آپ کی کنیت ابوعلی ہے لیکن بعض ابوالفیض بھی کہتے ہیں۔ آپ کا شمار سربرآوردہ مشائخین میں ہے، سلسلۂ فقر و ارادت حضرت خواجہ ابوالفضل عبدالواحد بن زید سے پہنا۔ غیاث بن منصور بن معمر سلمی کوفی سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی جو محمد

بن مسلم کے خلیفہ تھے۔ اس خانوادے کے فقراء مسافری اور محرّدی میں عمر گزارتے ہیں۔ تارک الدنیا ہوتے ہیں۔ جو کچھ مل گیا اسی پہ قناعت کرتے ہیں۔ ورنہ فاقہ کشی میں عمر گزارتے ہیں۔ آپ کے فیض سے خلیفہ امیرالمومنین ہارون رشید مستفیض تھے۔ جو اصلاح نفس کے لئے آپ کے پاس آئے تھے۔ ایک نصیحت یوں بیان کی جاتی ہے:

"اے امیرالمومنین! تمہارے باپ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے ایک بار امارت کی خواہش فرمائی تھی جس کا جواب آنحضرتؐ نے یوں دیا تھا کہ اے چچا! عبادت خدا میں آپ کا ایک سانس مخلوق کی ہزار سالہ طاعت سے بہتر ہے مگر امارت قیامت کے دن باعث ندامت ہے۔

آپ کے پانچ خلفاء تھے:

(۱) سلطان ابراہیم ادہمؒ (۲) شیخ محمد زید شیرازیؒ
(۳) خواجہ شیر حافیؒ (۴) شیخ ابی رجاء العطاریؒ
(۵) خواجہ عبداللہ سیاریؒ۔

آپ کی وفات ۳ ربیع الاول ۱۸۲ ہجری (ایک روایت سے ۱۸۷ ہجری) ہے، اور جنت البقیع میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار کے قریب مدفون ہوئے۔

۳ - خانوادۂ ادھمیاں

حضرت سلطان ابراہیم بن ادہمؒ خلیفۂ خواجہ فضیل بن عیاض سے منسوب ہے۔ آپ کی کنیت ابواسحٰق ہے۔ سلسلۂ نسب یوں ہے:۔

ابراھیم بن ادہم بن سلیمان بن منصور ناصر بن عبداللہ بن امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم اجمعین۔ آپ نے خرقۂ ارادت وفقر حضرت خواجہ فضل بن عیاض سے حاصل کیا۔ عموماً چار پانچ فاقوں کے بعد جنگلی میوؤں یا مولی یا املی ہوئی بے نمک سبزی سے افطار فرماتے۔ حواس خمسہ کو لذائذ سے باز رکھتے تھے۔ آپ کو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی سے بھی صحبت رہی۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی خدمت میں مشغول رہتے ہیں۔ یہی ان کی سیادت کا باعث ہے۔

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ ابراھیم بن ادہم کلید علوم ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار ادھمؒ صحیح النسب فاروقی قلندر تھے۔ آپ عین جوانی میں تائب ہوگئے۔ بلخ کی بادشاہت چھوڑ دی اور صحرا نشینی اختیار کی۔ آپ نے ۲۶ جمادی الاول ۲۸۰ ہجری میں وفات پائی۔ آخر عمر میں حضرت لوط علیہ السلام کے مزار کے قریب ایک غار میں سکونت پذیر ہوگئے تھے، وہیں وصال کے بعد غیب سے آواز آئی :-

امام الارض قد مات

لوگ اس آواز سے متحیر ہوئے۔ تحقیق کی تو آپ کا پتہ لگا۔ آپ کے ۲ خلفاء تھے :-

(۱) خواجہ حذیفۃ المرعشی (۲) خواجہ شقیق البلخی رضی اللہ عنہما

خانوادۂ ہبیریاں

حضرت خواجہ ہبیرہ بصری سے منسوب ہوا ہے جو واسطہ میں حضرت خواجہ شہید الدین حذیفۃ المرعشی سے مل کر خواجہ ابراہیم ادہم کو پہنچتا ہے۔ حضرت امین الدین خواجہ ہبیرۃ البصری قدس سرہٗ نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی تھی۔ ستر سال کی عمر میں آپ کی عقل محیر العقول تھی۔ آپ کلام پاک کے حافظ تھے، سوائے حوائج ضروری کے ۲۰ سال با وضو رہے اور اس حال میں ذکر حق مجاہدہ اور ریاضت شاقہ میں مشغول رہے۔ ایمائے غیب پر آپ نے حذیفۃ المرعشی کی خدمت اختیار کی۔ آپ نے فرمایا "تم تیس سال سے مجاہدہ میں مصروف ہو، اور مجاہدہ میں اثر ہونا لازمی ہے لیکن ہر شخص مجاہدہ کے ذریعہ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔" الغرض ریاضت کی بدولت آپ نے صرف ایک ہفتہ بھر میں مقام قرب کو حاصل کرلیا، اور ایک سال کے بعد خرقہ سے سرفراز ہوئے۔

ملائے روم نے کیا خوب کہا ہے :-

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خود بہ خود تیغے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد ملائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

خرقہ پہننے کے بعد آپ نے نمک ورشکر کا استعمال قطعی ترک کر دیا۔ جو شخص آپ کا منظور نظر ہوتا اس پر عالم بالا سے تحت الثریٰ تک کا انکشاف ہوجاتا تھا، یہ تھا آپ کے نظر خوش گزر کا اثر۔

آپ نے فرمایا ہے کہ میرے خرقہ پہننے کے وقت پیغمبر

صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس اور تمام بزرگانِ دین کی مبارک ارواح موجود تھیں اور دعا کر رہی تھیں ۔ میں رو رہا تھا لغزش کے خوف سے کہ درویشی کا کام کتنا مشکل ہے۔ آپ عموماً پانچ چھ دنوں کے بعد گھاس یا درختوں کے پتوں سے افطار کرتے ۔ آپ اتنا روتے کہ آنکھوں سے خون بہنے لگتا اور ہلاکت کا خوف لاحق ہو جاتا، اکثر مسجد میں رہا کرتے ۔

اس خانوادے کے فقیروں کا طریقہ، دائم وضو حضورِ قلب سے نماز، توکل اور رضا ہے۔ مخلوق سے کم ملتے ہیں گھاس یا پتوں سے چار روز میں ایک بار افطار کرتے ہیں ۔ ایک روایت آپ کی یوں مشہور ہے کہ آپ کی نظر عرش پر پڑتی تھی تو دل کو ٹھیس لگتی تھی، رنجیدہ ہو کر فرماتے کہ ہبیرہ خدا کو چاہتا ہے تو خدا عرش و کرسی دکھاتا ہے ۔

آپ کی وفات ۷ شوال ۲۸۷ھ میں ہوئی۔

آپ نے حضرت خواجہ کریم الدین علو ممتاز ممشاد دینوریؒ کو خرقۂ ارادت و فقر بخشا جنہوں نے حضرت معروف کرخیؒ کی فیضِ صحبت سے ان کے خرقہ سے اور حضرت جنید بغدادیؒ کے خرقہ سے بھی سرفرازی حاصل کی۔ آپ حافظ گزرے ہیں۔ آپ سات دن کے بعد پانی اور کھجور سے افطار فرماتے تھے ۔ درویشی اختیار کرنے سے پہلے بہت مالدار تھے لیکن فقر میں قدم رکھ کر سب کچھ راہِ حق میں لٹا دیا۔ حتی کہ افطار کے لئے بھی کچھ نہ رکھا ۔ آپ کا وصال ۱۴ / محرم ۲۹۹ھ میں ہوا۔ آپ کے تین خلفاء گزرے ہیں۔

(۱) حضرت خواجہ ابو اسحاق شامیؒ (۲) ابو عامرؒ (۳) شیخ احمدؒ اسلود دینوریؒ جو خاندان سہروردیہ کے صاحبِ سلسلہ بزرگ ہیں ۔

۵ ۔ خانوادہ چشتیاں

حضرت خواجہ ابو اسحاق چشتی سے منسوب ہے جو واسطہ میں خواجہ علو ممشاد دینوری سے مل کر حضرت ہبیرہ بصری کو پہنچتا ہے ۔

سلسلۂ چشتیہ کی وجہ تسمیہ

روایت ہے کہ حضرت خواجہ ابو اسحاق اپنے پیر کی پابوسی سے سرفراز ہوئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ناچیز کو ابو اسحٰق چشتی کہتے ہیں۔ جواب ملا "تم خواجۂ چشت اور چشت کے لئے باعثِ برکت ہو۔ جب آپ خلافت حاصل کر کے چشت واپس تشریف لے گئے تو خواجۂ چشت کے لقب سے مشہور ہوئے ۔ آپ عبادت و ریاضت میں مشغول صحرا یا قریہ میں سکونت کرتے، اس سلسلے کے فقراء کا طریق بھی یہ ہے کہ وجد و حال کرنا، راگ سننا ہمیشہ باوضو مجلسِ سماع میں بیٹھنا، اغنیاء سے زیادہ فقیروں کی تعظیم کرنا ہے ۔

آپ کے بعد اور چار حضرات سلسلۂ چشت میں بڑے باکمال اور صاحبِ عظمت پیدا ہوئے جو حسبِ ذیل ہیں:

(۱) حضرت خواجہ ابو احمدؒ، جو آپ کے خلیفہ تھے ۔

(۲) حضرت خواجہ ابو محمدؒ ابن خواجہ ابو احمدؒ ۔

(۳) حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف ؒ

(۴) حضرت خواجہ مودود چشتی ؒ

یہ تمام حضرات یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے رہے اور ان میں سے ہر ایک کے بکثرت خلفاء اور مریدین تھے جن کو خواجگان چشت کہا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ تاحال جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہیگا۔

مشہور ہے کہ جب آپ سماع کا ارادہ فرماتے تو دو تین دن پہلے سے روزہ رکھنا شروع کرتے تھے اور قوالوں کو بھی حکم کرتے کہ تائب ہو کر تزکیہ وطہارت کے ساتھ محفل میں ظاہر ہوں۔ باوجود اس کے ارباب شریعت ان پہ معترض نہ ہوتے تھے۔ آپ کی محفل سماع میں وجد اور کیفیت کا یہ عالم تھا کہ جو بھی ایکمرتبہ حاضر ہو جاتا ایسا موثر ہوتا کہ معصیت سے اس کو نفرت ہو جاتی تھی۔ اثر کا یہ عالم تھا کہ ارباب مجلس تو درکنار دیوار تک جنبش میں آجاتے اور مریض شفایاب ہو جاتے تھے۔ آپ کہیں سفر کرنا چاہتے تو جتنا دور مقام ہوتا اتنا ہی جلد وہاں پہنچ جاتے۔ غرض آپ کی شان احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتی۔

آپ نے ۴ ربیع الاول ۳۲۹ھ کو وصال فرمایا۔

(یہاں تک ۵ چشت کے احوال ختم ہوئے جو حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید سے ظاہر ہوئے)۔

نو قادر کا بیان

خانوادۂ حبیبیاں حضرت حبیب عجمی ؒ خلیفۂ خواجہ حسن بصری ؒ سے منسوب ہے۔

اکثر پہاڑ اور جنگل میں رہتے ہیں اور تین روز کے بعد کھجور سے افطار کرتے ہیں۔ ستر عورت موجب کپڑا پہنتے ہیں۔

آپ کا وصال ۳ ربیع الاول ۱۵۶ھ میں ہوا۔

۲ خانوادۂ طیفوریاں

حضرت خواجہ بایزید بسطامی ؒ (خلیفۂ خواجہ حبیب عجمی ؒ) سے منسوب ہے۔ اس خانوادہ کے فقراء کا لباس چار طرح کا ہے۔ اول شکر پارہ مختلف رنگ کا جو شیخ مشغول کو عنایت ہوا۔ دوم ہزار میخی چار گوشہ جو شیخ محمد غربی کو عطا ہوا۔ سوم ژندہ صوف شیخ احمد ؒ کو ملا۔ چہارم مربع خشت قلندریہ جو چیتھڑوں کو جمع کر کے نمازی بناتے اور تہ بہ تہ رکھ کر سیتے ہیں جو شیخ ابراہیم کو ملا۔

وفات آپ کی ۱۴ شعبان ۲۶۱ھ میں ہوئی۔

۳۔ خانوادۂ کرخیاں

حضرت شیخ معروف کرخی ؒ سے منسوب ہے جو واسطہ میں داؤد طائی سے مل کر حبیب عجمی ؒ کو پہنچتا ہے۔ دنیا کی محبت چھوڑ کر مجردی میں عمر بسر کرتے ہیں۔ کسی سے نہ مانگنا صبر و شکر اور خاموشی سے خدا کی عبادت میں لگے رہنا ان کا شیوہ ہے۔

ان کی وفات ۶ محرم ۲۰۰ ہجری میں ہوئی۔

۴۔ خانوادۂ سقطیاں

حضرت خواجہ سری سقطی ؒ سے منسوب ہے۔ قائم اللیل اور صائم الدہر خلوت میں ہمیشہ رہتے ہیں۔ اب تین روز کے بعد افطار کرتے تھے۔ آپ حضرت شیخ معروف کرخی ؒ کے خلیفہ ہیں۔

۵۔ خانوادۂ جنیدیاں

حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ سے منسوب ہے۔ آپ خواجہ سری سقطیؒ کے خلیفہ ہیں۔ ایک ہفتہ کے بعد افطار کرتے تھے۔ نباتات کی قسم کا کھانا، حیوانات کو نہ ستانا ان کا طریق ہے۔ جنگل و ویرانہ میں گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں۔

وفات آپ کی ۲۷ر رجب ۲۹۸ ہجری میں ہوئی۔

۶۔ خانوادۂ گازرونیاں

حضرت ابو اسحٰق گازرونیؒ سے منسوب ہے۔ آپ حضرت حسین ابو العلی الاکار کے خلیفے ہیں اور وہ حضرت ممشاد علیؒ دینوری کے خلیفہ تھے۔ طبل و علم رکھنے کی، اور بیرق لگانے کی روش آپ سے نکلی ہے۔

وفات آپ کی ۲ر ذی قعدہ ۲۲۶ ہجری ہے۔

۷۔ خانوادۂ طوسیاں

حضرت علاؤالدین طوسی سے منسوب ہے۔ آپ وجیہہ الدینؒ ابو حفص کے خلیفے تھے اور خواجہ عبداللہ خفیف اور خواجہ احمد دینوریؒ اور وہ خواجہ علو ممشاد دینوری کے خلیفہ تھے۔ سماع پر راغب اور صاحب وجد و حال ہوتے ہیں۔ اکثر مجاہدہ اور ریاضت میں کوشاں رہتے ہیں۔

۸۔ خانوادۂ سہروردیاں

حضرت خواجہ ابو نجیب سہروردیؒ سے منسوب ہے۔ آپ بھی حضرت وجیہہ الدین ابو حفصؒ کے خلیفہ ہیں۔ نو واسطہ سے حضرت خواجہ حبیب عجمی کو پہنچتے ہیں۔ اس خانوادے کے فقراء ریاضت شاقہ میں عمر گزارتے ہیں۔ کوئی دم بے یاد مولیٰ نہیں کھوتے۔ درویشوں میں دم ساز، دنیا سے بے نیاز اور دولت فقیر سے سرفراز ہوتے ہیں۔

۹۔ خانوادۂ فردوسیاں

حضرت نجم الدین فردوسیؒ سے منسوب ہے، آپ ابو نجیب سہروردی کے خلیفہ ہیں۔ طوسیاں، سہروردیاں اور فردوسیاں ایک ہی خرقہ میں داخل ہیں۔ ذکر جہری ان کا طریق ہے۔

وفات آپ کی ۱۰ر جمادی الاول ۱۱۱ھ میں ہوئی۔

نو خانوادوں کی تفصیل ختم ہوئی

(اس مضمون کے لئے تفصیلات، سراج الفقراء تالیف سید امام الدین احمد بن مولانا سید عبداللہ الحسینی القادری گلشن آبادی جو "تاریخ الاولیاءؒ" کے مصنف گزرے ہیں) سے اور حضرت ذوقی شاہ دہلوی کی "انشاء لطف اللہی" سے اور "عوارف المعارف" از شیخ شہاب الدین سہروردی سے حاصل کی گئیں۔

انہیں خانوادوں سے کئی گروہ نکلے ہیں جن میں قادریہ، نقشبندیہ، شطاریہ، شاذلیہ، عیدروسیہ، یکتاشیہ مغربیہ وغیرہم شامل ہیں۔ ان میں بہت سے گروہ بلاد عرب و روم و شام میں گزرے ہیں جن کی تفصیل مذکورہ تصنیف تاریخ الاولیاء کی جلد اول میں مندرج ہے۔ لیکن ہند میں جو گروہ گزرے ہیں ان کی مختصر سی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

گروہوں کا بیان

اصل فیض کا دریا حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ آپ کی آل اور اصحاب فیوضات ظاہری و باطنی و معرفت ایمان کے چشمے اور ندیاں ہیں۔ ان کے تابعین اور پیروان اس چشمہ کی نہریں اور شاخیں بنے جو قیامت تک آپ کی امتِ مرحومہ میں جاری ہے۔ جدّیہ سلسلوں کے انوار ساداتِ کرام کے خاندانوں سے اور خلفائیہ سلسلوں کا فیض مشائخوں کی بیعت سے حاصل ہوتا ہے۔

مشائخین ہند سے مذکور ہے کہ فقر کے ہفت گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے فیضیاب ہوئے جو مذکورہ چودہ خانوادوں کے فیض رساں بنے۔ ان ہفت گروہ میں مذکورہ چار پیر کے علاوہ پانچویں حضرت خواجہ اویس قرنی رضؓ چھٹے حضرت قاضی شریح رضؓ اور ساتویں حضرت خواجہ عبد اللہ علم بردار اور بعضوں نے امام حسین کے عوض حضرت سلمان فارسی رضؓ اور ابو ذر غفاری رضؓ کو داخل کیا ہے، واللہ اعلم بالصواب

ملک ہند میں جو گروہ مشہور ہوئے وہ حسب ذیل ہیں:-

خانوادہ طیفوریاں سے

پہلا مداریہ: جو شاہ بدیع الدینؒ مدار سے جاری ہوا۔
دوسرا شطاریہ: جو شاہ عبد اللہ شطار سے جاری ہوا۔
(یہ دونوں، حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ سے جا ملتے ہیں)

تیسرا نقشبندیہ: جو خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ سے جاری ہوا۔ یہ بھی خواجہ بایزید بسطامیؒ کو جا ملتا ہے، اور ایک واسطے سے محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو بھی پہنچتا ہے۔

خانوادۂ گازرونیاں سے

گروہ اولیاء شاہی: جو امیر سندر لہوریؒ سے ملک جنگال میں جاری ہوا۔

خانوادۂ جنیدیاں سے:

۱۔ گروہ نعمت اللہ شاہی جو نور الدین نعمت اللہ والی کرمانی سے جاری ہوا۔ اس گروہ کے فقیر بارہ ترکی تاج سر پہ رکھتے ہیں۔

۲۔ گروہِ ہاشم شاہی: جو میر علی چاپد ضربیؒ سے جاری ہوا اور نعمت اللہ ولی سے جا ملتا ہے اور بعض فقیر اپنا سلسلۂ طریق شیخ علی رودباری سے بھی ملاتے ہیں۔

۳۔ گروہ قلندریہ سید حیات میر قلندر سے جاری ہوا ہے اور اس میں سے اور بھی کئی گروہ نکلے ہیں۔

۴۔ گروہ بہلول شاہی شاہ بہلولؒ مجرد دریا سے جاری ہوا۔

۵۔ گروہ صدر شاہی، شاہ صدر الدین سے جاری ہوا (عشق اللہ کے جذبے میں "میراں میراں" پکارتے ہیں۔

۶۔ گروہ حسین شاہی شاہ حسین ڈیڈا لاہوری سے جاری ہوا ہے۔

۷۔ گروہ ازراں شاہی شاہ ازراں دیوانؒ سے جاری ہوا ہے۔

(یہ دونوں گروہ شاہ مجرد بہلولؒ سے جا ملتے ہیں)

۵ گروہ رفاعیہ سید احمد کبیر رفاعیؒ سے جاری ہوا ہے۔ بعض خانوادۂ جنیدیاں سے اور بعض خانوادۂ طوسیاں سے ملتے ہیں۔ اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں:

کذا ابن الرّفاعی کان منی
فیسئلک فی طریقی واشتغال

(ابن رفاعی مجھ سے تھے پر چلتے تھے میرے طریقے اور شغل پر)

خانوادۂ طوسیاں سے: کئی گروہ نکلے ہیں۔

۱- پھلا گروہ قادریہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ سے جاری ہوا' جو غوث الاعظمؒ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

۲- ایک گروہ وہاب شاہی حضرت سید شاہ عبدالوہاب فرزندِ غوث اعظمؒ سے جاری ہوا۔

۳- ایک گروہ رزاقیہ معروف بہ رزاق شاہی سید شاہ عبدالرزّاق فرزند غوث اعظم سے جاری ہُوا۔

۴- ایک گروہ جباریہ' سید شاہ عبدالجبار فرزند غوث اعظم سے جاری ہوا۔

۵- ایک گروہ قمیشیاں سید شاہ عبدالقادر قمیش سے جاری ہُوا ہے جو اولادِ غوثِ اعظمؒ سے ہیں۔ اور شاہ دھورا میں اقامت پذیر تھے۔

۶- ایک گروہ مقیم شاہی مقیم حکیم الدین سے ملک پنجاب موضع حجرا میں جاری ہوا۔

۷- ایک گروہ میاں میر خیل شاہ قاسم سلیمان چہلگڑھی سے جاری ہوا۔ اس گروہ کے فقراء بوقت عشق "میاں میاں" کہتے ہیں اور "عشق اللہ" کہتے ہیں۔ اور جمع جواب میں' سدا را عشق بولتے ہیں۔ کچکول چوبیں اور گل صفا چوبیں اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور ایک چرمی تسمے کا گلوبند باندھتے ہیں۔

۸- ایک گروہ خاکساریہ: خاکسار اہرم پار سے ملک دکن میں جاری ہوا۔ رزاق شاہی سلسلہ سے ملتے ہیں۔

۹- ایک گروہ محمود شاہی سید شاہ محمد بہلولؒ سے جاری ہوا۔ اس گروہ کے فقیر ایک باریک ڈوری گلے میں باندھتے ہیں۔

یہ تمام گروہ سید عبدالرزاق کو پہنچتے ہیں۔

۱۰- ایک گروہ محمدیہ خواجہ شمس الدین سے جاری ہوا ہے' بعض سبحانی اور بعض حضرت ابوالفرح طرطوسیؒ کو جا ملتے ہیں۔

خانوادۂ فردوسیاں سے

۱- ایک گروہ بڈھن شاہی: شاہ سید بڈھن (القب بڈھن دیوان) سے جاری ہوا ہے' اور نجم الدین کبریٰ سے جا ملتا ہے۔

۲- ایک گروہ بھڑل شاہی بھڑل بند چھوڑ سے جاری ہوا۔

۳- ایک گروہ مرتضیٰ شاہی سید مرتضیٰ انند سے جاری ہوا۔

۴- ایک گروہ حبیب شاہی شاہ حبیب ملتانی سے جاری ہوا۔

۵- ایک گروہ **نوحانیہ**: خواجہ مخدوم نوح سے جاری ہوا ہے اور سہروردی خانوادوں میں نو واسطے سے جاکر ملتا ہے۔

۶- ایک گروہ **امام شاہی** خواجہ سید امام سے جاری ہوا ہے۔ اس گروہ کے فقیر "الف اللہ" کے فقیر کہلاتے ہیں۔ اور جلی ہوئی راکھ کا ایک الف پیشانی پر کھینچتے ہیں۔ یہ سب شہاب الدین سہروردی سے ملتے ہیں۔

۷- ایک گروہ **دولہ شاہی** خواجہ شاہ دولہ سے جاری ہوا۔

۸- ایک گروہ: **سید شاہی** خواجہ سید ناصر سے جاری ہوا۔

۹- ایک گروہ: **شہبازیہ** سید سعید شہباز قلندر سے جاری ہوا ہے۔ ایک ہاتھ میں چوڑی اور ایک ہاتھ میں ناڑا رکھتے ہیں۔

۱۰- ایک گروہ **جھلی شاہی** خواجہ کرم جھلی سے جاری ہوا اس گروہ کے فقیر ہاتھ میں کوڑا رکھ کر مجمع کے سامنے اپنے نفس کو مارتے ہیں۔ اس کو فقراء شاہی بھی بولتے ہیں۔

۱۱- ایک گروہ **سہاگ شاہی** شاہ موسیٰ سہاگ سے ملک گجرات میں جاری ہوا ہے، انہیں سہاگ کے فقیر بھی کہتے ہیں۔ ہاتھوں میں چوڑیاں اور زنانہ کپڑے پہنتے ہیں۔ عیال و اطفال بھی رکھتے ہیں۔

۱۲- ایک گروہ: **پیرن شاہی** "سلطان شاہ پیرن بندگی" سے جاری ہوا۔

۱۳- ایک گروہ **جلالی** سید جلال الدین بخاریؒ سے جاری ہوا۔ اس گروہ کے فقیر مادہ خور گوسپند کے سینگ منہ سے پھونکتے ہیں۔ اور "عشق" کہنے کے عوض اس کو بجاتے ہیں۔

خانوادہ چشتیاں

۱- ایک گروہ **بوقلندریہ** شاہ بوعلی قلندرؒ پانی پت سے جاری ہوا۔

۲- ایک گروہ **نظامیہ** شیخ المشائخ نظام الدینؒ اولیاء بدایونی محبوب الٰہی سے جاری ہوا۔

۳- ایک گروہ **صابریہ** خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر سے جاری ہوا۔

۴- ایک گروہ **کریمیہ** شاہ کریم الدینؒ سے جاری ہوا۔

۵- ایک گروہ **جلیل شاہی** شاہ کرم الجلیلؒ سے جاری ہوا ہے۔

۶- ایک گروہ **ملا شاہی** عبداللہؒ سے جاری ہوا۔

۷ ایک گروہ **فخریہ** مولانا فخر الدین سے جاری ہوا۔ اور کئی گروہ اولیائے متاخرین سے جاری ہوئے۔

ایک مثلاً گروہ **ابوالعلائیہ** خواجہ میر سید ابوالعلا اکبرآبادی سے جو خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی سے جاکر ملتا ہے۔

ایک گروہ **مجددیہ** امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سے جاری ہوا ہے اور چند واسطوں سے خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی سے ملتا ہے۔ اور بعضے فردوسیاں بھی ملتے ہیں۔ ایک گروہ **رسول شاہی** رسول شاہ مجذوب سے جاری ہوا ہے۔ اس گروہ کے فقیر چار ابرو کا صفایا کرتے ہیں اس گروہ کے فقیر اکثر بے شرع ہوتے ہیں۔

ہرچہ گیرد علتے علت شود
کفر گیرد کاملے ملت شود

ایک گروہ: نوشاہی نوشاہ گنج بخش سے جاری ہوا۔ اور اس گروہ کو خلیفہ شاہی بولتے ہیں۔

گروہ مداریہ سے بھی چار گروہ نکلے ہیں:۔

۱۔ عاشقاں ۲۔ خادماں

۳۔ دیوانگاں ۴۔ طالباں

اور جیسا کہ مذکور ہو چکا، ہند کے ان گروہوں کے علاوہ بہت سے خانوادے بلادِ عرب ملک شام و روم میں گزرے ہیں۔ ان گروہوں کے خلفاء ملک ہند میں نادر ہیں۔

پس تمام سلاسل مشائخین عظام ان چار پیر، چودہ خانوادوں سے منسلک ہیں۔

ے بعشق کوش چو عارف شدی بستر و جمال
که عارفاں ہمہ لب اند۔ و عاشقاں لب بلب

جامی

ے

خواجگاں را خواجگی از بندگی ست
بندگی کردن کمال خواجگی ست
گر تو خواہی خرمی و زندگی
بندگی کن بندگی کن، بندگی
زندگی مقصود بہر بندگی است
زندگی بے بندگی شرمندگی ست

رومی

۷۸۶
۹۲

فصل الخطاب

بین الخطاء والصواب

تصنیف

مجدد جنوبی ہند سلطان المرشدین

حضرت علامہ شاہ محی الدین

سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ قطب ویلور قدس سرہٗ

ترجمہ و تلخیص:-

مولوی حافظ ابوالنعمان بشیر الحق قریشی قادری ادھونی

استاذ دار العلوم لطیفیہ - ویلور

چودھواں مقدمہ

مومن کو چاہئے کہ اہل قبلہ کو کافر کہنے سے احتراز کرے اور اپنے دین وایمان کی تباہی وبربادی سے خوف کھائے۔ شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ "تکمیل الایمان" میں فرماتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کسی دوسرے آدمی کو کافر کہے، اگر وہ فی الحقیقت کافر نہ ہو تو کہنے والا شخص ہی اس وقت کافر ہو جاتا ہے۔

صاحب "تنبیہ الضالین" فرماتے ہیں، شریعت مطہرہ میں یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ دلیل قطعی کے بغیر کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا حرام ہے۔ کسی مسلمان کو کافر کہنا یہ تو بہت ہی سخت اور نازک بات ہے۔ کسی ادنے مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے، تو چہ جائیکہ علمائے باعمل قاطع شرک وبدعت کو کافر کہا جائے۔ بالخصوص ساداتِ کرام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجزاء ہیں ان کو کافر کہنا تو سخت ترین کفر ہے کیونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد آیت تطہیر انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا کی رُو سے اہل بدر کی مانند مغفور ہے۔

نیز صاحب تنبیہ الضالین اسی کتاب میں رقمطراز ہیں:-

علامہ ابن حجر مکی نے صواعق میں یہ حدیث نقل کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یعرف حق عترتی فلاحدی ثلث اما منافق واما ولد زنیۃ واما حملتہ امہ فی غیر طھر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص میری آل کا حق نہ پہچانے وہ منافق یا ولد زنا ہوگا یا اس کی ماں کو حالتِ حیض میں حمل استقرار پایا ہوگا۔

نیز اسی کتاب میں لکھتے ہیں:-

غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، حکیم سنائی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، امام اعظم ابو حنیفہ، اور مجدد الف ثانی وغیرہ رحمہم اللہ کی توہین وتکفیر کی گئی اور صوفی خد... قتل کر دئیے گئے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیائے عظام اور علمائے کرام ہی پر طعن وتشنیع ہوتی ہے اور ان کی تکفیر کی جاتی ہے۔ ایسے ویسے اشخاص پر اس طرح کی باتیں نہیں کی جاتیں۔ چنانچہ اسی مقام رفعت وعلو درجات کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ارشاد فرمایا۔

ہر کہ فاضل تر محسود تر۔ جو جس قدر صاحب فضل وکمال ہوگا اسی قدر اسیر رشک وحسد کیا جائے گا۔

حسد کے علاوہ اور بھی کچھ امور ایسے ہیں، جو اولیاء وصلحاء پر طعن وتشنیع کا سبب ہے۔ چنانچہ صاحب نفحات، شیخ ابن عربی کے حالات میں لکھتے ہیں۔

شیخ ابن عربی پر طعن وتشنیع کی وجہ تقلید اور

تعصب ہے یا ان کی اصطلاحات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے یا پھر حقائق و دقائق کی وہ باریکیاں ہیں جن کو انہوں نے اپنی تصانیف میں بیان کیا۔

اور محمد دہدار "حاشیہ نفحات" میں فرماتے ہیں، ابن عربی پر طعن و تشنیع کی ایک وروجہ ان کے کلام کو ایسے معانی و مطالب پر محمول کرنا ہے جو مشترک ہیں، اور جلد ذہن میں آنے والے ہیں۔

اور شیخ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب "الیواقیت والجواہر" اور "تنبیہ الاغبیاء" میں اور شیخ فقیہہ علی مہایمی اپنی کتاب "امحاض النصیحہ" میں، اور شیخ مکی اپنی کتاب "جانب الغربی" میں اور ان کے علاوہ دیگر بزرگوں نے ابن عربی پر نکتہ چینی و طعنہ زنی کرنے والوں کے طعن و تشنیع کے جواب میں رسواکن تردید لکھی ہے۔

اور صاحب باران رحمت، ملا علی قاری کی تصنیف "فر العون" کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

اے نکتہ چیں! ابن عربی کی جانب جو کلمات منسوب ہیں ان کے متعلق تیرے نزدیک کیا مستند ثبوت ہے کہ بیشک یہ کلمہ شیخ ہی نے کہا ہے اور انہوں نے اسی معنی کا قصد کیا ہے جو مشہور اور معروف ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کلمات کی نقل سے متعلق کوئی ثبوت اور سند نہ رہنے کی وجہ سے ان پر اعتماد کی گنجائش نہ رہی۔ اور نہ اب ان کے استفاضہ میں کوئی نصیحت و عبرت اور افادیت ہے کیونکہ ابن عربی کی اصل کتاب کا ثبوت ہی نہیں ہے، لہٰذا ایسی صورت حال میں ضروری ہے کہ ہر ایک کلمہ کا ثبوت فراہم کیا جائے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ ان کی کتاب میں کسی دشمن یا ملحد شخص کی جانب سے الحاقات کئے گئے ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کلمہ سے ابن عربی نے یہی قصد کیا اور اس سے آپ کی مراد یہی ہے۔ اس قسم کے دعویٰ کے لئے بھی کوئی ثبوت نہیں ہے اور جو کوئی اس قسم کا دعوے کرے، وہ کافر ہے، کیونکہ آدمی کے قصد و ارادہ کا تعلق امور قلب سے ہے جس پر بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی انسان مطلع نہیں ہو سکتا۔

اور فقیہہ علی مہایمی "امحاض النصیحہ" میں لکھتے ہیں:۔

شیخ، امام حق و حقیقت اور دین کا احیاء کنندہ محمد ابن عربی طائی اندلسی، جن سے ارباب بصیرت نے نفع حاصل کیا اور جن کو اہل تقلید و وہم نے انکار کر دیا، ایسے کلمات کی وجہ سے جو آپ سے صادر ہوئے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول، اور متقدمین صوفیاء سے متشابہات صادر ہوئے، ہمارے زمانہ کے لوگوں نے اولیاء کا انکار کر دیا جیسا کہ اگلے زمانے کے لوگوں نے انبیائے کرام کو مجنون قرار دیا۔

اگر ابن عربی سے اس طرح کے دقائق و غوامض سنو مثلاً اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ آپ نے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔۔ رحمان عرش پر مستوی

ہے، حجر اسود زمین میں اللہ کا سیدھا ہاتھ ہے۔ بیشک
میں رحمان کے نفس کو یمن کی طرف پاتا ہوں۔ میں بیمار ہوا
تو تو نے میری عیادت نہیں کی۔ میں بھوکا رہا تو نے مجھے
نہیں کھلایا۔ بندہ جب نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل
کرلیتا ہے تو میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو اس کا کان
ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں
جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ
پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

- میں نے اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا۔

رب نے مجھ سے پوچھا اے محمد ملاء اعلیٰ کس معاملے میں نزاع کر
رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا اے میرے رب تو ہی زیادہ
بہتر جانتا ہے۔ خدا نے اپنے ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان
رکھا جن کی ٹھنڈک اور خنکی میں نے اپنے سینہ میں محسوس
کی جس کے بعد میں وہ سب کچھ جان گیا جو کچھ کہ آسمانوں
اور زمین میں ہے۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان
ہے۔ بے شک اگر تم رسی کو زمین کی طرف ڈال دو، تو وہ
اللہ ہی پہ اترے گی۔

اس قسم کے غوامض ودقائق اللہ و رسول سے نہ
سنے ہوں تو کہئے ۔۔ کہ ابن عربی نے کفر کیا' اللہ کے لئے
ہاتھ اور پیر ثابت کیا گیا ہے۔ رسول اللہ کے پھینکنے کو اللہ
کا پھینکنا کہہ دیا گیا۔ اللہ کو مریض اور بھوکا بنا دیا۔ اور
اس کے لئے صورت اور محل و مکان اور اس کے ہاتھ میں
برودت و خنکی ثابت کیا اور حجر اسود کو اس کا جز ٹھہرایا۔
اور یمن کو رحمٰن کی ناک بتلایا اور اللہ کو اپنے پیر کے نیچے
قرار دیا۔ اس کی ذات بہت بلند ہے جو کچھ فرمایا۔

اور طاعن اشخاص نے حلاج کے قول انا الحق
اور بایزید بسطامی کے قول سبحانی ما اعظم شانی کو فرعون
کے اس قول کے مانند سمجھ لیا انا ربکم الاعلیٰ، وما
علمت لکم من الٰہ غیری۔

اور جن بزرگوں مثلاً امام غزالی' فخر الدین رازی
شیخ شہاب الدین سہروردی نے ان دونوں (حلاج
و بایزید) کے کلام کی تعظیم و توقیر کی تو ان کو اہل فرعون
کی طرح سمجھ لیا، اور اپنی فکر و رائے پر اعتماد کیا' اور ابن
عربی کے اصحاب نے حیض' طلاق اور لعان کے باب میں
جن دقائق و باریکیوں کا احاطہ کیا تھا ان کا انکار کر دیا۔
اور شیخ کے علوم و معارف کو جو ان کے اصحاب نے اظہار و
انکشاف کیا تھا ان کو جھٹلا دیا۔ اور شیخ کی اصطلاحات
سے مطلع نہ ہوسکے اور ان حقائق کے تسلیم کرنے سے مکر گئے،
جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا:

بے شک بعض علوم پوشیدہ خزانے کی طرح ہیں جن کو
صرف علمائے ربانی ہی جان سکتے ہیں۔ جب وہ ان حقائق
کی گرہ کشائی کریں تو وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ
کے بارے میں مبتلائے فریب ہیں۔

نیز فقیہ علی مہایمی اسی کتاب میں فرماتے ہیں :-

اس شخص کا فہم مستند و معتبر نہیں جسکے اندر شیخ کے کلمات کو ربط دینے کی صلاحیت نہ ہو، اور ان کے دلائل و بینات کی مراد سمجھنے کی قدرت نہ ہو، اور ان کے مقدمات سے حاصل ہونے والے نتائج پہچاننے کی قابلیت نہ ہو، اگرچہ کہ وہ حیض طلاق و لعان کے باب میں نادر فروعات و دقیق جزئیات سمجھنے میں بلند درجات و مراتب پر پہنچ چکا ہو۔ جس طرح کہ اس شخص کا فتویٰ معتبر اور مستند نہیں۔ جو اصول فقہ کا تو ماہر ہو لیکن فقہی جزئیات سے ناآشنا ہو۔ اور ایسا شخص جو علم و معرفت کے بغیر طعن و تنقید میں سرعت و تیزی دکھلاتا ہے اس کا ہوا و ہوس کے درپے ہو جانا تو ایک کھلی ہوئی بات ہے۔

مسئلہ تکفیر کے احکام کی تفصیل اٹھارہویں فائدہ میں آئے گی اور وہ بات جو کہی جارہی ہے کہ علمائے متکلمین نے صوفیہ وجودیہ کی تکفیر و تضلیل کی ہے۔ یہ محض لوگوں کا خیال ہے، جزم و یقین والی بات نہیں۔

سند العلماء شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتووں کا ماحصل یہ ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود بہ کمال دقت اور باریکی کی وجہ سے بے شمار عقلی اور نقلی شبہات وارد ہوتے ہیں۔ ان شبہات کا حل میسر نہ ہونے کی وجہ سے سطحی علمائے متکلمین نے ناچار اس مسئلہ کا انکار کر دیا۔ لیکن محقق علمائے متکلمین نے اس مسئلہ کی دقت و باریکی کے پیش نظر اس کے اظہار و بیان سے سکوت اختیار کیا تاہم اس کے باوجود محققین متکلمین کے گروہ نے اپنی تصانیف میں اجمالاً اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے جیسے امام غزالی اور امام رازی اور ان کے علاوہ اس فن کے دیگر ائمۂ کرام۔

حاصل بحث یہ ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی اور مظنون الافادہ ہے اور مجتہد و مقلد اہل سنت کے اختلافی مسائل میں دونوں طرف میں سے کسی ایک طرف کی صحت کا یقین نہیں کر سکتے۔ اگر ایک جانب کی دلیل راجح ہو تو دوسرے جانب کو ضال و گمراہ نہیں خیال کرنا چاہئے جیسا کہ ہم نے یہ تفصیل پانچویں مقدمہ میں بھی پیش کی تھی۔

پندرھواں مقدمہ (۱۵)

بزرگان دین کی خامیوں اور غلطیوں کی تلاش و جستجو میں رہنا اور ان پر طعن و تشنیع کرنا، اور مسلمانوں کی کسی بھی جماعت میں تفرقہ پیدا کرنا اور فتنہ پیدا کرنا نہایت مذموم خصلت اور انتہائی قبیح اور شنیع فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ویل لکل همزة لمزة یعنی بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو پس پشت لوگوں کے عیب نکالنے والا ہو۔

ترجمۂ مشکوٰۃ میں شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

اس امت کے پچھلے افراد اگلے اشخاص کو گالیاں

دیں اور بُرا کہیں اور ملامت و پھٹکار کریں، اور ان کا مرتبہ و مقام نیچا اور پست دکھلائیں تو ان واقعات کے ظہور کا انتظار کریں۔ تند و تیز آندھیوں کا چلنا، زمین کا ہل جانا اور دھنس جانا، آدمیوں کے چہرے مسخ ہو جانا اور آسمان سے پتھروں کا برسنا، قیامت کی نشانیوں کا انتظار کریں، جو پے در پے مسلسل ظہور میں آتی رہیں گے۔

صاحب فتوحات ۳۷۱ ویں باب میں فرماتے ہیں

ساتویں آسمان اور ستاروں والے آسمان کے درمیان ایک تخت ہے جس پر یہی زمین کے مکلفین (جن و انس) کی سی شکلیں موجود ہیں۔ اور پاک فرشتوں کے ہاتھ میں بلند و بالا ایسے پردے ہیں جنہیں یہ اپنے ہاتھ لئے محض ان مکلفین کی صورتوں اور شکلوں کو گھورنے دیکھنے کے سوائے اور کوئی کام نہ ہوگا۔ پھر جب فرشتہ کسی ایسی صورت پر نظر کرتا ہے جو اپنی اصلی شکل سے مسخ ہو گئی اور بدل گئی ہو تو ایک پردہ وہ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ اس پر کیا گذری؟ یہ دفعتاً کیا ہوا؟ (گویا فرشتے نے اس طرح اس کے عیوب دوسری صورتوں کے آگے ڈھانک دے اور ستر پوشی کر دی اور یہ سب کچھ بھی محض اس بنا پہ منحصر ہے کہ دنیا میں جب کسی نے کسی معاصی کا ارتکاب کیا تو اس کے نتیجے میں وہاں اس کی اصلی صورت مسخ ہو جاتی ہے، پھر جب اس نے توبہ کر لی تو پھر اصلی حالت پر اس کی شکل عود کر جاتی ہے) پھر یہ فرشتہ اسی مسخ شدہ صورت کی کھوج و تصور میں برابر لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس سے اس کی مسخ شدہ شکل ہٹ گئی اور اصل شکل آ گئی تو یہ درمیانی پردہ جو پڑا ہوا تھا ہٹا دیتا ہے۔ اب تو وہ صورت پوری خوبی اور آراستگی کے ساتھ نظر آنے لگتی ہے۔ وہاں ان صورتوں کی اور ارواح ملائکہ کی جو پردوں کے پکڑنے پر مامور ہیں تسبیح یہ ہوتی ہے۔ پاکی ہے اس کی جو خوبصورتی کو ظاہر کرے اور برائیاں کو چھپا دے۔

اس مقام پہ اہل کشف نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ اللہ کے اخلاق کو اپناؤ، اور اللہ کے بندوں (جو صحیح معنی میں بندے ہیں) سے ادب سیکھو، کیونکہ وہ بندے لوگوں کی خوبیاں بیان کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے قطع نظر کرتے ہیں۔

اسی اخلاق حسنہ کی تعلیم و تعلم کے لئے شریعتیں منجانب اللہ آئی ہیں۔ تم اگر دیکھو کہ ایک شخص دعویٰ تو کرتا ہے اپنے اہل اللہ ہونے کا مگر لوگوں کے ساتھ اس کا طور طریقہ مذکورۂ بالا احکام کے خلاف ہو تو سمجھ لو کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ اور ان ہی اخلاقی مثالوں کی وجہ سے کہا گیا ہے غافر بخشنے والا۔ غفور معاف کرنے والا غفار بخشش کرنے والا۔

امام ربانی جلد سوم کے ۳۲ ویں مکتوب میں فرماتے ہیں، ہم پس ماندگان، جو دین و شریعت کو علماء سے حاصل کئے ہیں اور دین و ملت کو ان کے برکات سے اخذ کئے ہیں۔ ایسی صورت میں ان بزرگوں کی شان میں طعن و تشنیع کی گنجائش رہی تو شریعت و ملت سے اعتماد اٹھ جائے گا، ہی

لئے سلف پر طعن و تشنیع کرنے والے شخص کو گمراہ اور مبتدع قرار دیا گیا اور اسکی طعن و تشنیع کو گمراہی کے اسباب میں شمار کیا گیا اور اسکو دین میں شک و شبہ پیدا کرنے والا قرار دے کر اس کی تردید اور بطلان کا حکم دیا گیا ہے۔

اور جلد اول کے ۱۴۰ ویں مکتوب میں فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے من عمل صالحاً فلنفسہ (الآیہ) جو کوئی شخص نیک عمل کرتا ہے تو وہ اس کے نفع اور فائدہ کے لئے ہے اور جو کوئی برا عمل کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں۔ الٰہی تو جس کو چاہتا ہے صالح بنا دیتا ہے ہم کو بھی ان کے ساتھ شامل فرما۔

ترسم ایں قوم کہ بر دُردکشاں می خندند
بر سرکار خرابات کنند ایماں را

مجھے خوف ہے کہ یہ لوگ جو تلچھٹ نوش افراد پر خندہ زن ہیں کہیں وہ خود ہی مئے خانہ اور خمار خانہ کے اہتمام اور اس کے کاروبار میں الجھ کر اپنا دین و ایمان برباد نہ کرلیں۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کو صوفیائے کرام کا انکار کرنے سے اور اہل اللہ پر طعن و تشنیع سے محفوظ رکھے۔ آمین

مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی "صراط مستقیم" کے باب دوم کی دوسری فصل میں فرماتے ہیں:

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دو چیزوں سے پرہیز کرے پہلی چیز تکبر ہے یعنی آدمی خود کو دوسروں سے بہتر اور بلند جاننے اور ہمیشہ تعلی اور اپنی بزرگی و بڑائی تلاش کرے۔ تکبر سے بچنے کی سخت تاکید اس لئے ہے کہ یہ بری خصلت آدمی کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تکبر دیگر اعمال اور خصلتوں میں سب سے زیادہ قبیح خصلت اور شنیع فعل ہے۔

حدیث شریف میں ہے لا یدخل النار احدٌ فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من الایمان ولا یدخل الجنۃ احدٌ فی قلبہ احدٌ فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من کبر۔

جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہے وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اور دوسری چیز یہ ہے کہ مسلمانوں کی کسی بھی جماعت کے درمیان فتنہ و فساد اور خرابی پیدا کرنے سے پرہیز کرے اور اس کے مراتب بہت ہیں۔

نیز فساد کے مراتب کے بیان میں مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں۔ ایک عالم باکمال جو دقائق و غوامض کا حل کرنے والا مرجع خاص و عام' وقت کا امام اعظم، زمانہ کا بخاری اور عہد کا غزالی بن چکا ہو' ایسے عالم کا قتل کر دینا ایک ایسی برائی ہے جس کی کوئی حد اور انتہا ہی نہیں لیکن کسی شخص کی اہانت اور اس کے نقائص و عیوب کی تلاش و تجسس میں لگے رہنا بھی ارتکاب قتل کے جرم سے

کچھ کم نہیں۔ فساد جس قدر سخت ہوگا ایمان بھی الٹ پلٹ ہوجائے گا۔

مولانا باقر آگاہ مدراسی "ایقاظ الغافلین" میں لکھتے ہیں:۔

سبحان اللہ عارف بے نظیر علاؤالدین علی مہایمی اور نامور محقق مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی قدس اللہ سرہما اور ان کے مانند محققین حضرات معارف طریقت اور عوارف حقیقت کے بیان میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور شیخ کبیر صدرالدین قونوی کے ساتھ ہمسری اور برابری نہیں کرتے ہیں اور کشف وعیان کا دعویٰ بھی نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کے کلمات طیبات کی ترجمانی کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور ان طعن زن جواں مردوں کو دیکھئے کہ شہوات حیوانہ میں اختلاط کے باوجود کیا کیا بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ان بزرگوں کی نظروں میں زیادہ تقدس نشان شمار کرتے ہیں۔

مثنوی ؎ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

بزرگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو اگرچہ کہ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) یکساں ہوتا ہے۔

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

یہ کہا کہ ہم بھی انسان ہیں اور وہ بھی انسان ہیں۔ ہم اور وہ سونے اور کھانے کے پابند ہیں۔

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد
کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد

اس وجہ سے پورا عالم گمراہ ہوگیا۔ بہت کم کوئی خدا کے ابدال سے واقف ہوا۔

ہمسری با انبیاء برداشتند
اولیا را ہمچو خود پنداشتند

انہوں نے انبیاء کے ساتھ برابری کا دعویٰ کھڑا کردیا۔ اور اولیاء کو اپنا جیسا سمجھ لیا۔

ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ
ہست فرقے درمیاں بے منتہیٰ

اندھے پن سے وہ یہ نہ سمجھے کہ ان دونوں میں بے انتہا فرق ہے۔

خلق در بازار یکساں میروند
آں یکے در ذوق و دیگر دردمند

مخلوق بازار میں یکساں چلتے پھرتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی خوش وخرم رہتا ہے تو کوئی غمگین و دردمند۔

برگہا ہمرنگ باشد در نظر
میوۂ ہر یک بود نوعے دگر

درختوں کے پتے دیکھنے میں تو ایک ہی رنگ لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن ہر درخت کا میوہ جداگانہ ہوتا ہے۔

بیضۂ بازار چہ باشد در شبہ

بیضۂ گنجشک را دور است راہ

باز کا انڈا اور چڑی کا انڈا باہم بڑی مشابہت رکھتے ہیں' لیکن ان دونوں کے درمیان معنویت کے لحاظ سے بہت بُعد ہے۔

دانۂ آبی بدانہ سیب نیز
گرچہ مانند فرقہا داں اے عزیز

پانی کا بلبلہ اور سیب دیکھنے میں تو دونوں یکساں دکھائی دیتے ہیں' لیکن ان میں فرق بہت ہے۔

ہر دو گوں زنبور خوردد از یک محل
لیک زیں شد نیش وزاں دیگر عسل

دونوں قسم کے بھڑوں نے ایک ہی جگہ سے کھایا لیکن اس سے ڈنک اور اس سے شہد بنا۔

ہر دو گوں آہو گیا خوردند وآب
زیں یکے سرگیں شد وزاں مشکناب

دونوں قسم کے ہرنوں نے گھاس اور پانی کھایا پیا' اُس ایک کا گوبر بنا اور دوسرے کا خالص مشک۔

ہر دو نے خوردند از یک آبخور
آں یکے خالی و آں پُر از شکر

دونوں نرسلوں نے ایک گھاٹ سے پانی پیا' لیکن ایک کھوکھلی اور دوسری شکر سے بھری ہوئی ہے۔

صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں
فرق شاں ہفتاد سالہ راہ بیں

اس طرح کی لاکھوں مثالیں تیرے سامنے ہیں لیکن ان میں ستر سالہ راہ کا فرق دکھائی دیتا ہے۔

ایں خورد گردد پلیدی زو جُدا
واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

یہ کھاتا ہے تو نجاست اس سے نکلتی ہے' اور وہ جو کچھ کھاتا ہے' سب خدا کا نور بن جاتا ہے۔

ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد
واں خورد زاید ہمہ نورِ خدا

یہ کھاتا ہے تو سراسر بخل اور حسد پیدا ہوتا ہے' اور وہ کھاتا ہے تو سب خدا کا نور بن جاتا ہے۔

ہر دو صورت گر بہم ماند رواست
آبِ شور و آبِ شیریں را صفاست

دونوں صورتیں اگر ایک جیسی ہیں۔ ٹھیک ہے نمکین اور شیریں پانی میں صفائی موجود ہے۔

جز کہ صاحب ذوق نشناسد بیاب
اُو شناسد آبِ خوش از شورہ آب

سوائے صاحب ذوق کے کوئی نہیں پہچان سکتا ہے سمجھ لے کہ وہی میٹھے اور کھارے پانی کو پہچانتا ہے۔

ہست ترکیبِ محمد لحم و پوست
گرچہ ترکیب ہر یک جنس اوست

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار ترکیب کے لحم و پوست کے ہیں اگرچہ کہ ترکیب کے لحاظ سے ہر ایک ان جیسا ہے۔

گوشت دارد پوست دارد استخواں
ہیچ ایں ترکیب را ماند ہماں
گوشت، پوست اور ہڈی کی ترکیب پر کوئی ویسا ہی رکھتا ہے۔
اندریں ترکیب ماند معجزات
کہ ہمہ ترکیبہا گشتند مات
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ترکیب کے اندر معجزات ہیں جو تمام تراکیب کو ماند کر دیتی ہے۔
گر بصورت آدمی انسان بودے
احمد و بوجہل خود یکساں بودے
اگر کوئی بصورت آدمی انسان ہوتا، احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل یکساں ہوتے۔
احمد و بوجہل در بت خانہ رفت،
زیں شدن تا آں شدن فرقے است زفت
احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل دونوں بتخانہ گئے لیکن آپ کے جانے میں اور ابوجہل کے جانے میں بڑا فرق ہے وہ یہ کہ:
ایں در آید سر نہد او را بتاں
واں در آید سر نہد چوں امتاں
جب آپ گئے تو بت پیروں پر گر پڑے، لیکن ابوجہل گیا تو وہ خود بتوں کے پیروں پر گر پڑا۔
چشم ابلیسانہ را یک دم بہ بند
چند بینی صورت آخر چند، چند
سرکشی کی نگاہ یک دم بند کر لے تو تجھے صورتیں اور ان کی معنوی حقیقتیں الگ الگ دکھائی دیں گی۔
دیدۂ معنی زمانے بر کشا
تا بہ بینی خرقہا در فرقہا
کچھ دیر کے لئے چشم باطن کو کھول دے تا کہ تو ان اشیاء کے حقائق متضادہ کے فرق کو دیکھ سکے۔

۱۶ سولھواں مقدمہ

مقلد کو مجتہد کی تقلید کے سوا کوئی چارہ نہیں، البتہ اسے اس بات کا حق و اختیار ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرے لیکن طعن و انکار کی صورت میں تعزیر و ملامت اور سرزنش کے لائق ہے۔ سند العلماء مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مولوی نوراللہ کے نام لکھے ہوئے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:-

وحدت الوجود کے قائل افراد میں سے جو فرد بھی جادۂ اعتدال سے قدم باہر نکالے تو نوبت الحاد اور زندقہ تک پہنچ جائیگی اور وہ ضرور گمراہ اور گمراہ کن ہو جائیگا۔ اسی طرح وحدت الشہود کے قائل اشخاص میں سے جو بھی شخص جادۂ اعتدال سے قدم باہر رکھے اور علماء و صوفیاء کے گروہ کثیر کو کافر و گمراہ کہے تو وہ ضرور طعن اور ملامت کے قابل ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتاوی

میں فرماتے ہیں۔

ایک شخص جو ابھی صوفیائے صافیہ کے مقام کو نہیں پہنچا ہے اور نہ ہی عالم متکلم ہے، وہ مکلف ہے کہ صوفیا نے جو فرمایا ہے اس کو اجمالاً جان کر رکھے اور یہ اعتقاد رکھے کہ صوفیہ نے جو فرمایا ہے، وہ حق ہے۔ البتہ میرا فہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتا متشابہات قرآن پر ایمان کی طرح۔

اور ملا علی قاری اپنی کتاب "رسم الفوارض" میں لکھتے ہیں کہ:-

اگر کوئی حنفی شخص شافعی مذہب کی جانب منتقل ہو جائے تو اس کی تعزیر کی جائے اور اگر کوئی شافعی مذہب حنفی کی طرف منتقل ہو جائے تو اس کو معزول کیا جائے۔

یہ بات احناف کے درمیان جو مشہور ہے وہ قول بلتزع اور مخترع ہے۔ ہاں اگر مسلک کی تبدیلی، مذہب اول سے سرکشی اور طغیانی کی وجہ سے ہو تو ضرور سزا دی جائے، خواہ وہ شخص حنفی ہو یا شافعی۔

اور شیخ جلال الدین سیوطی مجموع الحاوی للفتاوی میں ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں:

سوال: اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو فقہ جاننے کا مدعی ہو اور وہ یہ کہے کہ ابو حامد الغزالی فقیہہ نہ تھے، وہ صرف عابد و زاہد تھے۔

جواب: بے شک اس جاہل کا یہ قول کہ امام غزالی فقیہہ نہیں تھے، وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو بری طرح سے کوڑے لگائے جائیں اور اس کو ایک طویل مدت تک قید میں رکھا جائے تاکہ کسی بھی جاہل شخص کو یہ جرأت اور حوصلہ نہ ہو کہ ائمۂ اسلام میں سے کسی بھی امام سے متعلق ایسی بات اپنی زبان سے نہ نکالے جس میں توہین اور تنقیص کا شائبہ ہو۔

یہ کلمہ جو اس شخص سے صادر ہوا ہے، وہ انتہائی جہالت و بے علمی اور دینی فہم و بصیرت میں قلت و کمی کا نتیجہ ہے۔ اور وہ اجہل الجاہلین اور افسق الفاسقین ہے۔ بیشک امام غزالی اپنے زمانے میں اسلام کی نشانی اور علم و حجت تھے اور وہ فقہائے کرام کے امام تھا ور فقہ کے اندر ان کی گراں قدر تصانیف ہیں اور شافعی مذہب کی بنیاد ان ہی کی کتابوں پر ہے۔ یہ امام غزالی ہی تھے جنہوں نے شافعی مذہب کی تنقیح و تلخیص اور تزئین کی اور اس کو اپنی کتابوں "بسیط" "وسیط" "وجیز" اور "خلاصہ" میں تحریر کیا۔ اور امام رافعی اور امام نووی کی فقہی تصانیف کا انحصار بھی امام غزالی ہی کی تصانیف پر ہے۔

حاصل کلام بے شک یہ شخص جس کی زبان سے اس قسم کی بات صادر ہوئی ہے اس پر جہل، حماقت اور فسق نے غلبہ پا لیا ہے۔ دین میں توقف و احتیاط کو پسند کرنے والے شخص پر ضروری ہے کہ وہ اس آدمی سے الحب للہ کے تحت قطع تعلق کر لے اور البغض للہ کے تحت اس سے دوستی نہ رکھے یہاں تک کہ وہ شخص پیوند خاک ہو جائے۔

سترہواں مقدمہ

کتاب ھذا میں بعض مقامات پر ضعیف اقوال اور مرجوح روایات مثلاً سجدۂ تحیت و طواف غیر کعبہ وغیرہ کو نقل کیا گیا ہے جس سے فقیر کا منشا اور مقصد غالی اشخاص کی زبان بند کرنا ہے، تاکہ ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مسئلہ مختلف ہے اور کسی اختلافی مسئلہ میں ایک ہی جانب کے حق ہونے کا جزم و یقین کر لینا اور اسی کو ترجیح دینا اور اس میں تعصب سے کام لینا ناروا اور غیر مناسب بات ہے، اور اختلافی مسائل میں ایک دوسرے پر نکتہ چینی اور طعن و تشنیع سے پرہیز کرنا چاہئے اور باہم ایک دوسرے کو کافر نہیں کہنا چاہئے کیونکہ وہ بھی کسی دلیل ہی کے تحت مسئلہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں اگرچہ کہ وہ دلیل ضعیف ہی کیوں نہ ہو فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلا تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ تم میں سے کون زیادہ ھدایت کی راہ پر ہے۔

علاوہ ازیں کتاب میں ضعیف اقوال کو دیکھ کر یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ فقیر قول ضعیف پر عمل کی ترغیب دے رہا ہے اور مرجوح روایات پر اس کے مسلک کی بنیاد ہے، **حاشا و کلا۔**

شیخ الہند عبد الحق محدث دہلوی "مدارج" کے دسویں باب کی چھٹی فصل میں فرماتے ہیں :۔

واضح رہے کہ صاحب "امتاع" نے مسئلۂ سماع سے متعلق تین قول بیان کیا ہے۔ حرمت، کراہت اور اباحت اور تینوں قول کے اثبات میں دلائل کو پیش کرتے ہوئے اباحت کے قول کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ مصنف کا مدعا یہی ہے، اور حرمت و کراہت کے استدلالات کا جواب دیتے ہوئے اباحت کے موقف کی تائید میں طویل بحث کی ہے اور اس کو کتاب و سنت اور اجماع و قیاس سے ثابت کیا ہے۔

نیز اس کتاب میں رقمطراز ہیں :

اباحت کے اقوال پیش کرنے سے راقم الحروف کا مقصد اس حقیقت کی گرہ کشائی ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور کسی اختلافی مسئلہ میں ایک ہی جانب حق ہونے کا یقین کر لینا اور اسی کو اہمیت و ترجیح دینا اور اس کے اندر تعصب سے کام لینا یہ علمی اختلاف کا غیر مناسب طریقہ ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو نیکی اور صلاح وقت سمجھیں تو توقف و احتیاط سے کام لیں اور اختلاف و نزاع کے بھنور میں نہ پھنس جائیں اور اسی روش میں اپنی سلامتی تصور کریں، اور بزرگان دین و اہل اللہ کو زشت کرنے سے، اور انہیں گمراہ کہنے سے، اور ان پر لعنت و ملامت کرنے سے، اور ان کے عیب نکالنے سے اپنی زبان کو بند رکھنا چاہئے۔ دلیلوں کے تعارض، اور طریقوں کے تباین و تفاوت اور علماء و فقہاء اور صوفیاء کے وجود با برکت کے باوجود دوسری جانب میں راجح و

مرجوح سے قطع نظر کرتے ہوئے بزرگوں کے پیچھے پڑجانے سے بچنا چاہئے اور کبھی راستی و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

صحبت عافیت گرچہ خوش فتاد اے دل
جانب عشق عزیز است فرو مگذارش،

اور اباحت کے قائل اشخاص کے لئے بھی زیبا نہیں کہ وہ تعصب سے کام لیتے ہوئے علماء کے اقوال کا انکار کریں اور بالخصوص وہ علماء جو دیانت و نصیحت کے راستہ کے سالک ہیں' اور دونوں فریق کے لئے ضروری ہے کہ وہ تفصیل اور تمیز کے طریقہ کی رعایت و طرفداری کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں توقف و احتیاط سارے کاموں کے اندر محمود و پسندیدہ ہے اور افراط و تفریط تمام جگہوں میں مذموم اور ناپسندیدہ ہے۔ وباللہ التوفیق ومنہ العصمۃ۔

نیز حضرت عبدالحق محدث دہلوی اسی کتاب میں غنا و موسیقی سے متعلق واقع شدہ اختلافات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس ناچیز کو بیان کرنے سے منشأ اور مدعا یہ ہے کہ یہ امر مختلف فیہ ہے اور اختلافی مسائل کے اندر ایک دوسرے پر نکتہ چینی نہیں کرنی چاہئے' اور ہر ایک کو اپنے اپنے حال و روش پر چھوڑ دینا چاہئے۔

فربکما اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلا

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمتاب۔

اٹھارہواں مقدمہ

اس کتاب کو وہی شخص مطالعہ کرے جو غالی افراد کے غلو' اور اہل سنت و جماعت کے مذہب سے واقفیت رکھتا ہو' اور جو شخص ان دونوں (غلو مردم و مذہب اہل سنت) میں سے ایک کو جانتا ہو اور دوسرے کو کماحقہ' نہ جانتا ہو تو یہ کتاب اس کے لئے قابل مطالعہ نہیں اور اگر لوگوں کے غلو سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہو اور اس قدر اہل سنت و جماعت کے مذہب سے واقف نہ ہو تو یہ کتاب اس کو نفع پہنچائے گی اور اگر اس کے برعکس لوگوں کے غلو سے مطلق واقف ہی نہیں اور مذہب اہل سنت سے پوری طرح واقف ہو تو یہ کتاب اس کو نفع نہیں پہنچائیگی کیونکہ اس کتاب کے اندر اصل بحث لوگوں کے غلو اور ناقص اشخاص کے افراط سے متعلق ہے۔

انیسواں مقدمہ

یہ کتاب اہل سنت و جماعت کی مستند اور معتبر کتابوں کی اسانید و شواہد سے مرتب و مہذب ہے۔ لہذا افتراء اور بہتان کی مطلق گنجائش نہیں لیکن چاہئے کہ بے دماغی ظاہر نہ کریں۔ اور نقل کو اصل کے ساتھ موافقت و برابری کرکے دیکھیں اور اس بات سے خوف نہ کھائیں' کہ نقل کی صحت ظاہر ہوگئی تو اسکو تسلیم کرلینا ضروری ہوجائیگا۔

(انشاء اللہ بقیہ اگلے شمارہ میں ملاحظہ کیجئے۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوارق حیدریہ

گذشتہ سال خوارق حیدریہ کا چودھواں خارقہ کا کچھ حصہ پیش کیا گیا تھا۔ امسال اسی خارقہ کا بقیہ حصہ جس میں آپ کی رحلت اور تجہیز و تکفین و دیگر حقائق پر مشتمل ہے مفہوم خیز ترجمہ کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے۔

مولوی پی۔ محمد ابوبکر ملیباری لطیفی
مدرس دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

فاما دریں وقت آرزوی دامنگیر شدہ کہ تمنای برسیدن عالم وصال حاصل آمدہ و آں آنست کہ چوں رسیدن انسان بدار آخرت بے نقل و کباب زہر آلود جانکندی میسر نے، و رجوع آدمی بمنزلۂ گور بے تجرع پیالۂ تلخ سکرات ممکن نے، وچہ نبی وچہ ولی وچہ کبیر، وچہ صغیر، آرزوی عجز و زاری و مناجات بدرگاہ باری چنیں می کنند کہ الٰہی ہون علینا سکرات الموت، پس حیدر دریں وقت شدید بے چشیدن شربت تلخ سکرات و جز بتحمل شدائد جاں کندنی عنان عزیمت بدار البقا آخرت معطوف کردنی نیست، فاما سکراتے می خواہم چناں سکراتے پس سخت و مشکل کہ ہیچ یکے از مجرمان و عاصیاں

لیکن اس وقت عالم وصال میں پہونچنے کی یہ تمنا عالمگیر ہوئی، اور انسان کی منتقلی دار آخرت کی جانب زہر آلود سکرات کے تلخ گھونٹ پئے بغیر میسر نہیں ہے، اس میں کسی نبی، ولی اور صغیر و کبیر کی کوئی تخصیص نہیں، ہر کوئی اللہ رب العزۃ سے بصد عجز و نیاز یہ عرض کرتا ہے کہ ھون علینا سکرات الموت۔

پس حیدر ایسے وقت میں شراب سکرات کے تلخ گھونٹ چکھے بغیر اور سکرات کے سخت ترین مصائب و آلام کو سہے بغیر دار بقا کی طرف کوچ کرنا نہیں چاہتا اور وہ ایسی سکرات کا متمنی اور آرزو مند ہے جس کو کسی گناہ مجرم نے نہ چکھا ہو۔ خلق خداندی

چناں بخشیدہ باشد، چوں آں قدوتین خلقت
از فرزند لائق ایں نکتہ شگرف شدت انگیز
شنیدند در جوابش چناں فرمودند کہ سألتنی
عن امرٍ عظیم کہ اے قطعۃ الکبد قرۃ العین
ہیہات ہیہات ترا بایں امر سخت و شدید چہ
مناسبت فی الحقیقت وجود باجودت نخلست از
گلزار ان اللہ طیب وھو یقبل الطیب
عبرۂ ایست از گلشن طٰہٰ و یٰسین و ثمرۂ است از
باغ شاہ محی الدین، پس کے روا باشد کہ برچنیں
گلے تازہ و نازک سموم گرم ایں بادیہ پر تف و تاب
وزد از باد حرارت آمیز او برگ ریاں و نازکش
از ہم ریزد۔ باز شاہ ذبیحاہ بعرض پرداخت کہ
سیدا سندا آرے مہر و کرم و رحم جبلی در بارۂ
ایں فرزند باقصی الحد و الغایت است کہ زبان
فصیح البیان فصحاء و بلغاء را چہ مجال و چہ
یارا کہ چشمۂ تقریر آں تواند کرد، و از روئے
عین رافت و عاطفت کہ لازمہ جبلی ایشاں
است بایں ضعیف، ازیں امر صعب و تحمل
ایں بارگراں مانع می شوند، الحق ایں نصیحتے ست
مشفقانہ و موعظتے است مربیانہ کہ جد امجد
می فرمایند و بریں بندہ فرضیت منحتم است
لازم کہ اصغای آں صغیر باید نمود۔ فاما چناں

کے قائدین نے فرزند لائق و فائق سے جب اس
عجیب و غریب نکتہ کو سنا تو اس کے جواب
میں یوں فرمایا کہ سألتنی عن امر عظیم
اے گوشۂ جگر، قرۃ العین، ہیہات ہیہات
آپ کے وجود بابرکت کو اس امر شدید سے
کیا مناسبت، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی ذات
گلزار ان اللہ طیب وھو یقبل الطیب کا ایک
شاداب درخت اور گلشن طٰہٰ و یٰسین کا محصول، اور باغ
شاہ محی الدین کا ثمرہ ہے، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے، کہ
ایسے تر و تازہ اور نازک پھول پر اس بادیہ کی مسموم ہوا
چلے جس کی گرم ہوا سے تر و تازہ پتے بھی جھڑ جاتے ہیں۔
پھر شاہ ذبیحاہ نے عرض کیا کہ سیدا سندا، ہاں ہاں
یہ تو آپ کا رحم و کرم ہے جو اس فرزند کے ساتھ انتہائی
درجہ کو پہنچا ہوا ہے۔ فصیح الفصحاء اور بلیغ البلغاء
کو کیا مجال اور کیا ہمت کہ نظر اٹھا سکے، اور رحمت
و رافت اور عاطفت جو ان کی طبیعت میں ہے
مجھ کمزور انسان کو اس سے روکنا چاہتے ہیں۔ یقیناً
یہ ایک مشفقانہ نصیحت اور ایک مربیانہ موعظت ہے
جو کہ جد امجد نے فرمایا اور یہ بندہ اس امر کو اپنے
اوپر لازم قرار دیتا ہے اور اس چھوٹے کی بات
بھی سننا چاہیئے کیونکہ وہ خواہش ہے جو دل کی
گہرائیوں سے نمودار ہو رہی ہے جو میٹھی نصیحتوں

شعلۂ خواہش و تمنا از درون دل سر بر زدہ کہ
از زلال نصائح و مواعظ ساقی انطفا پذیرد۔
پس امید دارم کہ رخصتے بتقدیم ایں امر باید فرمود
و ساغری از شراب سکرات تلخ در حلق ما باید ریخت
باز از جناب نبوت و ولایت جواب صادر شد، کہ
اے فرزندِ ارجمند اندیشۂ ما ازاں ہست کہ وجود عزیز
تو قطعہ ایست از وجودِ ما و ذاتت بضعہ است
از ذاتِ ما ؎

وجودلیست و جودم درے زیکمعدن
نماند فرق چناں ہم میانِ جان و تن

—

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو
جاں شدی۔ تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو
دیگری۔

بہیچ وجہ فرقے سرموئے متصور نباشد، پس
تلخی آں مئی زہر آلود از وجود نازکت متجاوز شدہ
بوجود ما خواہند رسید و از بوئے ناخوش او دماغ
متاذی خواہد شد، باز آنحضرت چنیں فرمود کہ اے
ہمچنیں ہست فاما امید وارم کہ از برائے خاطر ایں فرزند
ساعتے شریک و سہیم ایں بارگراں باید شد و بحصول
مدعا و مرادیکہ مکنون منوی ضمیر من است سرفراز
باید فرمود۔ القصہ، ہر چند کہ رسول خدا و غوث

اور شیریں مواعظ سے بجھائی نہیں جاسکتی، اور میں
امیدوار ہوں کہ اس کام کی انجام دہی کی اجازت
دیں گے کہ سکرات کی تلخ شراب کا پیالہ ہمارے
حلق میں اترنا چاہیئے۔ اس کے بعد یہ جواب صادر ہوا
کہ اے فرزند ارجمند ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ
تمہارا وجود جو ہمارے وجود کا حصہ ہے، اور تمہاری
ذات ہماری ذات کا ایک حصہ ہے۔

؎

آپ کا وجود اور میرا وجود دونوں تو ایک ہی معدن
کے موتی ہیں تو پھر جان و تن کا ایسا فرق ہمارے درمیان
نہیں ہونا چاہیئے۔

بلکہ میں آپ اور آپ میں ہو جائیں، میں جسم ہو جاؤں
تو آپ اسکے اندر جان بن جائیں تاکہ اس کے بعد پھر کوئی یہ
نہ کہے کہ میں اور ہوں اور آپ اور ہیں۔

لہٰذا کسی وجہ سے بھی سرمو فرق نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ
وہ زہر آلود تلخ شراب آپ کے نازک وجود سے سرایت
کرکے ہمارے وجود میں نہ پہنچ جائے اور اسکی ناپسندیدہ بو سے
دماغ کو تکلیف نہ پہنچے۔ پھر آپ نے یوں فرمایا کہ ہاں اگر یہ
بات ہے تو میں امیدوار ہوں کہ اس فرزند کے خاطر کچھ دیر کیلئے
اس بارگراں کے سہنے میں آپ بھی شریک و حصہ دار بن جائیں
تاکہ میرے دل میں جو مدعا اور مراد ہے وہ پوری ہو جائے
القصہ رسول خدا و غوث الوری مختلف طریقوں سے

الوری بریں کار سخت و دشوار از حد زیادہ مانع آمدند ہیچ سود مند نیفتاد زاں زاں شوق و طلب آنحضرت بایں مئی زہر آلود غالب و بیشتر می شدند، پس ناچار رخصت فرمودند آنگاہ جامی از نور پر مئی تلخ سکرات از غیب بدست آنمخدوم دادند جرعۂ چند ازاں بکار برد چوں در دہن و مذاق آں سرور اثر کرد و بوے ناخوش در دماغ رسید اندکے روی مبارک منغض کرد و چینے چند بابروی مبارک پدید آمد نے پیالہ بود از مئی وصل بوصل آنحبیب و ساغرے بود پُر نبیذ رسانیدہ بلقای حبیب بمجرد چشیدن در وجود مبارک آنسرور موثر آمد حذ و رخسارۂ انور سرخ رنگ چوں ارغواں شد از غایت شوق و ذوق لقای دوست لب لسیدن گرفت، ناگاہ بے اختیار نعرہ زد کہ حیدر نعرۂ زدن ہماں و جاں بحق سپردن ہماں قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بوقت رحلت سن شریف یکصد و پنجاہ سالہ بود از رضائے حق روز پنجشنبہ وقت ظہر تاریخ بست و سوم شہر جمادی الثانی سنہ یکہزار وسی و دو از ہجرت نبوی بوصل حق پیوستہ۔

بل ینتقلون من الدار الی الدار۔

شور و غوغا از خاندان ولایت بر خاست ہمجلیسان و خادمان و معتقدان فریاد واکربتاہ واشدتاہ وافرقتاہ بعرش رسانیدند از حرمان صحبت

کام کرنے سے منع فرماتے رہے، مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ جیسے جیسے شاہ ذبیحاہ کا شوق اس زہر آلود شراب کے پینے میں زیادہ ہوتا گیا تو ناچار رخصت عطا کی۔ اس وقت شراب سکرات کا ایک تلخ پیالہ غیب سے آپ کے ہاتھوں میں پہنچا تو آپ نے اس سے چند گھونٹ نوش فرمایا۔ جب اس کا مزا آپکے دہن مبارک میں اثر کرنے لگا اور ناپسندیدہ بو دماغ میں سرایت کرنے لگی تو آپ کا چہرۂ مبارک متغیر ہونے لگا اور پیشانی پر چند شکن نمودار ہونے لگیں، نہیں نہیں وہ شراب وصل کا پیالہ تھا جو بقائے حبیب کیلئے تھوڑا سا چکھتے ہی آپکے وجود شریف میں اثر کرنے لگا، آپکے رخسار سرخ ہونے لگے، شوق و ذوق لقائے دوست سے لب لیسی شروع ہوگئی۔ اچانک بے اختیار بول اٹھے کہ حیدر اسطرح بولتا ہے اور اسی طرح اپنی جان کو حق کے سپرد کرتا ہے۔

قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رحلت کے وقت آپ کی عمر شریف ڈیڑھ سو سال کی تھی۔ روز پنجشنبہ ظہر کے وقت ۲۳ ماہ جمادی الثانی ایکہزار بتیس سنہ ہجری میں وصل بحق ہوئے۔

اولیائے کرام وفات نہیں پاتے ہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی جانب منتقل ہوجاتے ہیں، خاندان ولایت سے شور و غوغا بلند ہوا۔ خدام و مصاحبین، و معتقدین، ہائے یہ کرب، ہائے یہ شدت، ہائے یہ فراق کی آواز

آنسرور سر کوجتن آغاز نمود ند عفیفۂ میمون آں ولی خدائے ہمچوں بے اختیار شدہ خود را سرزمین افگند و نالۂ واسیداہ واسنداہ بچرخ میرسانید و حضرت شاہ نوراللہ و حضرت شاہ کریم اللہ ہر دو شاہزادگان و چوں دُرِّ یتیم در قعر دریائے سہیم اندوہ عظیم ندائے واابتاہ واذی شفقتاہ نالہ برکشیدند و در سلک واما الیتیم فلا تقہر نالہ برکشیدند ۔ آہ آہ آں شفیقتے کہ ظل اشفاقش لحظہ از سرِ ما باز نداشتہ بود' از ما چنیں پرید' قطبی کہ مدار زمین و زماں برو بود' در غمام گور چوں متواری شد ماہی کہ اوج ولایت مستقر بود در مغرب لحد چوں پنہاں شد یعقوب بود پسر گم کردہ ما پسر انیم پدر مردہ او را امید ہست کہ گم کردۂ خود خواہد یافت و خفتۂ ما تا قیامت از خواب اجل سر نخواہد برداشت دریں اثنا آں سیدہ عفیفہ صبیہ سعیدہ در نالہ و زاری' با برادران خویش ہمراہ شد' بر بالین سر بر سر سرور نہادہ چنداں در جزع و فزع افراط نمود کہ ہمچوں شد کہ ناگاہ آنسرور سر از خواب اجل برحکم الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ابدا بل ینتقلون من دار الی دار سر بر آوردہ بانگ بر دختر زد کہ اے دختر بس کن ازیں نوع

عرش تک پہنچانے لگے اور غم و فراق میں سر کوبی کرنے لگے' آپ کی اہلیہ عفیفہ صفت بے اختیار ہو کر زمین پر گر پڑیں اور ہائے میرے سردار میری سند و حجت کی آواز' فلک تک پہنچانے لگیں اور حضرت شاہ نوراللہ اور شاہ کریم اللہ دونوں شاہزادگان دُرِّ یتیم انتہائی رنج و الم کے ساتھ فریاد کرنے لگے واابتاہ واذی شفقتاہ' اور اما الیتیم فلا تقہر کے سلک سے منسلک ہو گئے ۔ ہائے افسوس ایسا مشفق و مہربان جس نے اپنے شفقت سے ایک لحظہ کے لئے بھی ہمیں دُور نہیں رکھا اور ہم سے رخصت ہو گئے ۔ وہ ایسے قطب تھے کہ زمین و زمان کا دار و مدار آپ کی ذات سے تھا قبر کے اندھیرے میں چھپ گئے' وہ تو ایک چاند تھے جو ولایت کی بلندی پر فائز تھے قبر میں پنہاں ہو گئے ۔ ایک یعقوبؑ تھے جن کا لڑکا گم ہو گیا اور ہم ایسے لڑکے ہیں جن کے باپ مر چکے مگر یعقوب کو امید تھی کہ ان کا لڑکا مل جائے گا ۔ لیکن ہمارا خوابیدہ قیامت تک موت کی نیند سے بیدار نہیں ہو گا ۔ اس درمیان میں وہ سیدہ عفیفہ دختر سعیدہ اپنے بھائیوں کے ساتھ آہ و زاری کی ۔ شاہ ذبیحاہ کے سر پر اپنے سر کو رکھ کر بہت زیادہ رونے لگی اچانک وہ سرور موت کی نیند سے بمصداق الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ابدا بل ینتقلون من دار الی دار سر اٹھائے اور اپنی دختر سے بلند آواز میں کہا کہ اے بیٹی تمہارا رونا دھونا بند کرو ۔ اس

جزع وفزع بر حیدر روا مدار کہ جزع وفزع بر مردگاں باشد چوں ایں نوع حرف شگرف گوش گذار۔ آں عفیفہ نمود باز سر بخواب نہاد، فی الجملہ بر خاندان طیبہ طاہرہ آں روز روزے بود سخت تر از روز یوما کان مقدارہ خمسین الف سنۃ نے نے روزی بود تاریک تر از شب دیجور چوں شب یلدا بے نور، القصہ دریں روز پر مصیبت و درد تجہیز و تکفین آنصاحب معرفت آگین نمودہ از چہار تکبیر وداع بلحد سپردند و اورا در منزل قبر کہ ھو اوّل منزل من منازل الاٰخرۃ واٰخر منزل من منازل الدنیا رسانیدند، و در گلزار القبور روضۃ من ریاض الجنان بر لبستر سندس و استبرق خوابانیدند بعد ازاں ہر یکے با دل چاک و دیدۂ نمناک ایں قبر را از تختۂ سنگین واگرفتند پس ہر یکے از معتقدان و خادمان از تدفین آنحضرت فارغ شدہ در میزان ہمایوں ماں صاحبہ جمع شدہ رسم تعزیت بجا آوردند چوں ہر یکے را از شکل دلکش و خدماہ وش و شعار دلبر با خلق محمدی آنسرور بر دل و دیدہ خطور کردے بے اختیار نالہائے زار و ویلا بے شمار برداشتندے و چوں ابر نیسان اشک حسرت ریختندے۔

از صاحب حقیقی و مربی حقیقی یاد دارم

قسم کا رونا پیٹنا حیدر کے نزدیک ٹھیک نہیں کیونکہ جزع و فزع مُردوں کے لئے ہے۔ جب یہ نادر کلام اپنی دختر نیک اختر کو سنایا تو پھر سر رکھ کر سو گئے۔ ماحصل کلام اس خاندان مقدس کے حق میں وہ دن ایک ایسا دن تھا گویا یوما کان مقدارہ خمسین الف سنۃ نہیں نہیں وہ تو ایک ایسا دن تھا جیسے شب دیجور و شب بے نور، القصہ اسی درد و مصیبت کے دن ہی اس صاحب معرفت کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی نماز جنازہ کے بعد سپرد خاک کیا گیا یعنی آپ کو ھو اول منزل من منازل الاٰخرۃ واٰخر منزل من منازل الدنیا تک پہنچا دیا گیا اور روضۃ من ریاض الجنۃ کے چمنستان میں سندس و استبرق کے بستر پر سلا دیا۔ اس کے بعد ہر ایک نے مغموم دل اور چشم نمناک کے ساتھ اس قبر کو پتھر کے تختہ سے ڈھانپ دیا۔ غرض ہر ایک معتقد و خادم آپ کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد آپ کی اہلیہ صاحبہ ہمایوں ماں صاحبہ کے دروازے پر جمع ہو گئے۔ اور رسم تعزیت بجا لائے تو جب ہر ایک کی نگاہوں میں شاہ ذبیحاہ کا دلکش چہرہ سما گیا اور آپ کے اخلاق و اوصاف یاد آنے لگے تو ہر ایک بے اختیار زار و قطار رونے لگا گویا ابر نیساں تھا جو برسنے لگا۔

مجھے یاد ہے کہ شاہ ذبیحاہ کے خادموں اور معتقدوں

جماعتے از خادمان خاص و معتقدان اختصاص کہ از مفارقت صحبت آنحضرت یکبارگی از خواب و خورد آرام مجتنب و متنفر شدہ پائے وادیہ غم و الم بدر نہادندی و از فراق جانکاہ آنسرور در ورطۂ کہ بیم جاں باشد افتادے و چوں کشش شوق و جذبہ محبت آنحضرت بر دل ایشاں غالب از جان و ایمان و متاع و خانماں بود اتفاقاً در ضیافت و ہمیں فی المشافہہ والمعائنہ بواسطہ خواب و خیال بر عصمت پناہ ام المریدین ہمایوں ماں صاحبہ مخلع بخلعت عالیہم ثیاب سندس و خضر و استبرق و خدے چوں ماہ رخشاں لب خنداں ظاہر شدے چنیں فرمودے کہ یار و فادار و حریف غمگسار ترا کیست غمخوار دیدہ داری از مفارقت ما پُرنم دلے داری از مہاجرت ما پُر غم اے ہمایوں زنہار زنہار خاطر جمع دار و حیدر را اسیر گور مپندار زندہ دان عیش کنندہ با حوران حور مقصورات فی الخیام و طائرے دان قدسی بزندہ ہر جا و مقام اے ہمایوں در ہر وقت و ہر جا بتو حاضرم و در ہر زماں بچشمت نزدیک اکنوں از محراب غم و اندوہ برخیز و از ترکش سینہ پُر اندوہ پیکان حسرت بہ یکبارگی بریز جماعتے نام بنام فلاں فلاں کہ ہمچوں تو از مفارقت ما معتکف زاویہ تنہائی و وحشت و مقیم کنج محنت و کربت اند ایشاں

کی ایک جماعت آپ کے فراق و جدائی کی وجہ سے کھانا پینا چھوڑ دیا اور آرام و راحت سے متنفر ہو گئے۔ خود کو غم والم کے وادی میں جھونک دیا۔ یہاں تک کہ انہیں آپ کی جدائی بیم جان کی منزل تک پہنچا دی تھی کیونکہ ان کے دلوں میں آپ کی محبت و الفت جان و ایمان اور متاع زندگی سے بڑھ کر تھی۔

حسن اتفاق کہئے کہ ایک مجلس میں ام المریدین ہمایوں صاحبہ رونق افروز تھیں، فی المشافہہ انہوں نے یہ منظر دیکھا کہ جنّتی لباس میں ملبوس اور چہرہ تاباں و لب خنداں شاہ ذبیحاہ ظاہر ہوئے اور یوں گویا ہوئے کہ اے یار وفادار حریف غم گسار آپ کی آنکھیں پُرغم کیوں ہیں، اور ہماری جدائی پر کیوں کبیدہ خاطر ہو؟ اے ہمایوں آگاہ رہو اور دل جمعی رکھو کہ حیدر کو کبھی اسیر گور نہ سمجھو، زندہ جانو، حور مقصورات فی الخیام کے حوروں کے ساتھ خوشی و انبساط سے رہتا ہے اور اس کو طائر قدسی جانو جو ہر جگہ، اور مقام پہ رہتا ہے۔ اے ہمایوں میں تمہارے ساتھ ہر جگہ اور ہر مقام پہ حاضر رہتا ہوں اور ہر وقت میں تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوں اور اب آپ رنج والم کو چھوڑ دو اپنے پُر درد دل کے ترکش سے حسرت کے تیر کو نکال دو، اور ہمارے معتقدین میں فلاں فلاں جو آپ کی ہی طرح ہماری جدائی کی وجہ سے گوشۂ تنہائی اختیار کئے ہوئے ہیں ان سے

را در فلاں صفحہ و فلاں جا کہ نشیمن گاہ میمون ماست حاضر شوند و دیدۂ رمد دیدہ بکحل الجواہر جمال جہاں آرائے ما روشن گردانند کہ باز بار دیگر حیدر را اسیر گور و مردۂ بیجان پنداشتہ در گریہ وزاری افراط نکنند۔ اے عفیفہ شرط دیگر آنست کہ بایشاں خبر کن ہرگاہ چوں ایشاں بامن دوچار شوند از ہموجا با ادب ناظر رخسارہ ما باشند و بر عہدہ قدیم قطع مجالست و مکالمت نمودہ با ما در سوال و جواب نکوشند کہ ما دراں عالم مستقیم و ایشاں دریں عالم چوں آں صاحب العصمت والعفت ایں خوارق شگرف معائنہ نمود بر حکم فرمودۂ آنحضرت معدودے چند کہ آنسرور ما بردہ بود بایشاں خبر کرد۔ پس آں مہجوراں سرگشتہ بادیہ مفارقت وکشتی نشستگان دریائے محنت و مہاجرت از حسب ایں شرطہ و دلت بغایت فرحاں وشاداں شدہ لبیک بزبان محرم آں کعبہ مریداں و معتقداں کہ عبارت ازاں بلند باشد چوں داخلے آں حرم شدند شاہ را دیدند بار وئے چوں داخلے آں حرم بر کرسی ازیں تکیہ زدہ بمجرد نظر پیش آنسرور ذی التعظیم ہمہ کردند و سجدۂ و تسلیم۔

القصہ ہر یک رشتہ پیش آنسرور صف زدہ دست بستہ از آداب استادہ شدند از ہیبت

کہدو کہ فلاں جگہ فلاں مقام پر جو کہ ہمارا کاشانۂ میموں ہے حاضر ہو جائیں تاکہ ان کی دردمند آنکھیں ہمارے جمال جہاں آرا سے منور ہو جائے اور دوسری مرتبہ حیدر کو اسیر گور سمجھ کر گریہ وزاری میں زیادتی نہ کریں۔ اے پاکباز دوسری شرط یہ ہے کہ ان لوگوں کو خبر کردو، جب کبھی یہ لوگ مجھے یاد کریں تو اسی جگہ ہمارے چہرۂ منورہ کو دیکھیں گے، پہلے کی طرح بیٹھک و گفتگو سے احتراز کرتے ہوئے ہم سے کسی قسم کے سوال وجواب کی کوشش نہ کریں کیونکہ ہم اُس عالم میں ہیں، اور یہ لوگ اِس عالم میں۔ جب وہ پیکر عصمت وعفت نے اس عجیب وغریب خرق عادت کا معائنہ فرمایا اور کچھ دنوں کے بعد آنحضرت کے قول کے مطابق ان لوگوں کو اس واقعہ سے باخبر کیا۔

پس وادیٔ مفارقت کے سرگشتہ اور دریائے مہاجرت کی کشتی پر بیٹھنے والے اس کعبۂ مریدان و معتقدان کی محرم کے زبان مبارک پر لبیک کہتے ہوئے اپنے دلوں میں بے پایاں خوشی ومسرت لئے ہوئے اس حرم میں داخل ہوئے اور انہوں نے شاہ کو دیکھا جن کا چہرہ چودھویں کے چاند کے مانند دمک رہا تھا اور سبھوں نے سجدۂ تعظیم بجالایا۔

القصہ ہر ایک دست بستہ صف آرا ہو گئے اور آپ کی ہیبت وجلال سے کسی کو ہلنے کی مجال

آنسرور نہ کسے را یارائے جنبیدن و نہ کسے را
مجال سخن گفتن و نہ زہرۂ کہ پیش شدہ پائے
مبارک را بوسہ زنند ہرکہ آمد بسجدہ پیش افتاد۔

اتفاقاً بعد از چند روز آں نوبادۂ بستان
افاضت وولایت معدن فیض عمیم سیدنا مولانا
شاہ عبدالکریم کہ فرزندِ ارجمند آنحضرت
است یکایک عرق قربیت ایشاں در جنبش
آمد ساعتے و قاصد براں شد کہ پیش شود و
بہ تقبیل پائے مبارکش لب عزیز خود را مشرف
و بہرہ یاب گرداند ازیں عزم دو سہ گام پیش
شدہ دست بر پائے مبارک او نہاد بمجرد کہ دست
بر قدمین شریفین آنحضرت نہاد دست خود بر
زمیں افتاد۔ شاہ را از نظر خود غائب یافت،
آخر ہمہ کساں متحیر متحسر چوں مستسقی از آب
زلال دیدار گرامی آنسرور سیراب نگشتہ از
آنجا بیروں شدند۔

اور نہ کسی کو کچھ کہنے کی سکت تھی اور کسی میں طاقت
نہ تھی کہ آگے بڑھ کر قدمبوسی کرے جو بھی سامنے
آیا سجدہ میں گر گیا۔

اتفاقاً چند دنوں کے بعد فیضان ولایت کے
معدن کی نوخیز کلی سیدنا مولانا شاہ عبدالکریم جو
کہ آنحضرت کے فرزند ارجمند تھے اچانک ان کی عرق
قربیت حرکت میں آئی اور ارادہ کیا کہ آپ کے پائے
مبارک کو بوسہ دیکر اپنی لب عزیز کو مشرف و بہرہ ور
کرلیں۔ اس ارادے سے دو تین قدم آگے بڑھے
اور ہاتھوں کو آپ کے قدم مبارک پر رکھا تو آپ
کا ہاتھ زمین پر گر پڑا اور دیکھا کہ شاہ ذیجاہ
نظروں سے غائب ہو گئے ہیں۔

آخر تمام لوگ حسرت و حیرانی کے ساتھ
جیسے مستسقی میٹھے پانی کے ملنے پر
اور سب وہاں سے باہر چلے گئے۔

غایۃ التحقیق

تصنیف

مجددِ جنوبی ہند سلطان المرشدین حضرت علامہ شاہ محی الدین

سید شاہ عبد اللطیف قادری

المعروف بہ

قطبِ ویلور قدس سرہٗ

ترجمہ و تلخیص:
مولوی حافظ ابوالنعمان بشیر الحق قریشی قادری ادھونی
استاذ دار العلوم لطیفیہ
حضرت مکان ۔ ویلور

سوال ۱۲

قائلان مسئلہ وحدت الوجود، در متقدمان کدام کدام اند ؟

جواب ۱۲ سوال دوازدہم آنکہ قائلان وحدت الوجود چہ عرفاء کرام و چہ علماء عظام ہزارہا اند۔ وحد و حصری ندارند۔ عمدۂ آنہا در جواب سوال دویم در سند مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی مرقوم کردیدہ اند۔ ما وراء آنہا چہل عدد کہ اکثر انہا عرفاء کبار و علماء نامدار اند، از اجلۃ التائید مولانا شیخ ابراہیم کردی و نفحات ملا جامی و اخبار اخیار شیخ الہند محدث دہلوی و اصل الاصول مولانا شاہ عبدالقادر فخری وغیرہم بقلم می آرد، کہ عدد چہل در شرع شریف اعتباری و تاثیری دیگر دارد، و دریں عدد چند اسامی عرفاء متاخرین با متقدمین منضم بود تا بر افہام عوام زمان مسلک عرفاء متاخرین نیز روشن شود۔

پس در عرفاء سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس و شیخ ابوسعید خراز و سید الطائفہ جنید بغدادی، و شیخ ابن عطا محمد ابن واسع و شیخ ابوبکر واسطی، و شیخ ابوبکر عبداللہ شبلی و شیخ یوسف بن الحسین الرازی و شیخ ابوعثمان مغربی و صاحب قوت القلوب ابوطالب مکی و صاحب

سوال ۱۲

مسئلہ وحدت الوجود کے قائل متقدمین میں کون کون ہیں ؟

جواب ۱۲

بارھویں سوال کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود کے قائلین ہیں کیا صوفیائے کرام اور کیا علماء عظام ہزاروں کی تعداد میں ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں، ان میں سے مخصوص اور مسلّم اشخاص کے اسمائے گرامی دوسرے سوال کے جواب میں مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی سند میں تحریر کئے گئے ہیں۔ ان کے ماسوا مزید چالیس اشخاص کے اسمائے گرامی کتاب "اجلۃ التائید" (مصنف مولانا شیخ ابراہیم کردی) سے اور نفحات (ملا جامی) سے اور اخبار اخیار (شیخ الہند عبدالحق دہلوی) اور اصل الاصول (مولانا شاہ عبدالقادر فخری) وغیرہ سے نقل کئے جا رہے ہیں جن میں زیادہ تر عظیم صوفیاء اور نامور علماء ہیں۔ چالیس کا عدد شریعت مطہرہ میں بڑی اہمیت اور تاثیر رکھتا ہے۔ اور اس گنتی میں متقدمین صوفیہ کے نام بھی شامل کر لئے گئے ہیں تاکہ موجودہ زمانہ کے عوام متاخرین صوفیہ کے مسلک و مشرب سے بھی واقف ہو جائیں۔

عرفاء میں وحدت الوجود کے قائل یہ حضرات کرام ہیں، سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس و شیخ ابوسعید خراز و سید الطائفہ جنید بغدادی، شیخ ابن عطا، محمد ابن

منازل السائرین شیخ الاسلام حافظ الحدیث ابی
اسمٰعیل عبداللہ بن ابی منصور محمد الانصاری الہروی،
وصاحب طبقات صوفیہ شیخ ابو عبدالرحمٰن محمد بن الحسین
السلمی النیشاپوری وشیخ ابو القاسم عبدالکریم ابن ہوازن
القشیری وامام حجۃ الاسلام ابو حامد الغزالی، وصاحب
عوارف شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی
وصاحب لمعات شیخ فخر الدین عراقی
وصاحب تعرف شیخ محقق ابو بکر الکلاباذی
وصاحب ادلۃ التوحید وتفسیر رحمانی
شیخ پیر فقیہہ علی مہایمی گجراتی، و
شیخ مؤید الدین جندی وشیخ رکن الدین
شیرازی، وشارح مثنوی معدن العلوم
سید عبدالفتاح گجراتی، وشیخ الہند
عبدالحق محدث دہلوی، وقطب الزمان
شیخ عبدالحق محمد مخدوم ساوی، و
قدوۃ السالکین رکن الدین سید شاہ
ابو الحسن قربی، وعمدۃ الواصلین محی الملۃ
والدین سید عبداللطیف ذوقی وحکیم الامۃ
المحمدیہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
ومولانا شاہ عبدالقادر فخری میلاپوری
ومولوی محمد باقر آگاہ مدراسی وسید شیخ
جفری ملیباری وسید علوی ملیباری

واسع، شیخ ابو بکر واسطی، شیخ ابو بکر عبداللہ شبلی،
شیخ یوسف بن الحسین الرازی، شیخ ابو عثمان مغربی
صاحب قوت القلوب ابو طالب مکی، صاحب
منازل السائرین شیخ الاسلام حافظ الحدیث
ابو اسمٰعیل عبداللہ بن ابی المنصور محمد الانصاری الہروی،
صاحب طبقات صوفیہ شیخ ابو عبدالرحمٰن محمد بن الحسین
السلمی النیشاپوری، شیخ ابو القاسم عبدالکریم ابن ہوازن
القشیری، امام حجۃ الاسلام ابو حامد الغزالی، صاحب
عوارف شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، صاحب
لمعات شیخ فخر الدین عراقی، صاحب تعرف شیخ محقق
ابو بکر الکلاباذی، صاحب ادلۃ التوحید وتفسیر رحمانی
شیخ پیر فقیہہ علی مہایمی گجراتی، شیخ مؤید الدین
جندی، شیخ رکن الدین شیرازی، شارح مثنوی
معدن العلوم سید عبدالفتاح گجراتی، شیخ الہند
عبدالحق محدث دہلوی، قطب الزمان شیخ عبدالحق
محمد مخدوم ساوی، قدوۃ العارفین رکن الدین،
سید شاہ ابو الحسن قربی، عمدۃ الواصلین
محی الملۃ والدین سید عبداللطیف ذوقی، حکیم
الامۃ المحمدیہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی، مولانا شاہ عبدالقادر فخری میلاپوری
مولوی باقر آگاہ مدراسی ۔ سید شیخ جفری ملیباری
سید علوی ملیباری ۔ بحر العلوم ملک العلماء

و بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبد العلی لکھنوی و سند العلماء مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی و سید شاہ کمال الدین گلوری و مولوی عبد الحی دھلوی، و مولوی اسمٰعیل دھلوی مولوی سید محمد علی رامپوری قدس اللہ اسرارھم۔

و در علماء قاضی ناصر الدین بیضاوی و امام فخر الدین رازی و شرف الدین طیبی و علامہ میر شریف جرجانی و ملا جلال دوانی رحمۃ اللہ علیہم از قائلان وحدۃ الوجود۔

اکنوں باید دانست کہ کثرت اقاویل اکابر سابقین در مسئلۂ وحدۃ الوجود از نقل آنہا مانع می آید، ناچار ایں مسکین نقل چند اقوال بعضی علماء متاخرین کہ درین قرن سیزدہم گذشتہ اند خاتم ایں اجوبہ می گرداند۔

قال بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبد العلی فی شرح السلم ولننور الکتاب بذکر الحکمۃ الحقۃ اللتی اوحی بھا الرسل الکرام المخبرون الصادقون وکوشف بھا اولیاء اللہ العظام، واعلم ان الواجب سبحانہ موجود وھو وجود بحت وھو الموجود بنفسہ

مولانا عبد العلی لکھنوی، سند العلماء مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی، سید شاہ کمال الدین گلوری، مولوی عبد الحی دھلوی، مولوی اسمٰعیل دہلوی اور مولوی سید محمد علی رامپوری قدس اللہ اسرارہم۔

— ... —

اور علماء میں یہ حضرات ہیں :-

قاضی ناصر الدین بیضاوی، و امام فخر الدین رازی، شرف الدین طیبی، علامہ میر شریف جرجانی اور ملا جلال الدین دوانی رحمۃ اللہ علیہم۔

واضح ہو کہ مسئلہ وحدت الوجود میں اکابر سابقین کے اقوال و ارشادات کی اتنی کثرت ہے کہ یہاں ان کا نقل کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا مجبوراً اس فقیر نے بعض علمائے متاخرین کے چند اقوال کو ان جوابات کا آخری حصہ قرار دیا ہے جو اس تیرھویں صدی ہجری میں گذرے ہیں۔

بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبد العلی "شرح سلّم" میں لکھتے ہیں کہ ہم اس کتاب کو اس حکمت حقہ کے ذکر سے منور کرتے ہیں جو پیغمبروں اور سچی خبر دینے والے رسولوں پر وحی کی گئی تھی، اور اولیائے عظام پر جن کا انکشاف کیا گیا ہے۔ معلوم کر رکھو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ موجود ہے۔ اور وہ وجود محض

وماسواه ليس بشئ والعالم كله شيون له تعالى وتعينات له جل مجده وهو تعالى ظاهر فيه ونفسه واجب جاعل والمتعينات ممكنة مجعولة فالتعين الواحد ظهر فى الكثرة، والكثرة انما تغايره بالاعتبارات ووجودها مستعار منه والموجود حقيقية هو سبحانه. فهو سبحانه وجود مطلق لا بان يكون الاطلاق قيداً فيه ليس بكلى و لا جزئى ولا كثير ولا شئ معه سواه ولا شريك له فى الوجود، وهو حق منزه فى نفسه، وواجب لذاته وهو خلق مشبه بتعينات عدميته، والواجب لا يكون ممكنا ولا الممكن واجبا فهو جامع بين التشبيه والتنزيه وليس منزها فقط كما عليه الاشعرية فانه تقييد وليس مشبها فقط كما عليه المجسمه فانه تحديد والله سبحانه برى منهما۔

قال سيد الاولياء رئيس الاتقياء امام المتقين خليفة الله فى الارضين الهادى للطالبين الشيخ الاكبر خادم الولاية المحمدية الشيخ محى الملة والدين ابن العربى قدس سره واذاقنا حلاوة كلامه فى فصوص الحكم فان قلت بالتنزيه كنت مقيدا وان قلت

اور بالذات موجود ہے۔ اور اللہ کے ماسوا کسی شئ کا وجود نہیں اور پورے موجوداتِ عالم اللہ تعالیٰ کے شیئون اور تعینات ہیں۔ اور ان میں اللہ تعالےٰ کا ظہور ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ واجب بھی ہے اور جاعل بھی۔ اور سارے متعینات ممکن، اور مجعول ہیں۔ پس کثرت میں واحد کا ظہور ہوا ہے۔ اور کثرت صرف بالاعتبارات تعین واحد کی مغائر ہوتی ہے اور اعتبارات کا وجود بھی تعین واحد سے ہی مستعار لیا ہوا ہے اور موجود درحقیقت اللہ سبحانہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ وجود مطلق لیکن ان معنوں میں نہیں کہ اطلاق اللہ سبحانہٗ کے لئے قید بن جائے وہ کلی ہے اور نہ جزئی اور نہ ہی کثیر اور نہ ہی اسکے سوا اس کے ساتھ کوئی شئی ہے اور نہ ہی وجود میں اس کا کوئی شریک ہے، وہی حق ہے اور فی حد ذاتہ منزہ اور واجب لذاتہٖ ہے اور وہ خالق مشبہ ہے تعینات عدمیہ کے ساتھ اور نہ واجب ممکن ہوتا ہے اور نہ ہی ممکن واجب۔ پس اللہ تعالیٰ تشبیہ اور تنزیہ دونوں کا جامع ہے۔ وہ فقط منزہ نہیں ہے جیسا کہ اشعریہ کا مذہب ہے۔ اسلئے کہ یہ تقیید ہے اور وہ فقط مشبہ بھی نہیں ہے، جیسا کہ مجسمہ کا مذہب ہے اسلئے کہ یہ تحدید ہے اور اللہ تعالیٰ تقیید اور تحدید دونوں سے بری ہے۔

سید الاولیاء رئیس الاتقیاء امام المتقین زمین پر اللہ کے خلیفہ، طالبین کے ھادی شیخ اکبر، ولایت محمدیہ

بالتشبیه کنت محددا؛ وان قلت بالامرین
کنت مسددا؛ وکنت اماما فی المعارف سیدا؛
فمن قال بالاشناع کان مشرکا؛
ومن قال بالافراد کان موحدا؛
فایاك والتشبیه ان کنت ثانیا
وایاك والتنزیه ان کنت مفردا
فما انت هو بل انت هو وتراه؛
فی عین الامور مسرحا ومقیدا؛

انتهی کلامه الشریف الحق۔

قال المنکرون ان ذلك مخالف للعقل من وجوه الاول ویلزم الاتحاد الواجب والممکن وهو محال بالضرورة والثانی اتحاد الموجودات کلها بالحقیقة وهو ایضاً محال، والثالث ان ظهور الواحد فی الکثرة محال بالضرورة۔

قلنا اولا ان ذلك مکاشف ومعلوم بنور الوحی عند الانبیاء وبنور المکاشفة عند الاولیاء، ومخالفة العقل المتوسط لا یضروا العقل النورانی غیر منقبض عنه۔

وثانیا ان وجوب المطلق مع امکان افراده له شواهد کثیرة کمفهوم احد النقیضین فانه واجب وافراده وهی

کے خاتم شیخ محی الملۃ والدین ابن عربی قدس سرہ نے اللہ تعالیٰ ان کے کلام کی لذت سے ہمیں بہرہ ور کرے فصوص الحکم میں لکھا ہے کہ:

اگر تم صرف تنزیہ کے قائل ہو تو تم اللہ تعالیٰ کو قید سے مقید کر دو گے یعنی خدا کے ظہور کے منکر بن جاؤ گے حالانکہ خدا نے خود اپنے آپ کو ظاہر کی صفت سے متصف کیا ہے،
اگر تم صرف تشبیہ کے قائل ہو جیسا کہ مجسمہ کا عقیدہ ہے کہ خدا مجسم و مشبہ ہے تو تم خدا کی حدبندی کر دو گے حالانکہ خدا کسی بھی حدبندی میں محدود نہیں ہے۔

اگر تم تنزیہ اور تشبیہ دونوں کے قائل ہو یعنی تشبیہ میں خدا کے منزہ ہونے اور عین تنزیہ میں مشبہ ہونے کے قائل ہو تو تم معرفت الٰہی میں صائب الرائے بن کر امام اور سردار کہلاؤ گے۔

ایسے میں تم یہ کہنے کے قابل بن جاؤ گے کہ جو بھی شخص اللہ کے وجود کے لئے جوڑ ٹھہرائے گا یعنی وہ اس بات کا قائل ہو کہ وجود متعدد و متباین ہیں اللہ کے لئے ایک وجود علیحدہ ہے اور ممکن کے لئے ایک وجود علیحدہ ہے تو اس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا لہٰذا وہ مشرک ہے اور یہ شرک خفی ہے اور جو شخص اس لئے وجود کے واحد و فرد ہونے کا قائل ہو کہ وجود نفس ذات حق ہے اور واحد ہے اور اسکے مظاہر کی کثرت اسکی وحدت کے منافی نہیں ہے تو وہ شخص موحد ہے۔

تم اس قسم کی تشبیہ سے بچنا کہ خود کو ایک موجود

كل واحد من النقيضين ممكن و الاستبعاد مخالفة الموجودات بالحقيقية مما لم يقم عليه دليل ودعوى الضرورة غير مسموعة كيف وانتم معترفون بتعسر تنقيح الحقائق وظهور الواحد فى الكثرة غير ممتنع فان اكثركم قائلون بوجود الكلى الطبيعى ومنكم ومن ادعى الضرورة فى ان الامر الواحد لا ينتزع من كثرة محضة فلا بد من امر واحد مشترك بين الموجودات ينتزع منه الوجود. فذالك الامر الواحد هو الموجود الحقيقى والوجود واجب بالضرورة غير قابل للعدم فلزم منه القول بان الوجود واجب الوجود. وحقيقة الحقائق والعالم كله شيون له تعالى وتقدس عن التقييد

وقالوا ثانيا ذلك مخالفة للشريعة الغرا قلنا لا كيف والآيات القرآنية والاحاديث النبوية مؤيدات لذلك منها كلمة التوحيد والتاويل بان اسرار الا له الحق موجود وما سواه باطل تاويل فى اصول الدين فلا يسمع۔

اور خدا کو موجود و وہم سمجھو بلکہ مظاہر مشبہ میں تشبیہ کے قائل ہونا چاہئے اور اگر تم مفرد ہو یعنی تشبیہ کو تنزیہ سے الگ کرنے والے ہو تو ایسی تنزیہ سے خود کو بچائے رکھو ۔ ماحصل یہ کہ تمہیں عین تشبیہ میں تنزیہ کے اور عین تنزیہ میں تشبیہ کے قائل ہونا چاہئے ۔

تم عین حق نہیں ہو، اس لئے کہ حق وجود مطلق ہے اور تم مقید و متعین۔ ظاہر ہے کہ مقید مطلق کا عین نہیں ہو سکتا بلکہ تم عین حق ہو بحسب حقیقت، اس لئے کہ حق تمہارے اندر متعین ہے اور تم حق کو عین۔ موجودات میں سہل طور پر تعین کی قید سے بری بھی۔ اور متعین میں ظاہر بھی دیکھتے ہو۔ انتہیٰ کلامہ الشریف' آپ کا قابل شرف کلام پورا ہو گیا ۔

منکرین کا کہنا ہے کہ مسئلۂ وحدت الوجود متعدد وجوہ سے خلاف عقل ہے ۔ اولاً یہ کہ اس سے واجب اور ممکن کا اتحاد لازم آتا ہے جو یقیناً محال ہے۔ ثانیاً یہ کہ اس سے تمام موجودات کا حقیقت میں متحد ہونا لازم آتا ہے جو یقیناً محال ہے۔ ثالثاً یہ کہ اس سے کثرت میں واحد کا ظہور ہونا لازم آتا ہے۔

ان اشکالات و احتمالات کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اولاً تو یہ مسئلہ انبیائے کرام کے نزدیک حق کے نور سے اور اولیائے کرام کے نزدیک مکاشفہ کے نور سے منکشف ہوا ہے لہٰذا عقل متوسط کی مخالفت میں کوئی ضرر نہیں لیکن عقل نورانی اسکی مخالفت نہیں کرتی۔ ثانیاً وجوب مطلق مع امکان افراد کے لئے کئی شواہد ہیں جسطرح دو نقیض کا مفہوم ہے ۔

قال الله تعالیٰ وعجبوا ان جاءهم منذر منهم وقال الكافرون هذا ساحر كذاب اجعل الألهة الها واحدا ان هذا لشئ عجاب۔

نزلت حين قال رسول الله صلى الله عليه وآله واصحابه اجمعين قولوا كلمة تنجون بها و تملكون العرب والعجم فقالوا بل عشرة كلمات فقال رسول الله صلى الله عليه وآله واصحٰبه وسلم قولوا لا اله الا الله فنفروا وقالوا كيف يسمع الخلق اله واحد و يجعل الالهة الكثيرة الها واحدا۔ وقال الآخرون ما سمعنا بهذا في الملة الاخرة ان هذا الا اختلاق و امشوا واصبروا على الهتكم ان هذا لشئ يراد۔ كما قص الله في كتابه ـ هم كانوا اهل اللغة واللسان فما فهموا هو المراد المدلول وايضاً السم ينكر هذا الفهم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ومنها قوله تعالى هو الذى فى السماء اله وفى الارض اله ۔ ومنها انه بعث نوح عليه و

مفہوم واجب ہے اور اسکے افراد یعنی دونوں نقیض میں سے ہر ایک ممکن ہے اور تمام موجودات حقیقت میں مخالف ہونے کے لئے اب تک کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی اور دعویٰ بداہت بلا دلیل صحیح ہیں۔ حقائق کی تنقیح کی دشواری کا تم بھی اعتراف کرتے ہیں ور کثرت میں واحد کا ظہور ممتنع نہیں ہے۔ تم میں سے اکثر طبیعی کلی کے وجود کے قائل ہیں اور کثرت محضہ سے امر واحد کے عدم انتزاع میں بداہت کا دعویٰ کرنے والے بھی تمہارے اندر موجود ہیں پس اس سے تمام موجودات کے درمیان ایک امر مشترک کا ہونا ضروری ہوتا ہے، جو وجود کو اسی امر مشترک سے منتزع کرتا ہے اور وہی امر واحد، وجود حقیقی ہے اور وہ وجود واجب ہے اور عدم کے قابل نہیں۔

اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ وجود، واجب الوجود اور تمام حقائق کی حقیقت اور عالم اسکے شیؤن ہیں اور وہ وہ وجود ایک خاص قید سے منزہ ہے۔

نیز منکرین یہ بھی کہتے ہیں کہ مسئلہ وحدت الوجود شریعت مطہرہ کے خلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ قرآنی آیات اور احادیث نبوی اسکی تائید میں ہیں۔ ان ہی دلائل میں سے ایک دلیل کلمۂ توحید ہے

اسطرح اصول دین میں تاویل کرنا باطل ہے، جو مقبول نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ان کفار نے اس بات پہ تعجب کیا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک پیغمبر آگیا اور کہنے لگے کہ یہ شخص خوارق میں ساحر اور دعوائے نبوت میں جھوٹا

على نبينا و آله و اصحابه الصلوٰة والسلام۔ وقال لقومه اعبدوا الله ما لكم من اله غيره كما قال الله تعالى و تقدس ارسلنا نوحا الى قومه فقال يا قوم اعبدوا الله ما لكم من اله غيره انى اخاف عليكم عذاب يوم عظيم۔ هكذا قال هود وشعيب وصالح على نبينا وآله و اصحابه عليهم الصلوٰة والسلام على ما قص فى سورة الاعراف والقول بان المراد الإله الحق غير مسموع فانه قول بعدم تبيين الرسل مرادهم فى اصول الدين وقول باتيان كلام ماول فى بدء الخطاب۔

ومنها قوله تعالى ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم وكان يد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فوق ايديهم۔

ومنها قوله تعالى ءاله مع الله بل هم قوم يعدلون، ومنها قوله صلى الله عليه وآله وسلم لو دليتم بحبل لهبط على الله

ہے اور کیا یہ شخص سچا ہو سکتا ہے کہ اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ واقعی یہ بڑی عجیب بات ہے۔

یہ آیت کریمہ اس موقعہ پہ نازل ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ فرمایا۔ ایک کلمہ کہو جسکی وجہ سے تم نجات پاؤ گے اور عرب وعجم کے مالک بن جاؤ گے۔ انہوں نے کہا بلکہ دس کلمات۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو لا الہ الا اللہ۔ پس وہ فرار ہو گئے اور کہا اتنی مخلوقات کے لئے ایک ہی الٰہ کیسے ہو سکتا ہے اور کیونکر کثیر خداؤں کا ایک ہی خدا قرار دیا جائے۔ دوسروں نے کہا ہم تو یہ بات اپنے پچھلے مذہب میں نہیں سنی۔ ہو نہ ہو یہ اس شخص کی گھڑت ہے چلو اور اپنے معبودوں کی عبادت پہ قائم رہو۔ یہ کوئی مطلب کی بات ہے جیسا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس قصہ کو بیان کیا۔ وہ اہل لسان تھے۔ پس انہوں نے جو کچھ سمجھا وہی مراد مدلول ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فہم کا انکار نہیں کیا۔ ان دلائل میں سے ایک دلیل اللہ کا قول ہے' وہی ہے جو آسمان میں الٰہ ہے اور زمین میں الٰہ ہے اور یہ دلیل بھی ہے' بے شک اس نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ جنہوں نے اپنی قوم سے کہا' ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارے لئے کوئی الٰہ نہیں جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر یہ پیغام دے کر بھیجا' تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے

وهو حديث صحيح ومنها قوله تعالیٰ حكاية عن ربه لا يتقرب العبد قرب النوافل حتى احببته فاذا احببته كنت سمعه الذی يسمع به وبصره الذی يبصر به ويده التی يبطش بها ورجله التی يمشی بها وهذا ايضًا حديث صحيح۔

وبالجملة نور الوحی شاهد بذلك لا ريب فيه اللهم ثبت قلبی علی الايمان مدة الحيوة الدنيا وبعد المماة بتصدق نبيك وحبيبك ومصطفك واله الكرام واصحابه العظام صلوات الله عليه وعليهم اجمعين۔ انتہیٰ۔

وسند العلماء مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی در

عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔ اسی طرح ہود، شعیب اور صالح علیہ السلام نے فرمایا جیسا کہ سورۃ الاعراف میں قصہ بیان کیا گیا اور بیشک لہ الحق سے مراد قول غیر مسموع ہے پس بلا شبہ یہ ایسا قول ہے جو رسولوں کے عدم بیان کی وجہ سے ہے۔ انکی مراد اصولِ دین میں ہے اور کلام آغاز خطاب میں لے آنے سے تاویل کیا گیا ہے۔ یہ دلیل بھی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ فی الواقع اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک صحابہ کرام کے ہاتھوں پر ہے، اور یہ دلیل بھی ہے، اللہ کا ارشاد ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں شریک ہونے کے لائق کوئی اور معبود بھی ہے۔ اور یہ دلیل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اگر تم رسی کو زمین پر ڈالو تو وہ بھی اللہ ہی پر جا گرے گی۔ اور یہ صحیح حدیث ہے اور یہ حدیث قدسی بھی دلیل ہے۔ بندہ جب نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کر لیتا ہے تو میں اسکو محبوب بنا لیتا ہوں۔ پھر اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، یہ بھی صحیح حدیث ہے۔

حاصل کلام مسئلہ وحدۃ الوجود کی صحت و اثبات پر نور وحی شاہد ہے جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ اللهم ثبت قلبی علی الايمان مدة الحيوة الدنيا وبعد المماة بتصدق نبيك وحبيبك ومصطفك وآله الكرام واصحابه العظام صلوات الله عليه وعليهم اجمعين

اثناعشریہ می فرماید، عقیدۂ چہاردہم آں کہ
حق تعالیٰ در چیزی حلول نمی کند و در بدنے
نمی درآید۔ و غلاۃ شیعہ ہمہ قائل اند بحلول
او تعالیٰ در ابدان ائمہ حتی در بدن ابومسلم
مروزی صاحب الدعوۃ کہ زرامیہ بآن قائل
شدہ اند و طرفہ این است کہ شیخ ابن مطہر حلی
باوصف این ہمہ دانیہا در کتاب "نہج الحق"
قول بحلول را بصوفیۂ اہل سنت نسبت کردہ
حالانکہ ایشاں حلولیہ را تکفیر می کنند، و این
ہمہ از نافہمی کلام است مسئلۂ وحدت الوجود
را بسبب دقتی کہ دارد نفہمیدہ و بر حلول
حمل نمودہ و ازیں جا دقیقہ فہمی علماء ایشاں
تواں دریافت ہمیں قسم دیگر مطالب غامضہ
را کہ در کلام حضرات ائمہ واقع شدہ اند،
بسبب غلط فہمی مسخ و تبدیل نمودہ باشند،
و بعضے از فرق غلات بنانیہ و نصیریہ و اسحاقیہ
اتحاد بجائے حلول استعمال حالانکہ اتحاد
مطلقاً باطل است و بطلان او از اجلای
بدیہیات است، و شیخ حلی بنا بر کمال دقیقہ
فہمی قول باتحاد را نیز بسالکین اہل سنت
منسوب کردہ۔ حالانکہ مقصد ایشاں ازیں
اتحاد یکے از دو معنی است نہ اتحاد حقیقی،

سند العلماء مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
"تحفہ اثنا عشریہ" میں فرماتے ہیں: چودھواں عقیدہ یہ
ہے کہ حق تعالیٰ کسی شئ میں حلول نہیں کرتا اور نہ ہی کسی
بدن میں داخل ہوتا ہے۔ تمام غالی شیعہ اس بات کے قائل
ہیں کہ اللہ تعالیٰ آئمہ کے بدن میں حلول کرتا ہے حتیٰ کہ ابومسلم
مروزی صاحب الدعوۃ کے بدن میں بھی کے قائل زرامیہ ہیں۔
طرفہ طرازی یہ ہے کہ شیخ ابن مطہر حلی نے ان ساری
باتوں کو جاننے کے باوجود کتاب "نہج الحق" میں حلول
کے قول کو صوفیاء اہل سنت جماعت کی طرف منسوب کر
دیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی حضرت حلولیہ کو کافر قرار دیتے
ہیں اور یہ تمام باتیں مسئلۂ وحدت الوجود (جو انتہائی دقیق
اور غامض ہے) کو نا سمجھنے کا نتیجہ ہے کہ حلول کو محمول
کیا گیا۔ اس جگہ ان کے علماء کی دقیقہ شناسی بھی دیکھنے کے
لائق ہے، چنانچہ یہی معاملہ دیگر مطالب غامضہ کا بھی ہے
جو ائمہ حضرات کے کلام میں واقع ہوئے ہیں۔ ان چیزوں
کو غلط سمجھ کر مسخ اور تبدیل کر دئے ہیں۔ شیعہ کے بعض
غالی فرقے مثلاً بنانیہ، نصیریہ اور اسحاقیہ وغیرہ حلول
کے بجائے اتحاد کے چکر میں پھنس گئے ہیں۔ حالانکہ اتحاد
مطلقاً باطل ہے۔ اور اس کا بطلان تو روشن بدیہیات
میں سے ہے۔ شیخ ابن مطہر حلی نے کمال دقیقہ شناسی
کے زعم کے ساتھ اتحاد کے قول کو بھی سالکین اہل سنت
کی جانب منسوب کر دیا ہے۔ حالانکہ ان بزرگوں کی

اول انمحاق و اضمحلال انانیت عبد نزدیک ظہور نور تجلی مثل حالتے کہ نور چراغ را نزدیک ظہور آفتاب می شود۔ و عروض این حالت وظہور نور تجلی از قرآن مجید و اقوال عترت ظاہر است و قولہ تعالیٰ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا وقولہ تعالیٰ فلما جاء ھا نودی ان بورك من فی النار ومن حولها وسبحان اللہ رب العالمین۔

و از اقوال عترت طاہرہ قول حضرت صادق در مخاطبۂ ابو بصیر بروایت کلینی سابق گذشت کہ ان المومنین یرونہ فی الدنیا قبل یوم القیٰمۃ الیست تراہ فی وقتك ھذا۔ و این معنی را شیخ ابن فارض مصری علیہ الرحمہ در تائیۂ خود واضح نمودہ۔

(باقی آئندہ)

کی مراد اس اتحاد سے ان دو معنوں میں سے ایک ہے نہ کہ حقیقی اتحاد مراد ہے۔

معنی اول یہ کہ تجلی کا نور ظاہر ہونے کے وقت میں بندے کی انانیت کا مضمحل اور زائل ہونا ہے، جس طرح کہ آفتاب کی روشنی ظاہر ہونے کے وقت میں چراغ کی روشنی مضمحل اور زائل ہو جاتی ہے اور اس حالت کا پیش آنا اور نور تجلی کا ظاہر ہونا تو قرآن مجید اور اقوال عترت سے ظاہر ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:- پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی تو اس پہاڑ کے پرخچے اڑا دئے اور موسیٰؑ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور اللہ کا یہ ارشاد۔ جب اس آگ کے پاس پہنچے تو ان کو منجانب اللہ آواز دی گئی کہ جو اس آگ کے اندر ہیں یعنی فرشتے، ان پر بھی برکت ہو اور جو اس کے پاس ہے یعنی موسیٰؑ ان پر بھی برکت ہو۔ یہ دعا بطور تحیہ وسلام کے ہے اور رب العالمین پاک ہے۔ ۔ اور اقوال عترت طاہرہ میں سے حضرت صادقؑ کا قول جو ابو بصیر کے مراسلہ میں ہے کلینی کی روایت سے پیچھے گزر چکا ہے کہ بے شک مومنین دنیا میں یوم قیامت سے قبل خدا کو دیکھ لیں گے اور اس معنی کی توضیح و تشریح شیخ ابن فارض مصریؒ نے "قصیدۂ تائیہ" میں کی ہے۔

(باقی آئندہ)

مکتوبات حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

ادارہ

مجدد جنوب حضرت علامہ شاہ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ قطب ویلور قدس سرہ نے اپنے خلفاء ومریدین اور متوسلین و معتقدین کے نام متعدد مسائل اور مختلف موضوعات پر مشتمل مکتوبات فارسی میں تحریر فرمایا ہے جن میں سے چند خطوط کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

مکتوب بنام شہامت جنگ محفوظ خان بہادر مدراسی صوبہ دار کرناٹک

بعد الحمد والصلوٰۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خاطر شریف پر واضح ہو کہ کل کے دن اس مسکین کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ دمّل کی وجہ سے آپ کا مزاج شریف ناساز ہے' اس خبر کو سن کر دل بے چین اور مضطرب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم اور جود وعطا سے آنمکرم کی صحت یابی اور شفایابی کی خبر بھی جلد کانوں تک پہنچائے گا۔ آپ کی صحت وسلامتی میں رعایا کی فراخی و کشادگی اور آرام و آسائش مضمر ہے۔

مکرمی! جو چیز جسم کے لئے تکلیف دہ ہے وہ روح کے لئے راحت وآسائش کا باعث ہوگی' اور جو چیز جسم کے لئے راحت ہے وہ روح کے لئے رنج وتکلیف کا باعث ہوگی۔ اس لئے بیماری درحقیقت خوشی کا باعث ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے ایک غافل شخص اللہ تعالیٰ کی جانب مائل اور متوجہ ہو جاتا ہے' اور زراعت اخروی کی کاشت میں مشغول ہو جاتا ہے' اور دائمی نتائج اور ابدی ثمرات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور دنیا کو آخرت کے لئے استعمال کرنے لگتا ہے تاکہ زمین استعداد میں بیج ڈال کر ایک دانہ سے سات سو دانے تیار کر سکے۔

اور اس شخص کے حق میں یہ بڑی بدنصیبی اور بدبختی کی بات ہے جس کو دنیائے فانی کی راحتیں اور جسمانی لذتیں آخرت سے غافل کردیں۔ امام الاولیاء حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: دنیا اور آخرت کی مثال دو سوکن جیسی ہے۔ ان میں سے ایک خوش ہوئی

تو دوسری ناراض ہو جائیگی۔ اور جس شخص کی نگاہوں میں آخرت رچی اور بسی ہے اس کو دنیا و مافیہا سے کوئی خوشی نہ ہوگی۔ اور یہ فانی دنیا تو مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے حق میں یہی جنت ہے۔

بزرگانِ سلف سے منقول ہے کہ جب کوئی بیمار اور مفلس شخص اہل اللہ کی صحبت میں کچھ عرصہ رہتا تو پھر وہ صحت اور مالداری کا طلب گار نہیں رہتا، بیماری تو ایک دولت ہے جو اللہ کے دوستوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال لطف و کرم سے آں محسن کے امثال کو زر و مال کی آمدنی کی کثرت کے باوجود کامیاب فقر سے ہمکنار فرماتا ہے۔ حدیث شریف ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود وہ بھی انبیائے کرام سے پانچ سو سال کے بعد جنت میں داخل ہوں گے اللھم احیینی فقیرًا و امتنی فقیرا واحشرنی فی زمرۃ الفقراء۔

دعا ہے کہ ذاتِ شریف صحت جسمانی اور روحانی کے ساتھ حافظ حقیقی کی حفاظت میں محفوظ و مامون رہیں۔

اللہ کی نصرت و تائید تمہارے ساتھ رہے تم جہاں کہیں رہو۔

مکتوب بنام رسالدار یوسف خان شروانی

بعد از سلام مسنون کے واضح خاطر سعادت ہوئے کہ محرم سنہ ۱۲۶۳ھ کا التفات نامہ موصول ہوا۔ آپ کی خیریت اور مزاج رو بصحت ہونے کی اطلاع سے دل کو اطمینان حاصل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قضاء و قدر میں کسی چیز سے تغیر و تبدّل ممکن ہے تو وہ صرف دُعا ہے لایرد القضاء الا الدعاء اس لئے فقیر آپ کو اجازت دیتا ہے کہ سورۃ الشفاء (سورۃ الفاتحہ) کو درود شفا کے ساتھ چینی کے برتن پر کسی بزرگ سے زعفران سے لکھوائیے اور چودہ دن تک ہر روز علی الصباح گلاب کے پانی سے دھو کر پی لیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی "شرح سفر السعادۃ" میں فرماتے ہیں، دعا طب روحانی ہے۔ اگر وہ پوری توجہ کے ساتھ بزرگوں کی زبان سے جاری ہو جائے، لیکن یہ چیز نادر ہو چکی ہے اور لوگ طب جسمانی کی ضرورت کی طرف متوجہ ہو کر دُعا وغیرہ سے غافل ہو گئے ہیں۔

یہ فقیر خود کو دعا کے شایان تو نہیں سمجھتا لیکن دعائیں قبول ہونے کی امید میں آپ کے لئے دُعا کرنے سے خود کو علیحدہ بھی نہیں رکھ سکتا۔ درود شفا یہ ہے:۔

اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد بعدد کل داء و دواء و بعدد کل علۃ و شفاء۔

اللہ کی نصرت و تائید تمہارے ساتھ رہے تم جہاں کہیں رہو۔

مکتوب بنام بخشی محمد محی الدین علیخان صاحب مہکری

بعد الحمد والصلوٰۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

التفات نامہ جو لوگوں کی بدسلوکی اور دنیا کی بے وفائی پر مشتمل تھا' موصول ہوا۔

مخدومی! حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا اور دنیا والوں سے کسی قسم کی امید اور اعتماد نہیں رکھنا چاہئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باتفاق اہل سنت وجماعت ساری امت میں افضل ترین اور جماعت صدیقین کے سردار ہیں لیکن اس کے باوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ سے بھی کسی قسم کی امید نہیں رکھتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے اگر اللہ تعالیٰ کے سوا انسانوں میں سے کسی کو دوست رکھنا جائز ہوتا تو میں ابوبکرؓ کو اپنا دوست بنالیتا' اسی سے آپ دنیا والوں کی حالت پر قیاس کرسکتے ہیں۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

دنیا کبھی کھانے پینے اور اوڑھنے کی صورت میں سامنے آتی ہے تو کبھی بیوی اور بچوں کا روپ دھارے نمودار ہوتی ہے اور کبھی زر و زیور اور عزت و وجاہت اور حسن و جمال کے لبادہ میں جلوہ گر ہوتی ہے اور وفاداری و رفاقت دوام کا دم بھرتی اور یقین دلاتی ہے۔ جب کوئی شخص اسکی باتوں اور اداؤں کو سچ جانتے ہوئے اس پر دل و جان سے فریفتہ ہو جاتا ہے تو اچانک سر اٹھاتی ہے اور بے وفائی' اور بدعہدی ظاہر کردیتی ہے۔ بیوی رہیگی نہ اولاد' ماکولات رہیں گے نہ ملبوسات' زر و جواہر رہیں گے نہ عزت و حرمت۔ اگر اتفاقاً دنیا اس شخص کی رفاقت بھی کرے تو ملک الموت کے ذریعہ اس کو دنیا سے رہائی دلائی جاتی ہے اس وقت اس کو اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کو چھوڑ جانے کا غم دامنگیر ہو جاتا ہے اور پوری طرح سے دنیا کے چہرہ کی قباحت اور اس کی بے وفائی اس پر ظاہر ہو جاتی ہے' اور یہ بے چارہ دل پُر اضطرار کے ساتھ قبر میں چلا جاتا ہے' اور اپنے اعمال کا رہین بن جاتا ہے اور نان و کباب کے بدلہ میں لقمۂ خاک اور ریشم و حریر کے عوض بستر تراب' اس کے لئے نقد وقت بن جاتا ہے اور سارا بدن حشرات الارض کا لقمہ بن جاتا ہے اور اس کی بیوی نکاح کے ذریعہ کسی کی آغوش میں چلی جاتی ہے اور اس کے فرزند سیر و تفریح میں مشغول ہو جاتے ہیں' اور مال و دولت کا وہ انبار اور ذخیرہ جس کو اس نے انتہائی محنت و مشقت سے جمع کیا تھا وارثوں میں تقسیم ہونے لگتا ہے جو اسکی موت کے متمنی رہا کرتے تھے۔ نعوذ باللہ

مخدومی!

دنیا میں ایک مومن کو اس طرح رہنا چاہئے کہ جس طرح رفع حاجت کے لئے کراہت کے ساتھ بیت الخلا میں رہتے ہیں' اور جیسے ہی ضرورت پوری ہوئی فوراً وہاں سے باہر نکل جاتے ہیں۔ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

نے اپنی دنیا کو اتنی محدود کر رکھا تھا کہ ایک سال، دو سال گذر جاتے کوئی آپ کو دیکھ نہیں پاتا کہ کہاں رہتے اور کیا کھاتے پیتے۔ سوکھا کھجور آپ کی غذا پیوند بھرا کرتہ آپ کا لباس تھا۔

اللہ سے امید ہے کہ وہ ہمیں اور تمہیں دُنیا کی لذتوں چکنی و شیریں غذاؤں، رنگین و منقش لباسوں، عزت کی طلب اور مالداروں کی صحبت سے محفوظ رکھیگا اور موت کی یاد اور آخرت کے احوال سے غافل نہیں فرمائے گا۔ اللہ کی نصرت و تائید تمہارے ساتھ رہے، تم جہاں کہیں رہو۔

مکتوب بنام غلام نبی فرزندِ غلام حسین منشی محکمۂ نواب

بعد الحمد والصلوٰۃ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خاطر شریف پر واضح ہو کہ مورخہ ۱۹ ـ جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ کا التفات نامہ جو من عرف نفسہ کی پہچان و معرفت اور لطائف کے بیان اور سلسلہ کی طلب پر مشتمل تھا موصول ہوا۔

اس دورِ غفلت شان میں آپ کا یہ استفسار دیکھ کر دل کو خوشیاں اور مسرتیں حاصل ہوئیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ساتھ انس و محبت آپ کے دل میں گھر کر گئی ہے۔ پیالہ سے وہی چیز چھلکتی ہے جو اس میں رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے کاموں میں خیر و برکت عطا فرمائے۔

اسرار و معارف حاصل کرنے میں جسمانی صحبت کو بڑا دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک غیر صحابی کا کوہِ اُحد کی مقدار میں دیا گیا ہوا سونے کا صدقہ کا ثواب ایک صحابیٔ رسول صلعم کے مٹھی بھر گیہوں کے صدقہ کی ہمسری و برابری کر نہیں سکتا۔ اگر اللہ تمہیں کسی مرشدِ کامل کی صحبت نصیب کرے تو یہ تمہارے لئے ایک ایسی نعمت ہوگی جس سے بڑھ کر کوئی سعادت و بھلائی نہیں۔ نیک صحبت میسر آنے تک امام غزالی کی کتاب کیمیائے سعادت کا مطالعہ کرتے رہیں۔ آپ کے حسبِ خواہش بزرگانِ طریقت کا سلسلہ ارسال کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دنیا میں مبتلا ہو جانے سے محفوظ رکھے۔ جو آخرت میں کام آنے والی نہیں ہے، اور نہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

اللہ کی نصرت و تائید تمہارے ساتھ رہے تم جہاں کہیں رہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک اہم فتویٰ

مجدد جنوبی ہند حضرت مولٰنا مولوی شاہ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف الحسنی الحسینی القادری المعروف **قطب ویلور** قدس اللہ اسرارہم، نے میر محی الدین صاحب کے استفسار پر درج ذیل فتویٰ فارسی زبان میں تحریر کیا تھا۔ جس کا ترجمہ حاضر ہے۔

ادارہ

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ السلام التحیات خاطر سعادت ذخائر پر واضح ہو کہ آں عزیز نے ولادت محمد مہدی سے متعلق استفسار کیا تھا۔

سعادت آثار!

اہل تشیع میں فرقۂ باقریہ کے لوگ امام محمد باقر کو مہدی کہتے ہیں، اور فرقۂ جعفریہ کے لوگ امام جعفر صادق کو مہدی کہتے ہیں۔ اور اسی طرح عراق اور دیگر شہروں میں بعض راہ گم کردہ اشخاص نے خود کو مہدی موعود کہا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" کے شروع میں ان امور سے متعلق کچھ باتیں تحریر کی ہے۔

اور فرقۂ مہدویہ نے سید محمد جونپوری کو مہدی موعود قرار دیا ہے۔ "شہب محرقہ" کے مصنف اور دیگر علماء نے اس فرقہ کی تردید میں لکھا ہے۔ نیز سلطان سلیم شاہ کے دور حکومت میں علماء نے اس فرقہ سے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے، وہ کتاب "تاریخ فرشتہ" میں مرقوم ہے۔ اس فرقہ کے عقائد و نظریات کا دار و مدار ضعیف اور موضوع احادیث پر ہے۔ جو لوگ عالم ہیں وہی احادیث میں موضوع اور غیر موضوع، صحیح اور غیر صحیح، ضعیف اور غیر ضعیف کے فرق و امتیاز کو سمجھ سکتے ہیں۔ لہٰذا تمہارے لئے فقیر کی یہ ہدایت ہے کہ خود کو اس قسم کی بحثوں سے دور رکھیئے اور ان مباحث کو علماء کے حوالہ کر دیجیے۔

نیز آں عزیز نے سوم۔ دہم اور چہلم کے صدقہ سے متعلق مسئلہ دریافت کیا تھا:

محبت اطوار!

رحلت شدہ لوگوں کے لئے صدقہ و خیرات کرنا جائز اور نفع بخش ہے بشرطیکہ زمان و مکان کی قید

نہ ہو۔ حدیث شریف میں وارد ہے الصدقۃ تطفیٔ الخطیات کما یطفی الماء النار صدقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جیسا کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ صدقہ کسی مخصوص جگہ اور خاص وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے اور وہ مطلق وارد ہے۔ اور مطلق کو مطلق پر محمول کرنا ارباب اصول کے مقررہ قواعد میں سے ہے۔

نیز مجھے یہ ثبوت نہیں مل سکا کہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں صدقہ مخصوص متعین دنوں میں دیا گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ صدقہ ایک عبادت ہے۔ غیر مشروع قید و تخصیص کی علت سے وہ زمانی ہوگا یا مکانی۔ یا بوجہ دیگر بدعت ہوگا جیسا کہ اصول میں قرار پایا ہے۔

ہاں! اتنی بات تو بالکل صحیح اور درست ہے کہ اموات کے نام سے سات روز تک صدقہ و خیرات کرنا ایک مستحب کام ہے۔ اور وقت و زمان کی یہ تخصیص مشروع ہوگی جیسا کہ شرح مشکوٰۃ شریف کے باب "زیارت القبور" میں مذکور ہے۔

اور بعض علماء اس حدیث کی بنیاد پر سالانہ صدقہ و خیرات کو مستحب قرار دیتے ہیں یاتی قبور الشہداء علی رأس کل حول اور صدقات مخصوصہ کی بدعیت میں کسی کو اختلاف نہیں۔

ملک العلماء مولانا عبد العلی قدس سرہٗ، اور مدراس و کلکتہ کے علماء بھی اس مسئلہ میں متفق ہیں، علمائے مدراس کا جواب اور کلکتہ کے علماء کا جواب ملاحظہ کیجیے آپ کو ساری تفصیل معلوم ہو جائیگی۔

بہت سے نیم ملا قسم کے لوگ ضعیف روایات کو ہر کس و ناکس سے حاصل کر لیتے ہیں اور اپنی مؤلفات میں شامل کر دیتے ہیں، لہٰذا ان کی روایات کی جانب توجہ نہ دیں اور مشہور و معروف کتب متداولہ کے مطالعہ سے کنارہ کش نہ رہیں۔

نیز آپ نے یہ مسئلہ بھی دریافت کیا تھا کہ اذاں میں اشہد ان محمدا رسول اللہ کا کلمہ سننے کے وقت انگلیوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

اذاں میں انگوٹھے چومنے سے متعلق بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ عمل مستحب ہے۔ صاحب مصابیح نے اس سلسلہ میں ایک روایت بھی نقل کی ہے لیکن بعض علماء نے اس روایت کی ضعیت پر بحث کی ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل "شرح نامِ حق" میں تلاش کیجیے۔

حاصل کلام اذاں میں اشہد ان محمد رسول اللہ پر انگوٹھے چومنے کے بارے میں سند موجود ہے اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولادِ صالح

از عالیجناب سید شاہ عثمان صاحب قادری عرف فصیح پاشاہ
نائب ناظم دارالعلوم لطیفیہ ویلور بی۔ کام

دُنیا کا یہ دستور ہے کہ جب کسی چیز پر محنت کی جائے تو اس کا بدلہ ملتا ہے' ایک کسان جب کھیت پر محنت کرتا ہے' ہل چلاتا ہے' بیج بوتا ہے اور اسکی آبیاری کرتا ہے' تو اس کو اس محنت و کاوش کا ثمرہ لہلہاتے ہوئے سرسبز و شاداب کھیت کی صورت میں حاصل ہے اور جب کوئی ڈاکٹر کسی مریض پہ محنت صرف کرتا ہے اور رات دن دواؤں غیرہ کے ذریعہ اس کا علاج و معالجہ کرتا ہے تو مریض کو صحت و تندرستی میسر آتی ہے اور جب کوئی تاجر تجارت پر اپنی محنتیں صرف کرتا ہے تو اس کو نفع حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح ماں باپ اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلاتے ہیں اور ان کے اخلاق و عادات بہتر بنانے میں محنت کرتے ہیں' ان کو اس محنت کے بدلہ میں اولاد صالح ملتی ہے جو ان کو بڑھاپے میں سہارا ثابت ہوتی ہے۔ اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب کسی چیز کا حصول مسلسل جد وجہد اور پیہم سعی و کاوش کے بغیر ناممکن ہے تو کسی آدمی کو اولاد نیک اور صالح کیونکر بلا مشقت میسر آسکتی ہے۔ اس لئے اسلام نے اولاد کی تعلیم و تربیت پرورش و پرداخت اور سیرت و کردار کی تشکیل و تعمیر کے لئے والدین کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ قرآن کریم نے صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا ؕ

مولانا سید سلیمان ندوی سیرۃ النبی میں فرماتے ہیں' اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچانا بزرگ خاندان کا فرض ہے۔ یہ آگ جہنم کی آگ ہے مگر اس سے مقصود اُن تمام برائیوں' خرابیوں اور ہلاکتوں سے ان کی حفاظت ہے جو بالآخر انسان کو دوزخ کی آگ کا مستحق بنا دیتی ہیں۔ اس طرح گھر کے سردار پر اولاد کی اخلاقی تربیت دینی تعلیم اور نگہداشت کا فرض عائد کیا ہے۔ اولاد کو دینی اور روحانی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے میں والدین کو اپنی ساری کوششیں اور محنتیں صرف کرنی چاہیئے اور اس راہ میں ہر قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرنی چاہیئے۔

یہ والدین کی ذمہ داری بھی ہے اور اولاد کے ساتھ احسان اور خود اپنی ذات کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے' کہ آدمی مرجاتا ہے تو اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے۔

مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا اجر و ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ کر جائے جیسے بندوں کی فلاح و بہبودی اور فائدے کیلئے سرایا تعمیر کردے۔ کنواں کھدوادے، مسجد و مدرسہ اور خانقاہ تعمیر کردے کہ لوگ تعلیم، تزکیہ اور عبادت کرسکیں اور اسی طرح دیگر رفاہِ عام کے کام انجام دے۔

دوسرا یہ کہ وہ ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں جیسے کتب خانہ کا قیام کسی کو تعلیم دینا وغیرہ۔ تیسرا یہ کہ صالح اولاد جو ماں باپ کے لئے دُعائے مغفرت کرتی رہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب تک اولاد کو نیک بنانے کی کوشش نہ کی جائے تو وہ نیک اور صالح نہیں بن سکتی۔ جب صالح نہ بن سکی تو وہ اپنے والدین کے لئے مغفرت بھی کیونکر کرسکتی ہے۔

روضۃ الریاحین میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ ایک بزرگ نے خواب دیکھا کہ قبرستان کی قبریں شق ہوگئی ہیں اور تمام مُردے باہر نکل کر کسی چیز کے چننے میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن ایک آدمی اپنی قبر کے باہر خاموش بیٹھا ہوا ہے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں، میں اس شخص کے پاس چلا گیا اور پوچھا، یہ تمام آدمی کیا چن رہے ہیں۔ اور تم کیوں نہیں چن رہے ہو؟ اُس نے جواب دیا جو لوگ صدقہ و خیرات اور دُعائے مغفرت اور کلمات طیبہ کا ثواب اصحاب قبور کو بھیجتے ہیں ان کے انوار و برکات کو یہ لوگ سمیٹ رہے ہیں اور میرے خاموش بیٹھنے کی وجہ یہ ہے کہ میرا ایک صالح فرزند ہے جو فلاں بازار میں حلوے کی تجارت کرتا ہے اور اس کا روزانہ کا معمول ہے کہ وہ قرآن کریم کا کچھ حصّہ پڑھ کر اس کا ثواب مجھے پہنچاتا ہے، جس کی وجہ سے میں ان برکات کے چننے سے مستغنی ہوں۔ ان بزرگ کا کہنا ہے کہ صبح نیند سے بیدار ہونے کے بعد میں اس بازار میں چلا گیا تو دیکھا واقعی ایک نوجوان دکان میں بیٹھا ہُوا ہے اور اس کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا پڑھ رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ قرآن کریم کا کچھ حصّہ تلاوت کررہا ہوں تاکہ اس کا ثواب والدِ مرحوم کے لئے ایصال کر سکوں۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں، ایک عرصہ کے بعد مجھے خواب میں وہی منظر دوبارہ نظر آیا، قبرستان کے تمام مردے حسب سابق چن رہے ہیں اور یہ شخص بھی ان میں شامل ہے جو پہلی بار چننے سے مستغنی تھا۔ صبح اٹھنے کے بعد میں اس بازار میں چلا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ نوجوان انتقال کرگیا۔ اسلام نے جہاں اولاد کو نیک، صالح اور تعلیم یافتہ مہذب انسان بنانے کی ذمہ داری والدین پر عائد کی ہے، وہاں اولاد کو ماں باپ کے ساتھ طاعت و فرماں برداری اور حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے، کیونکہ والدین ہی اولاد کے وجود کا ظاہری محسوس سبب ہیں اور ان ہی کی پرورش میں اولاد کی نشو و نما ہوتی ہے۔ اسی لئے خدائے تعالیٰ نے اپنی شکر گذاری کے ساتھ

ساتھ والدین کی شکر گذاری کی ھدایت وتاکید فرمائی۔

قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ان اشکر لی ولوالدیك
(ہم نے انسان کو ہدایت دی کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کے شکر گذار رہو۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا واخفض لهما جناح الذل من الرحمة عاجزی ونرمی سے ان کے سامنے بچھے رہو۔ والدین کی اطاعت کو ہر حال میں ضروری قرار دیا بجز اس کے کہ وہ کفر وشرک کی ترغیب وتحریص دلائیں تو ان کی فرماں برداری سے انکار کیا جائے۔

وان جاهداك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما في الدنيا معروفا۔

اگر ماں باپ دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک بناؤ جس کا تمہیں علم نہیں ہے تو ہرگز ان کی بات نہ مانیں اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے رہیں،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں' ایک شخص نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد میں شرکت کی خواہش ظاہر کی۔ آپؐ نے اس سے پوچھا تمہارے والدین زندہ ہیں۔ اس نے عرض کیا ہاں زندہ ہیں۔ ارشاد فرمایا جاؤ ان کی خدمت میں رہو' تمہارے لئے یہی جہاد ہے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا' میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ ارشاد فرمایا تمہاری والدہ اس نے پوچھا پھر کون ہے؟ ارشاد فرمایا تمہارے والد۔

حضور اکرمؐ کے ارشاد وحکم پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جو طبقہ تابعین میں افضل بزرگ ہیں اپنی والدہ کی خدمت میں اس قدر مصروف عمل رہے کہ کبھی بارگاہ رسالت میں حاضری کا موقعہ ہی نہ مل سکا یہاں تک کہ سرور عالمؐ نے دنیا سے پردہ فرمایا۔ آپ کو صحابی رسول ہونے کا عظیم ترین شرف حاصل نہ ہو سکا' لیکن والدہ کی خدمت کا صلہ یہ ملا کہ براہ راست سرورِ عالم سے روحانی تربیت حاصل فرمائی۔ والدین کی اطاعت اور انکی خوشنودی میں دنیاوی فوز وفلاح اور اخروی نجات مضمر ہے۔ چنانچہ حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے چار بیٹے تھے، وہ بیمار ہوا اس کے بیٹوں میں سے ایک نے اپنے تین بھائیوں سے کہا کہ اگر تم باپ کی تیمارداری اس شرط پر کرو کہ تم کو باپ کی میراث میں سے کچھ نہیں ملیگا تو تم کرو' ورنہ میں اس شرط پر تیمارداری کرتا ہوں کہ میراث میں سے کچھ نہ لوں گا۔

ان تینوں نے اپنے بھائی کی یہ عجیب شرط سن کر کہا کہ تم ہی اس شرط پر تیمارداری کرو' ہم اس کے لئے تیار نہیں۔ چنانچہ اس چوتھے لڑکے نے نہایت اخلاص کے ساتھ اپنے باپ کی خوب خوب خدمت انجام دی۔ یہاں تک کہ باپ کا انتقال ہوگیا اور شرط کے موافق باپ کی میراث میں سے کچھ نہ لیا۔ رات کو خواب میں دیکھا

کہ کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں جگہ سو اشرفیاں گڑھی ہوئی ہیں، وہ تو حاصل کر لے۔ وہ حلال اور جائز ہیں۔ اس نے خواب میں ہی دریافت کیا کہ کیا ان میں برکت بھی ہوگی، تو ندا دینے والے نے کہا برکت تو ان میں نہیں ہے۔ صبح کو اپنی بیوی سے اس خواب کا ذکر کیا تو اس نے ان کے نکالنے پر اصرار کیا۔ لیکن اس نے نہ مانا، دوسرے دن پھر خواب میں دیکھا جس میں کسی نے دوسری جگہ دس دینار بتلائے۔ اس نے پھر وہی برکت کا سوال کیا تو اس نے کہا کہ برکت اس میں بھی نہیں ہے۔

صبح اس شخص نے اپنی بیوی سے اس کا بھی ذکر کیا۔ اس نے پھر ان کے نکالنے کا اصرار کیا، مگر اس شخص نے نہ مانا، تیسرے دن اس نے پھر خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ فلاں جگہ جاؤ، وہاں تجھے ایک دینار ملے گا، وہ لے لے۔ اس نے پھر وہی برکت کا سوال کیا تو اس شخص نے جواب دیا ہاں اس ایک دینار میں برکت ہے۔ یہ جا کر وہ دینار لے آیا اور بازار جا کر اس سے دو مچھلیاں خریدیں، جن میں سے ہر ایک کے اندر سے ایک ایسا بڑا اور قیمتی موتی نکلا کہ اس قسم کا عمر بھر کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ بادشاہِ وقت کو اس کی جب اطلاع ملی تو اس نے موتی کو بہت اصرار سے نوّے خچروں کے بوجھ کی مقدار سونے سے خریدا۔ دنیا ہی میں اخلاص کے ساتھ خدمت کرنے کا جب یہ بدلہ ملا تو آخرت میں کس قدر بے حد و حساب بدلہ ملے گا، اس سے ظاہر ہے۔

روایتوں میں آیا ہے کہ ایک شخص کا دم نہیں نکل رہا تھا لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور فرمایا کہ فلاں شخص کا دم نہیں نکل رہا ہے۔ آپؐ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اپنی والدہ کا نافرمان لڑکا تھا۔ آپؐ نے والدہ کو طلب کیا اور اس آدمی کو معاف کرنے کو کہا، بڑھیا نے معاف کرنے سے انکار کیا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اس کو آگ میں ڈالا جائے۔ یہ سُن کر اس کی ماں کا دل تڑپ اٹھا اور اس نے اپنے نافرمان لڑکے کو معاف کر دیا۔ اس کے فوری بعد اس آدمی کا دم نکل گیا۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنّت ہے۔

ان الجنة تحت اقدام امهاتکم۔

حاصل کلام! والدین کا یہ عظیم فریضہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نیک و صالح بنانے کی کما حقہ سعی اور تدبر و کوشش کرنی چاہئے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہئے کہ وہ اولاد کو ان کے حق میں آنکھوں کی ٹھنڈک دل کا سرور، اور آخرت میں مغفرت کا سبب بنائے۔

وما علینا الا البلاغ

انسانیت کے شیریں اثرات

از محمد عبدالحی قریشی ایم۔اے۔ ویلور

اسلام، تہذیب و تمدن کے معاشرہ کا اثر ہر مسلم پر اس طرح واقع ہوتا ہے کہ وہ کلمۂ طیبہ کا پابند ہونے کے باوجود کبھی کوئی شخص عملی زندگی میں کسی لغزش کا اگر مرتکب ہو جائے تو اللہ کی ذات سے بخشش کا منتظر ہو جاتا ہے یعنی وہ شریعت کی پابندی سے ہٹ کر ایسا کام کرے جو اسلامی نقطۂ نظر سے گناہ کہلائے چاہے گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ تو اللہ سے معافی کا طلبگار ہو جانا لازمی ہے، ایسا کیوں ہوتا ہے؟ صرف اس لئے کہ وہ انسان ہے جس کے اندر نفس کو رغلانا ضروری ہے، لیکن ہر انسان میں انسانیت مرور ہوتی ہے، اس کے باوجود شیطنیت اتنا جلد زور پکڑتی ہے کہ وہ انسانیت پر غالب آجاتی ہے اُس وقت انسان انسان نہیں رہتا بلکہ وہ حیوان کے مثل بنجاتا ہے۔

دنیائے فانی میں ہر طرف بُرائی پھیلی ہوئی ہے اور جب تک انسانی زندگی میں سچائی کا اظہار پورے طور پر نہ ہو تو انسانیت کے اثرات دل و دماغ، اور رُوح پر نہیں ہونگے تو ایسی صورت میں اصلاح کی طرف مائل ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ جب کسی انسان میں بُرائی کے اثرات سرایت کر گئے ہوں، تو اُس شخص کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ گرچہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ کیوں نہ ہو، یا اعلیٰ حسب نسب کا مالک کیوں نہ ہو۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اور جیسے جیسے وہ گناہوں میں بڑھتا چلا جاتا ہے، اس طرح وہ نقطہ بھی پھیلتے جاتا ہے، یہاں تک کہ سارا قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تمہارے جسموں میں ایک حصہ ہے، اگر وہ صحیح و سالم اور درست رہا تو سارے اعضاء صحیح ہوں گے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو تمام اعضاء بھی خراب ہو جائیں گے، آگاہ رہے وہ قلب ہے۔

ایک انسان دوسرے سے کسی نہ کسی قسم کا لگاؤ رکھتا ہے خواہ علمی و ادبی ہو، یا مذہبی یا دنیوی ہو اس کو چاہئے کہ ہر حال میں مذہب کی پابندی کریں تاکہ اس پر کسی قسم کے بُرے اثرات نہ ہونے پائے۔ سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب اسلام کا بول بالا ہوا تو ہر شخص انہیں دیکھ کر خوش ہوتا تھا، اُس وقت پیارے

نبی کی پیاری باتیں بہت اثر پذیر ہونے لگیں اور ہر قسم کے لوگ دینِ اسلام قبول کرنے کے لئے جوق در جوق چلے آئے۔ واقعہ یہ ہے کہ بائلہ نامی ایک سارنگی باز غلام تھا جس کی مُلاقات سرکار سے ہوئی تھی اور سرکار نے کہا "بائلہ کیا تم لفظ اللہ کو سارنگی سے نکال سکتے ہو؟ تو اس نے لفظ اللہ کو سارنگی پہ بجانے لگا تو وہ کیفیت طاری ہوئی ہے کہ وہاں پر سب لوگ سن کر سہم جاتے ہیں۔ وہ تو کسی یہودی کے یہاں غلام تھا' میلے کے ختم ہونے کے بعد واپس ہو جاتا ہے۔ اتفاقاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہّ معظمہ میں اس گلی سے گذر رہے تھے جہاں پر اس یہودی کا مکان تھا' وہاں پہ چیخ و پکار اور بلبلانے کی آواز سنائی دیتی ہے تو فوراً مخاطب ہوتے ہیں۔ اُنہیں معلوم ہوا کہ بائلہ غلام کو کمرہ میں بند کیا گیا ہے' صرف اس لئے کہ وہ یہودی جو اس کا مالک تھا اسے نیند لانے اور اُسے بیدار کرنے کے لئے سارنگی بجانے پر مقرر کیا تھا لیکن بائلہ غلام نے اپنی سارنگی سے نیند لانے والی سُر نکالنے کی بجائے لفظ اَللہ کی آواز نکال رہا تھا جس کی وجہ سے مالک تنگ آجاتا ہے اور اُس کو زنجیروں میں جکڑ کر سزا دینے والے کمرے میں بند کر دیتا ہے' جہاں پر اس کو بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ اللہ کو بار بار پکار چیختا ہے تو صرف ابو بکر صدیقؓ کو رحم آتا ہے اور آپ بائلہ غلام کے مالک یہودی سے ملاقات کرتے ہیں۔ بائلہ کے رہائی کے لئے جو بھی دام یہودی نے طلب کیا اس کو ادا کر دیتے ہیں اور اس کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاتے ہیں اور بائلہ کو مشرف با اسلام کرتے ہیں' اُسی وقت سے حبشی غلام بائلہ کا نام حضرت بلالؓ ہو جاتا ہے۔ حضورؐ انہیں اذاں دینے کے لئے مقرر فرماتے ہیں۔ کیونکہ ان کی آواز سُریلی پُر سوز اور دلوں کو موہ لینے والی ہوتی تھی۔ دَورِ اسلام میں لوگ پنج وقتہ نماز کے لئے حضرت بلالؓ کی اذاں سُن کر فوراً اپنے کاروبار چھوڑ کر مسجدِ نبویؐ میں داخل ہو جایا کرتے تھے۔

دوسرا واقعہ جو انسانیت کے شیریں اثرات کا بہترین نمونہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک جنگ کے دَوران میں ایک بڑے طاقتور یہودی پہلوان کو بمشکل نیچے گرکے اس پہ حاوی ہو جاتے ہیں تو وہ یہودی حضرت علیؓ کے پُر نور چہرۂ مبارک پر تھوک دیتا ہے۔ حضرت علی اُس پر سے چپ چاپ اُتر جاتے ہیں' اور کہتے ہیں "میں نے تجھے معاف کیا"۔ تو یہودی کہتا ہے کہ میرے تھوکنے سے آپ کو اور بھی غصّہ ہونا چاہیئے تھا اس کے بجائے آپ خاموشی کے ساتھ معاف کر دیتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اسلام میں غصّہ حرام قرار دیا گیا ہے' اور اگر میں تجھ کو اس غصہ کے عالم میں قتل کر دیتا تو یہ قتل اسلام کے لئے نہیں بلکہ اپنے نفس کے لئے ہوتا۔ ڈاکٹر اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے، نہ ناری

مذہب اسلام میں انسان کا ہر عمل اُس کی تعلیمات کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علیؓ نے ثابت کر دکھایا جس کا اثر یہ ہوا کہ اُس یہودی کا دل ایکدم متاثر ہو جاتا ہے اور وہ مشرف بہ اسلام ہو جاتا ہے۔ انسانیت ایک ایسی حقیقت ہے جو بنائے سے نہیں بنتی اور دکھانے سے نظر نہیں آتی بلکہ دنیا میں مومنانہ زندگی کا ہر پہلو انسانی طرزِ عمل پہ مبنی، کیونکہ ہر انسان فطرت اسلام پہ پیدا ہوتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے لوگ بھی انسان تھے لیکن ان کے اندر کی حیوانیت غالب رہی جس کی وجہ سے وہ لوگ بہیمیت و حیوانیت کی سطح پر پہنچے ہوئے تھے، اسی وجہ سے چھوٹے چھوٹے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اور ان کے اندر ہر قسم کی بُرائی موجود تھی اور خواہش نفسانیہ کی وجہ سے اچھے بُرے میں تمیز کرنا محال ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس عرب جیسی جاہل قوم میں ایک عظیم مجسمۂ نور و پیکر لطیف ایک کامل انسان کو پیدا کر دیتا ہے جن کی ذاتِ اقدس سے سارے عرب ممالک میں جہالت کا خاتمہ ہمیشہ کے لئے ہو جاتا ہے یعنی سرکار دو عالمؐ کی بعثت سے شرک و بُت پرستی کا دَور دورہ ختم ہوا۔ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں اوندھے منہ گر پڑے اور انہیں کی دعاؤں سے کفارِ عرب جو اپنے اعمالِ بد کی وجہ سے دوزخی بن گئے تھے، جنت کے اہل و مستحق قرار پاتے ہیں۔

اس دنیائے فانی میں انسان اپنے نفسِ امارہ کا غلام بنا رہتا ہے اور اس کا مقام ناسوت میں واقع ہے جس کی وجہ سے دنیاوی لذتوں کی دُھن اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ شخص اپنے دورانِ زندگی میں اعمال کا جائزہ لینے سے قاصر رہ جاتا ہے۔ اگر ایسے افراد، تعلیم و تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق ہو جائے تو ان کی زندگی پُر لطف بن جاتی ہے، کیونکہ میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کی زندگی میں دینی تعلیم ہی ایک ایسی لاجواب تعلیم ہے جس کی بنا پر انسان میں انسانیت پیدا ہو جاتی ہے اور ہر زمانے میں بزرگانِ دین بھی موجود ہیں اور جو نظاء اوجھل ہو گئے ہیں سب کے سب کامل بھی کو دیکھا خاص دینی عمل کے پابند رہے ہیں جن کا ہر فعل انسانیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ انسان کامل بن جانا کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ اُس مرتبہ درجہ کو پہنچنا تقویٰ ہی سے ممکن ہے جو صرف اللہ پاک کی دین ہے۔

میرے پیر و مرشد کے خاندان میں ہر وقت اور ہر زمانے میں قطب رہے ہیں اور قطب ویلور حضرت سید شاہ عبد اللطیف ذوقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں کامل انسان ہو، کا ثبوت دیا۔ زندگی بھر دار العلوم لطیفیہ کی تعلیم و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور اس زمانے کے لحاظ سے تعلیمی نصابیہ میں اصلاح کئے، اور

کتاب سنت کی تبلیغ اور دعوت و اصلاح کا فریضہ انجام دیا۔ اُسی اصلاح و جد و جہد کی وجہ سے چند سرکش اشخاص نے حضرت قبلہ کے خلاف ایک محضر تیار کیا' کمشنر شمالی آرکاٹ کے نام روانہ کر دیا۔

محضر کے مطابق حضرت قبلہ کو حراست میں لے لئے جانے کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ چتور شمالی آرکاٹ کے اندر رہا ہے' اس لئے وہاں پر نظر بند کر دئے گئے۔ جیل خانے میں نہ روشنی تھی اور نہ کوئی سہولت کا خاص انتظام جسکی وجہ سے حضرت قبلہ بہت آزردہ اور متفکر ہو گئے تھے۔ اذکار و عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جیلر وغیرہ رات کے وقت دورہ کرتے ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت کا کمرہ (Key Hole) کیلی کے سوراخ میں سے جب دیکھا گیا تو روشنی کی شعاعیں چھت سے اندر داخل ہو رہی تھیں اور حضرت قبلہ قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف ہیں۔ یہ واقعہ دوسروں نے بھی دیکھا۔ دوسرے دن شمالی آرکاٹ کے مجسٹریٹ کورٹ میں حاضری ہوتی ہے اور سوالات ہوتے ہیں' جوابات میں کوئی لغزش نہ ہونے کی وجہ انہیں باعزت رہا کر دیا جاتا ہے۔ اُنہیں پوچھا گیا کہ جن مخالفوں نے آپ کو بدنام کرنے کی غرض سے جو کچھ بھی کیا تھا انہیں آپ جو بھی سزائیں تجویز کریں گے اس پر عمل درآمد کرائیں گے۔ حضرت قبلہ نے معاف کر دیا۔ اور وہ لوگ بہت پریشان حال ہو گئے تھے۔ پشیمانی کے عالم میں وہ سب معافی کے خواستگار ہوئے۔ حضرت قبلہ کا یہ طرز عمل انسانیت کا بہترین نمونہ تھا جن سے ان شرپسندوں کے لئے بڑا سبق حاصل ہوا۔

انسان دوستی اور انسانیت کی زندہ و تابندہ مثالیں میرے پیر و مرشد کے خاندان کے بزرگوں کی زندگی سے پیش کر رہا ہوں۔ مولوی الحاج الحافظ سید شاہ عبد اللطیف قادری نقوی (قطب ویلور) کے دور میں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے' مسجد حضرتؒ مکان ویلور میں ایک مسافر جن کا عرف قندھاری مولوی تھا تین روز سے مقیم تھے۔ ان ایام میں مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری مدینہ منورہ میں مقیم تھے جس کی وجہ سے کسی نے اس اجنبی مسافر کی جانب توجہ نہ کی۔ حضرت قطبؒ ویلور خادمہ کے خواب میں فرماتے ہیں' مسجد میں مولوی قندھاری تین روز سے بھوکے ہیں اور کسی نے توجہ نہ دی۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد خادمہ کھانا لے کر مسافر کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بے وقت کھانا دیکھ کر قندھاری تعجب میں پڑ گئے اور وجہ پوچھی تو خادمہ نے حقیقت بیان کی۔

مصنف خانوادۂ اقطاب ویلور' آپ کی ایک کرامت لکھتے ہیں کہ ایک شخص نحوست میں مشہور اور آتش قدم سے معروف تھا۔ لوگ اس سے گھبراتے اور راہ کتراتے تھے۔ اتفاق سے اس کا قدم حضرتؒ مکان کی طرف ہوا۔ لوگ اُسے دیکھ کر گھبرا اٹھے اور آپ کو آتش قدم کی آمد سے اطلاع کی۔ حضرت نے اُسے بلایا اور اپنے نزدیک

بٹھاکر خیریت و عافیت پوچھی تو وہ اپنی زندگی کا درد اور لوگوں کی بدشگونی کی حالت سنایا۔ آپ نے اپنے ساتھ بٹھاکر کھانا کھلایا اور اس کے بعد اپنے ایک مُرید کو جو آمبور کے رئیس تھے ایک رقعہ لکھا جس میں آتش قدم کو کوئی خدمت سپُرد کرنے کا ذکر تھا۔ حامل رقعہ جب اُن کے گھر پہنچا اور صاحب خانہ نے سفارش نامہ ملاحظہ کیا، تو عدد درجہ پریشان ہوگئے کہ مرشد نے کیسے شخص کی سفارش فرمائی، حامل رقعہ کو جواب دئیے بغیر گھر کے اندر چلا گئے۔

اتفاق سے ان کی بیوی کو دردِ زہ شروع ہوگیا اور اس قدر شدت اختیار کرگیا کہ صورت حال نازک ہوتی چلی گئی۔ تو مرید نے خیال کیا کہ یہ میری حکم عدولی کا نتیجہ ہے، جو میری بیوی کو اس صورت میں مل رہا ہے، فوراً باہر آئے اور آتش قدم سے کہا کہ آج سے تم ہمارے یہاں خدمت کرو اور اپنا کام بخوبی انجام دو۔

اللہ کی قدرت دیکھیے کہ وہ ابھی گھر میں داخل ہونے بھی نہ پائے کہ خوشخبری ملی کہ اللہ نے اُنہیں چاند سا لڑکا عطا فرمایا ہے۔ اس کے بعد اللہ نے انہیں ایسی برکت دی کہ آج تک ان کا گھرانہ خوش حال ہے۔

ہندوستان میں مسلمان اور دوسری اقوام بھی مغربی تہذیب و تمدن سے وابستہ اور روشناس ہو گئے، کیونکہ انگریزوں کی حکومت کے پیشتر مسلمانوں ہی کی حکومت ہندوستان پہ قائم تھی۔ جب ہندوستان میں مسلم حکومت کا شیرازہ بکھر گیا تو انگریزوں نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لیا۔ انگریزی تعلیم کو بے حد فروغ دیا۔ انہوں نے مغربی تہذیب و تمدن کا اتنا گہرا اثر ڈالا کہ آج بھی اُس کے ہم لوگ مداح ہیں۔ اُن کے دَورِ حکومت میں ہندو، اور مسلم یوروپی طریقۂ زندگی کو اپنائے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے اپنے مذہب کو مضبوطی کے ساتھ تھام رکھا۔ کیونکہ اسلام ایک ایسا سچّا مذہب ہے، کہ جو کوئی بھی مسلم ہے، وہ ہر طرح کلمۂ طیبہ کا حامی اور ارکانِ اسلام کا پابند ہے۔ جس کی فضیلت یہ ہے کہ ہم لوگ بھی ہندوستان میں عزّت و وقار کی زندگی گذار رہے ہیں یعنی کلام اللہ کی تلاوت، نماز کی پابندی سے اسلامی طریقۂ زندگی کے شیدا بن جائیںگے۔ بلکہ جو بھی مسلم ہے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے گا، وہ اللہ کی عبادت ہوجاتی ہے۔ جب اللہ کی عبادت ہوتی ہے تو گناہوں کی تلافی بھی یقیناً ہوجاتی ہے بشرطیکہ گناہ دہرایا نہ جائے۔

زمانۂ قدیم کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یوروپ میں یونان ملک کو بے انتہا شہرت اور عزّت حاصل تھی، وہاں پہ ایتھنز نامی شہر جس کے باشندے لاطینی زبان بولنے والے اور ان کی تہذیب بھی لاطینی کہلاتی تھی، کیونکہ حکومت روما کے دَور میں وہ شہر روما کی سلطنت سے ملحق تھا۔ لاطینی تہذیب و تمدن کے ممالک میں فن کاریگری بہت ترقی پذیر رہا ہے چنانچہ علامہ ڈاکٹر افضل العلماء

محمد عبدالحیؒ صاحب اپنے مضمون "پامپئی" میں درج کرتے ہیں کہ شہر روما کے قریب دو ہزار سال بیشتر "پامپئی" شہر قدرتی قہر الٰہی کی نذر ہو گیا تھا۔ وہاں پر جب کھدوائی کا کام جاری تھا، دوران سیاحت میں ڈاکٹر حقؔ صاحب آثارِ قدیمہ کی تلاش میں وہاں پہنچے ہیں اور حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بہت سے مقامات جہاں پر کھدائی ہو رہی تھی ایسے ایسے نمونے برآمد ہونے لگے کہ ڈاکٹر صاحب بیحد متاثر ہوتے ہیں کہ فن کاریگری اُس زمانے میں معیار پر تھی، کیونکہ نقش و نگاری بالکل پاکیزہ اور عمدہ تھی جسکو دیکھنے ہی سے حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یونان والے زیادہ تر بت پرست تھے۔ اور فن ریگری میں ید طولیٰ رکھتے تھے جس کی بنا پر وہاں کی ایک مندر میں ایک بہترین بت تراشا ہوا رکھا تھا، یکایک اس کو آگ لگ جاتی ہے اور وہاں پر جو لوگ اپنے پوجا پاٹ کے لئے موجود تھے اور انکے ہمراہ اپنے بچے وغیرہ بھی تھے۔ اس بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے ہر طرف پھیلتے گئے اور لوگوں میں انتہا درجہ کی بے چینی پیدا ہو گئی کیونکہ مندر کے چھت کے ستون جل کر نیچے گرنے لگے تھے۔ اُس وقت ایک معصوم بچہ شعلوں کی زد میں آگیا ہے —— لوگ شور وغل کر رہے تھے اس ننھے سے بچہ کی جان بچانے کی بجائے اس تراشے ہوئے بُت کو بچانے کے لئے کوشش کر رہے تھے، اُس وقت ننھے بچہ کی جان بلبلا رہی تھی تڑپ رہی تھی۔ بچہ پکار پکار چلا رہا تھا لیکن اس کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ اللہ کا فضل ہوتا ہے کہ اس وقت ایک صاحب دلؒ وہاں گذر رہے تھے تو اس شور وغل کی وجہ سے اندر داخل ہوتے ہیں اور سیدھے ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کے بیچ سے بچہ کو اٹھا لیتے ہیں اور ان لوگوں سے کہنے لگتے ہیں کہ تم لوگوں میں انسانیت بالکل نہیں ہے اور نہ اُسکی قدر کر سکتے تھے۔ تم لوگ فن کاریگری کے ماننے والو اور بتوں کی پرستش کرنے والو تم کو یہ سمجھ نہیں کہ یہ معصوم بچہ جو آگ میں گھر گیا ہے اس کی جان خطرہ میں تھی، تم نہیں جانتے ہو کہ یہ بچہ بڑا ہو کر اس قسم کے کتنے بت تراش سکتا ہے لیکن یہ بچہ اگر ختم ہو جاتا تو فن کاریگری کوئی کام کی نہیں رہیگی۔ اس لئے تم انسانیت کا سبق سیکھو۔ جب تمہیں پیدا کرنے والے اللہ کی حقیقت معلوم ہو گی۔

ایک اور واقعہ جو مولانا الطاف حسین حالیؔ صاحبؒ کی زندگی میں پیش ہوا کہ وہ ایکدن کسی سڑک پر سے گذر رہے تھے۔ راستے میں چند لڑکے چھوٹے اور بڑے سب کھیل رہے تھے ان میں ایک چھوٹا لڑکا سڑک کے پاس والی نالی میں گر پڑتا ہے اور گندے پانی میں گرنے کی وجہ سے وہ اوپر پہنچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ہر شخص جو بھی وہاں سے گذر رہا تھا اُس کو دیکھ رہا تھا لیکن سب خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ اس بچہ کی جان بچانے کے لئے کوئی آگے بڑھ نہیں رہا تھا اسلئے بچہ دم توڑ رہا تھا۔ اس موقعہ پر مولانا صاحب وہاں پہنچتے ہیں اور ایکدم نالی میں کود پڑتے

رسم القرآن

از: جناب ڈاکٹر حکیم سید افسر پاشاہ صاحب مہتمم "شفا ڈسپنسری" گڈپا

کتابتِ قرآن اور ادوارِ اربعہ

سب سے پہلے قرآن مجید کی کتابت مکۂ معظمہ میں خطِ قیراموزی میں ہوئی۔ دوسری بار مدینۂ منورہ میں خطِ حیری میں، پھر تیسری بار سنہ ۱۶۰ ہجری میں خطِ کوفی میں ہوئی، اور چوتھی مرتبہ سنہ ۳۱۸ ہجری میں خطِ نسخ میں ہوئی۔ اور آج تک اسی خط میں ہو رہی ہے اور انشاء اللہ تاقیامِ قیامت اسی خطِ نسخ میں بمصداقِ آیت:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ"

ہوا کرے گی۔ یہی اصطلاح قریش میں عربی خط ہے اور اسی خطِ نسخ پر اجماعِ امت ہے۔

قرآن شریف کی کتابت اگرچہ سب سے پہلے مکہ معظمہ میں ہوئی ہے مگر قطعِ نظر اس کے جب مدینہ منورہ میں پہلی بار خطِ حیری میں ہوئی تو اس کی عام صورت یہ ہوئی کہ مدینہ منورہ میں جہاد و غزوات میں جو قیدی آئے ان کو اس شرط پر رہا کر دیا گیا کہ ان میں کا ہر شخص جو لکھنا پڑھنا جانتا ہو وہ مہاجرین کو لکھنا سکھا دے۔ چنانچہ مہاجرین نے ان قیدیوں سے جو خط سیکھا وہ خطِ حیری تھا

علامہ ابو عمرو الدانی رح اس طرح رقمطراز ہیں:-

حدثنا احمد بن ابراهيم بن فردوس المكىّ اجازة قال نا عبد الرحمٰن بن عبد الله ابن محمد قال حدثنى جدّى قال نا ابن عُيينة عن مجاهد عن الشعبى قال سألنا المهاجرينؓ من اين تعلمتم الكتابة فقالوا من اهل الحيرة وقالوا من اهل الانبار (المقنع صفہ ۱)

ترجمہ:-

حدیث بیان کی ہم سے احمد بن ابراہیم بن فردوس مکی نے اور اُن سے عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن محمد نے، انہوں نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے دادا محمد نے اور ان سے حدیث بیان کی ابن عیینہ نے اور وہ مجاہد سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت شعبی سے کہ شعبی نے فرمایا کہ ہم نے مہاجرین سے پوچھا کہ تم نے کتابت کہاں سے سیکھی؟ تو ان حضرات نے کہا کہ اہلِ حیرہ سے، پھر مزید سوال کیا گیا کہ اہلِ حیرہ نے کہاں سے سیکھی؟ تو انہوں نے کہا اہلِ انبار سے۔ (مقنع صفہ ۱)

اور صاحب "مناہل العرفان" اس طرح رطب اللسان ہیں کہ:-

لان قريشا تعلموا الكتابة من اهل الحيرة

بیشک قریشیوں نے اہل حیرہ سے کتابت سیکھی ـــــ

(مناھل العرفان فی علوم القرآن ص۳۷۵)

یہی بات مسند امام احمد بن حنبل رح کی روایت سے بھی مستنبط ہوتی ہے۔ البتہ اس کے اندر اس طرح کی تفصیل ہے کہ حضراتِ مہاجرین نے اہل حیرہ سے حضراتِ انصار رض کے بچوں نے قریش سے اور خود قریش نے اہل حیرہ سے لکھنا پڑھنا سیکھا اور وہ بھی خطِ حیری ہی تھا۔

واضح ہو کہ یہ دسوں خط یعنی :-

(۱) معقلی ٭ (۲) قیراموزی ٭ (۳) حیری ٭ (۴) کوفی ٭ (۵) ثلث ٭ (۶) ریحان ٭ (۷) توقیع ٭ (۸) محقق ٭ (۹) نسخ ٭ (۱۰) اور رقاع ٭ سب عربی خط ہیں۔ جو ایک دوسرے سے شراکت و مماثلت رکھتے ہیں۔ اور ان کے باہم مماثرت کا ایسا کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ بالخصوص رسم خط میں تو یہ سب متحد اور یکساں ہیں۔ غرض قرآن مجید کی کتابت کے یہ چاروں ادوارِ مذکورہ اگر ملحوظِ نظر رکھے جائیں تو ان سے خط اور رسم خط کا فرق بآسانی سمجھ میں آجائے گا۔

خط نسخ (عربی خط) میں اصلی رسم الخط

چنانچہ اس کا پہلا دور خطِ قیراموزی کا تھا۔ دوسرا خطِ حیری کا، تیسرا خط کوفی اور چوتھا خط نسخ کا زمانہ تھا۔ ان ادوارِ اربعہ میں بے شک چار خط بدل گئے۔ لیکن کلماتِ قرآنیہ کے رسم خط میں کبھی کسی طرح کی کوئی تبدیلی وقوع پذیر نہیں ہوئی۔ اب یہاں خط اور رسم الخط کی وضاحت کے لئے چند مثالیں عرض کئے دیتا ہوں، مثلاً :-

اقرأ باسم - بسم اللہ - العلمین - الرحمٰن ملٰک یوم الدین - الٓمّٓ - ذٰلک - الکتٰب - ھدًی للمتقین ویقیمون الصلوٰۃ - ومما رزقنٰھم - الذین ھم فی صلوٰتھم - خٰشعون (المومنون) قٰل ربی یعلم القول (الانبیاء) قٰل ربی احکم بالحق (الانبیاء) قال الملأ (الاعراف) قال اَوَلو کُنّا (اعراف) وقال یٰقوم (اعراف) قال اخسئوا فیھا (المومنون) قٰل کم لبثتم (المومنون) قٰنتٰت عٰبدٰت، الصّٰلحٰت - قٰل ان لبثتم (المومنون) (و عبس ۱۱۱)

یہ خط کشیدہ کل پچیس کلمات ہیں جو خطِ نسخ میں لکھے گئے ہیں اور خالص عربی خط ہیں۔ پھر انہیں کلمات کو خط نستعلیق میں جسے فارسی خط اور اردو خط کہتے ہیں اس طرح لکھا جائے گا۔

اردو خط میں اصلی رسم الخط

اقرأ باسم - بسم اللہ - العالمین - الرحمٰن - ملک یوم الدین - الٓمّٓ - ذٰلک - الکتٰب - ہدی للمتقین ویقیمون الصلوٰۃ - ومما رزقنٰھم - الذین فی صلاتہم خشعون - قٰل ربی یعلم القول - قٰل رب احکم بالحق

قال الملاء۔ قال او لوکنا۔ وقال یقوم۔ قال اخسؤا فیھا۔ قٰل کم لبثتم۔ قٰل ان لبثتم۔ قٰنتٰت عٰبدٰت۔ الصٰلحٰت۔ وغیر ذٰلک۔

اب یہاں ان دونوں خطوط کے املاء میں یعنی پہلا خطِ نسخ اور دوسرا خطِ نستعلیق کی تحریر میں تو یقیناً فرق پڑ گیا اور صاف تبدیلی واقع ہوگئی، لیکن رسمِ خط میں دونوں جگہ کہیں بھی کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی جس طرح خطِ نسخ کے اقرأ باسم میں باء کے بعد ایک الف زائدہ کا اضافہ بسم اللہ میں باء کے بعد الف متروک و محذوف العٰلمین کی عین کے اوپر کھڑا زبر اور الف متروک ہے، اسی طرح خطِ نستعلیق میں بھی موجود ہے۔ نیز الرحمٰن۔ مٰلک۔ الٓمّٓ ذٰلک الکتٰب کو قیاس کیا جائے کہ ان سب جگہوں میں دونوں خطوں میں الف کی جگہ کھڑا زبر ہی مرسوم ہے۔ ھدًی میں یاء کا اضافہ الصلوٰۃ میں الف کی جگہ کھڑا زبر اور ایک واؤ کا اضافہ رزقنٰھم میں نون کے بعد بجائے الف کے کھڑا زبر ہے۔

عام طور پر قرآن میں "صلوٰۃ" کا لفظ واؤ اور کھڑا زبر کے ساتھ ہی آیا ہے، لیکن سورۂ مومنون میں اس کے بالکل برعکس اور خلاف الذین ھم فی صلاتھم مع الالف وبغیر الواؤ وارد و مرسوم ہے۔ خٰشعون میں خاء پر کھڑا زبر ہے، الف نہیں ہے۔ سورۂ انبیاء کی دونوں آیتوں پر قٰل۔ نیز سورۂ مومنون میں بعض جگہ قٰل بلا الف محض کھڑا زبر کے ساتھ اور بعض جگہ کھڑا زبر کے بغیر صرف الف ہی کے ساتھ مرسوم و مرقوم ہے۔ اسی طرح قٰنتٰت۔ عٰبدٰت۔ صٰلحٰت وغیرہ کو قیاس کیا جائے کہ ان سب جگہوں میں الف متروک و محذوف ہے۔ خطِ نسخ میں بھی اور خطِ نستعلیق میں بھی۔

اب غور فرمائیے گا کہ ان مذکورہ دونوں خط کی مثالوں میں کہیں سے بھی کچھ فرق نہیں پڑا اور سر مو تفاوت نہیں ہوا۔ نہ الفاظ کا نہ حرکات کا اور نہ ان کی تحتی اور اصلی شکل و صورت کا۔ پہلی صورت خطِ نسخ میں جہاں الف یا کھڑا زبر ہے، دوسری صورت خطِ نستعلیق میں بھی وہاں الف یا کھڑا زبر ہی موجود ہے۔ اس حیثیت سے ان دونوں میں کوئی خاص فرق تو نہیں پڑا۔ ہاں البتہ ایک خفیف فرق یہ ہوا کہ خطِ نسخ کی عبارت و الفاظ کچھ ترچھی شکل میں لکھے گئے ہیں اور خطِ نستعلیق کی عبارت سیدھی شکل میں۔ تو اس اعتبار سے صرف اتنا کہا جائے گا کہ دونوں کا خط بدل گیا ہے۔ پہلا خطِ نسخ تھا، دوسرا بجائے خطِ نسخ کے خطِ نستعلیق بن گیا۔

عربی خط میں تبدیلی رسم الخط

یہاں تک تو محض خط کے بدل جانے کی صورتیں اور مثالیں عرض کی گئیں، اب رسمِ خط کے بدل جانے کی شکلیں اسی

عربی خط نسخ میں پیش کی جاتی ہیں۔

اقرأ بسم۔ باسم اللہ۔ العالمین الرحمان۔ مالك۔ الآمّ۔ ذالك الكتاب۔ هدًا للمتقين۔ ويقيمون الصلات۔ ومما رزقناهم۔ الذين هم فى صلوٰتهم خاشعون قال ربي يعلم القول۔ قال رب احكم بالحق۔ قل الملاء۔ قل اولو كنا۔ وقل يا قوم۔ قل اخسئوا فيها قال كم لبثتم۔ قال ان لبثتم قانتات۔ عابدات۔ الصلحات۔ وغير ذالك۔

اُردو خط میں تبدیلِ رسم الخط

پھر یہی کلمات اگر خطِ نستعلیق میں لکھے جائیں تو ان کی شکلیں اس طرح ہونگی :-

اقرأ بسم۔ باسم اللہ۔ العالمین۔ الرحمان۔ مالک۔ الآمّ ذالک۔ الکتاب۔ ہدًا للمتقین۔ ولقیمون الصلات ومما رزقناہم۔ الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون۔ قال ربی لعلم القول۔ قال رب احکم بالحق۔ قل الملاء قل اولو کنا۔ وقل یا قوم۔ قل اخسئوا فیہا۔ قال کم لبثتم قال ان لبثتم۔ قانتات۔ عابدات۔ الصالحات وغیر ذالک۔

یہاں ان توضیحات و تمثیلات کے بعد دونوں خط کا اور ان کے رسم الخط کا فرق بآسانی سمجھ میں آگیا ہوگا۔

کہ عربی خط ہی میں ایک جگہ العٰلمین۔ الرحمٰن۔ مٰلك میں الف محذوف و متروک اور بلا الف مقروٗ و مرسوم و مرقوم ہے، تو دوسری جگہ العالمین۔ الرحمان مالك میں بالکل پہلی صورت کے خلاف ہر جگہ مناف ایک ایک الف کے اضافہ کے ساتھ واقع و مرسوم ہے۔ اسی طرح ھدًی اور الصلوٰۃ کی حسب ترتیب پہلی شکل میں بجائے الف کے یاء، پھر کھڑا زبرا ور واؤ اور تائے مدوّرہ (گول تاء) تو دوسری شکل میں یاء کی جگہ الف پھر کھڑا زبر، اور داؤ اور تائے مدوّرہ کے بجائے صرف الف اور تائے دراز ہی مرسوم ہے۔ اسی طرح تمام کلمات پر اگر غور فرمائیں تو ان کے اندر فرق واضح بھی ظاہر ہو جائے گا۔

توضیح مزید خطِ نسخ یعنی عربی خط میں ان کلمات والفاظ کی مزید توضیح و تشریح کے لئے ہر ایک کی پھر تین تین مثالیں لکھی جاتی ہیں :-

(۱) العٰلمین (۲) الرحمٰن (۳) مٰلك

(۱) العالمین (۲) الرحمان (۳) مالك

میں پہلی تین مثالیں رسم خط مصحف عثمانی رضؓ کے عین مطابق ہیں، یہی مطلوب و مقصود ہیں اور ان ہی کے مطابق لکھنا اجماع امت سے ثابت و مروی ہے۔ دوسری تین مثالیں یہ رسم خط مصحف عثمانیؓ کی مخالف اور یقیناً ناجائز اور حرام ہیں۔

اختلاف کلمات اور اُن کا توارد

پورے قرآن کے اندر بہت سی جگہیں اور بہت ساری آیتیں اور کلمات ایسے ہیں جو رسم خط کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مخالف و مختلف نظر آتے ہیں، جہاں جس طرح مرسوم و مروی ہے وہاں اسی طرح مرسوم و مرقوم کیا جائے گا۔ اس کی خلاف ورزی کسی حال میں نہیں ہو سکتی ایک کلمہ ایک جگہ جس رسم سے لکھا گیا ہے وہی کلمہ دوسری جگہ دوسرا رسم اختیار کرتا ہے جو منزّل من اللہ ہونے کے اعتبار سے قابل عمل اور واجب رسم رہے گا، اور ایسا سبعہ احرف کی رعایت کے تحت ہوتا ہے مثلاً عرض ہے پورے قرآن میں جہاں بھی بسم اللہ لکھی گئی ہے وہاں بغیر الف کے موجود و مرسوم ہے۔ مگر سورۂ اقرأ میں "اقرأ باسم" مع الالف یعنی باء کے بعد ایک الف زائد مرسوم ہے، لہٰذا اس کی متابعت میں اسی طرح لکھنا لازم و واجب ہے۔ یقبض و یبصط اور فی الخلق بصطۃ وغیرہ کا رسم الخط صاد ہی ہے، مگر قرأت بالسین ہونے کے باوجود بھی اسی طرح لکھنا مامور ہے۔

اسی طرح تائے تانیث کی تمثیل میں کہیں تائے مجرورہ اور مطولہ ہوگی تو کہیں تائے مربوط اور مدوّرہ جیسے سورۂ نحل کے دوسرے رکوع میں وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا میں غور کیجئے کہ یہاں نعمۃ کی تا مربوط ہے۔

پھر یہی آیت سورۂ ابراہیم کی پانچویں رکوع میں تائے دراز کے ساتھ اس طرح وان تعدو نعمت اللہ لا تحصوھا مرسوم ہے۔ اس کے سوا ابھی مزید دس جگہوں پر اسی تائے دراز سے نعمت کا رسم الخط ثابت ہے۔ اب اگر سورۂ نحل کی "نعمۃ" کے رسم کو سورۂ ابراہیم کی "نعمت" کے رسم کے مثل لکھ دیں یا اس کے برعکس کر دیں تو دونوں اپنے مطلب و معنی کے اعتبار سے صحیح اور درست ہونے کے باوجود رسم خط مصحف عثمانی رضؓ کے اعتبار سے صریح تحریف کے مترادف ہوں گے اور اس خلاف ورزی کے تحت اس سے بازپرس ہوگی اور لکھنے والا بجائے ماجور کے ماخوذ ہوگا۔

اسی طرح سورۂ بقرہ کے رکوع نمبر ۱۸ میں، اولٰئك علیهم صلوٰۃ من ربهم ورحمۃ نیز رکوع نمبر ۲۱ میں ذالك تخفیف من ربكم ورحمۃ وغیرہ بہت سی جگہوں میں لفظ "رحمۃ" تائے مربوط (مدوّرہ) کے ساتھ مرسوم ہے۔ لیکن سات مقامات ایسے ہیں جہاں تائے دراز کے ساتھ ہی یہ مرقوم و مرسوم مروی اور ثابت ہے جیسے سورۂ بقرہ کی ۲۷ ویں رکوع میں اولٰئك یرجون رحمت اللہ۔ سورۂ اعراف کی ساتویں رکوع میں ان رحمت اللہ قریب من المحسنین اور سورۂ مریم کے شروع میں ذکر رحمت ربك عبدہٗ زکریا وغیر ذالك علاوہ ازیں پورے قرآن شریف کے اندر کلمات "لعنت" بشکل

تائے دراز صرف دو مقام پر مرسوم ہیں اور بقیہ جگہوں پر تاء مربوط (مدورہ) سے ہی مرسوم اور مروی ہیں اور وہ ہیں سورۂ آل عمران کی چھٹویں رکوع میں فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین اور سورۂ نور کی پہلی رکوع میں والخامسة ان لعنت اللہ، اسی طرح امرات ۔ امرأة ۔ معصیت ۔ معصیة ۔ شجرت ۔ شجرة ۔ سنت ۔ سنة ۔ قرت ۔ قرة ۔ جنت ۔ جنة ۔ فطرت ۔ فطرة ۔ بقیت ۔ بقیة وغیرہم کو قیاس کیا جائے کہ کہیں تائے دراز ومجرورہ ومطولہ کے ساتھ مرسوم ہے تو کہیں تاء مربوط کے ساتھ ماثور ومرسوم ہے اور یہی قرآن کا اپنی اپنی جگہ رسم الخط ہے ۔

وقف توافق وغیر توافق

عام طور پر وقف رسم خط کے موافق ہوتا ہے گویا وقف تابع ہے رسم خط کے اور یہ رسم خط کہیں "تلفظ وادائی کے مطابق ہوتا ہے اور کہیں غیر مطابق۔ چنانچہ ایسی جگہوں پر جہاں رسم خط تلفظ کے غیر مطابق ہو، وہاں ان کلمات کو اگر رسم خط کے موافق ومطابق پڑھیں گے تو بھاری غلطی کریں گے اور اس سے کلام نہ صرف مہمل وبیکار ہوگا بلکہ اثبات انکار سے بدل جائے گا اور مثبت منفی بن کر معنی بدل جائینگے اور ایسے کلمات قرآن میں پانچ ہیں اور وہ یہ ہیں :-

(۱) لَا اِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ

(۲) وَلَا اَوْضَعُوْا

(۳) اَوْلَا اَذْبَحَنَّہٗ

(۴) لَا اِلَی الْجَحِیْمِ

(۵) لَا اَنْتُمْ

ان کلمات مذکورہ میں لام تاکیدیہ ہے لاءِ نافیہ ونا ہیہ نہیں ہے اور رسم خط میں لام الف ہی ثابت اور مروی ہے یعنی لام کے بعد ایک الف زائدہ کا اضافہ ہوگیا ہے، جو کسی حالت میں پڑھا نہیں جاتا ہے مگر رسمًا لکھا جاتا ہے پھر اگر اس کو ظاہری رسم خط کے اعتبار سے پڑھ لیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ معنی فاسد ہو جائیں گے اور اس سے تاویل القول بما لا یرضٰی بہ قائلہ کی ایک صریح تحریف پیدا ہوگی جو یقینًا تحریف ہے۔

(۱) لٰکِنَّا (۲) الظُّنُوْنَا (۳) الرَّسُوْلَا

(۴) السَّبِیْلَا اور سورۂ دہر کا پہلا (۵) قَوَارِیْرَا

اور کلمہ (۶) اَنَا جو ضمیر مرفوع منفصل ہے۔ ان چھ کلمات کا الف صرف وقف کی حالت میں پڑھا جاتا ہے، مگر وصل کی صورت میں نہیں۔ اور ایسے ہی حسب ذیل کلمات کا رسم خط الف کے ساتھ ثابت ہے مگر ان کا الف نہ وصل میں پڑھا جاتا ہے اور نہ وقف میں۔ لیکن اس کے باوجود رسم خط کی متابعت کرتے ہوئے ایسے ہی لکھا جاتا ہے۔ اور ایک الف زائدہ کا اضافہ ان میں امر لازمی کی حیثیت رکھتا ہے

اَو یعفواْ۔ افائن مّات۔ افائن مّت
ان تبوٓأ۔ من نبائ۔ صلائہ۔ لتتلواْ
لن ندعواْ ثموداْ۔ ونبلواْ لشائئ انی
(سورۂ کہف) لیربواْ۔ وغیر ذٰلک۔

حرفِ علت کبھی مرسوم اور کبھی غیر مرسوم بھی ہوتا ہے۔ اور جب حرفِ علت کسی کلمے کے آخر میں واقع ہو اور رسم خط میں لکھا ہوا (مرسوم) بھی ہو تو یہ وقف کی حالت میں ثابت رہے گا اور پڑھا جائے گا مگر وصل کی صورت میں اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہو جاتا ہے، جیسے وقالا الحمد۔ واستبقا الباب وقیل ادخلا النار۔ فی الارض۔ اقیموا الصلوٰۃ۔ ولا تسقی الحرث۔ ذاقا الشجرۃ۔ دعوا اللہ۔

اور جب حرفِ علت رسم خط میں لکھا ہوا نہیں ہے تو یہ حالتِ وقف میں بھی محذوف ہی رہے گا۔ اور یہ حذف خواہ اجتماع ساکنین کی وجہ سے ہو، یا تخفیف رسم کے سبب سے جیسے ننج المومنین۔ وسوف یؤت اللہ۔ ویدع الانسان۔ اَیُّہَ المومنون۔ ایہ الثقلٰن۔ ایہ الساحر۔ ویمح اللہ۔ یوم یدع الداع۔ فرھبونِ۔ اطیعونِ۔ متابِ عقاب۔ سندع الزبانیۃ وغیرہ۔

اور اگر حرف علت تماثل فی الرسم کی وجہ سے محذوف ہے تو وہ حالتِ وقف میں ثابت رہیگا اور پڑھا جائے گا۔ جیسے یحیی۔ لا یستحی وان تلوٗا۔ لتستوٗا۔ ملجأً اور ماءً وغیرہ

تماثل فی الرسم سے مراد یہ ہے کہ دو، یا تین حروف علت یعنی دو واو، دو یاء اور دو الف یا تین الف اگر کسی کلمے کے آخر میں جمع ہو جائیں تو اہل رسم ان کو صرف ایک حرف کی شکل میں لکھتے ہیں، اور بقیہ شکلیں تخفیفاً حذف کر دیتے ہیں۔

مثلاً عرض ہے کہ "ماءً" کی اصل شکل "مااا" ہے اس میں ایک الف تو اصل کلمہ کا یعنی میم کے بعد کا الف ہے۔ دوسرا الف ہمزہ کی شکل کا اور تیسرا الف تنوین کا ہے لیکن تماثل فی الرسم کی وجہ سے اہل رسم نے اس کو ایک ہی الف قرار دیا اور دو الف کی شکلیں محذوف کر کے ایک الف کی شکل دیدی۔

واضح ہو کہ یہاں عین کا سرا ہمزہ کی شکل نہیں بلکہ اسکی علامت ہے۔ نیز سورۂ یوسف کے ولیکونا من الصٰغرین میں اور سورۂ علق کے لنسفعا میں نونِ خفیفہ تاکید یہ ہے مگر رسم خط میں زبر کی تنوین کی طرح الف کی شکل میں مرسوم ہے۔ اس لئے حالت وقف میں اس نون کو الف سے بدل کر پڑھیں گے۔

(جاری)

تصوف اور ترکِ دنیا

از جناب
ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب
دانشگاہ مدراس
ایم اے - پی ایچ ڈی

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اس کے عقائد، اصول اور اعمال انسانی فطرت کے مخالف نہیں ہیں اور جو چیز فطرت کے خلاف نہ ہوگی وہ عقل کے بھی خلاف نہ ہوگی۔ مثلاً نکاح کرنا، تجارت و حرفت میں مشغولیت، کھانا پینا اور سماجی و سیاسی زندگی میں شریک ہونا، یہ تمام باتیں انسانی فطرت کے تقاضے ہیں، اسلام ان امور میں ہمیں جائز اور ناجائز طریقوں سے آگاہ کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ آدمی مجرّد رہ کر جنگل میں جاکر پوجا پاٹ میں زندگی بسر کرے۔ دینِ فطرت کا ایک اور مفہوم یہ ہے کہ ہر انسان اسلام کی تعلیمات پر عمل کرکے ہدایت پا سکتا ہے اور خدا کی رضا حاصل کر سکتا ہے، جبکہ فیثاغورثی فلسفہ اور ہندوستان کے اکثر مذاہب میں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک وہی انسان نجات پا سکتا ہے جو ایک خاص روحانی بلندی تک پہنچ چکا ہو، جہاں تک پہنچنے کے لئے علائقِ دنیوی سے کنارہ کشی کرنا پڑتی ہے۔ اگر وہ اس خاص معیار تک اپنی زندگی میں نہ پہنچ سکا تو مرنے کے بعد اس کو دوسرا جنم دیا جائے گا تاکہ وہ اپنی روحانیت کی تکمیل کر سکے اور اس وقت تک بار بار جنم لیتا رہے گا جب تک وہ اپنی روحانیت کی تکمیل نہ کر لے۔ بدھ مذہب کے مطابق انسان کا عمل کسی بھی شکل میں جنم لے سکتا ہے، مثلاً مچھر، مکھی، کتا، بلی، پتھر یا انسان وغیرہ۔

لیکن بعض دوسرے مذاہب میں انسان اپنے آئندہ جنم میں بھی انسان ہی رہتا ہے۔ اس کے برعکس اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ جس کو خدا نے جو صلاحیتیں دی ہیں وہ اپنی طاقت و صلاحیت کے مطابق احکام کی پیروی کرے (لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا) یہی اس کی نجات کا ضامن ہے کیونکہ جس کو خدا نے صلاحیت ہی نہ دی اس کے لئے عمل کا بلند ترین روحانی معیار مقرر کرنا فطرت کے خلاف ہے۔ اس لئے شریعت نے کم سے کم معیار مقرر کر دیا ہے جس پر ہر شخص عمل کر سکتا ہے۔ توحید پر ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، حقوق العباد اور برائیوں سے اجتناب، یہ وہ اعمال ہیں جو ہر مسلمان پر فرض ہیں۔ مالی عبادت کے لئے صاحبِ نصاب ہونے کی یا صاحبِ استطاعت ہونے کی شرط ہے۔ رسالت اور آخرت اور اسکی جزئیات پر ایمان عقیدۂ توحید ہی کے تابع ہے اور حالات کے مطابق بعض اعمال میں ترقی بھی کی

گئی ہے۔ لیکن ایسا بھی ہے کہ بہت سے لوگ عقل و فہم میں بڑھے ہوئے ہوتے ہیں، ان کو حکم دیا گیا ہے کہ قرآن میں تدبّر سے کام لیں، اس کے بعد ان کا ایمان زیادہ مدلّل اور مستحکم ہو گا۔ بعض اشخاص ایسے بھی ہوسکتے ہیں کہ قرآن کے اس دعوے کو وہ عملی شکل میں دیکھنا چاہیں کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی جگہ سے روزی دے گا جس کا تمہیں وہم و گمان نہ ہو۔ (۱) اور کچھ ایسے بھی ہوسکتے ہیں، جو یہ دیکھنا چاہیں گے کہ خدا اُن کے لئے کس طرح کافی ہو جاتا ہے جو اپنے کو مکمل طور پر خدا کے سپرد کر دیتے ہیں۔ (۲)

مطلب یہ ہے کہ جہاں تمام لوگوں کے لئے اسلام نے نجات کے لئے کم سے کم ایک معیار مقرر کر دیا ہے وہاں روحانی ترقی کی راہیں بھی کھول دی ہیں۔ تاکہ جو لوگ صاحبِ استعداد، باہمت اور بلند حوصلہ ہوں اور روحانی ترقی کی تڑپ رکھتے ہوں، جو عقل کو مطمئن کرنے اور روح کی پیاس بجھانے کے لئے بیقرار ہوں، وہ اعلیٰ روحانی مدارج حاصل کرسکیں اور جب یہ لوگ اپنی عملی زندگیوں کا نمونہ لوگوں کے سامنے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ جس سے عیاں ہوتا ہے کہ ان کا توکل صرف خدا پر ہے تو وہ لوگ قرآن کی اس آیت کا گویا عملی نمونہ ہوتے ہیں اور قرآن کی صداقت ان کی عملی زندگی سے ظاہر ہونے لگتی ہے اور جب یہ لوگ مشاہدہ کرتے ہیں کہ خدا کس طرح ان کا مددگار ہو جاتا ہے تو اس کی محبت ان کے دلوں میں تیز سے تیز تر ہو جاتی ہے اور خدا کا عشق پوری طرح ان کے دلوں پر چھا جاتا ہے۔ تقویٰ اور توکل کی راہ میں کوشاں رہنے والے یہ عاشقانِ الٰہی صوفیہ کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ تصوّف کی بلند منزل ہے۔ در اصل ہر وہ عمل تصوف کے دائرے میں آتا ہے جو اللہ کے لئے خالص کر لیا جائے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ "اے رسول کہہ دو کہ میری نماز، میرا حج، میری زندگی اور میری موت، سب اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔"

(۳)۔ اس مسئلہ کو ایک دوسرے رُخ سے دیکھیئے:

بُدھ مذہب کے سوا ہر مذہب میں خدا پر عقیدہ لازمی ہے۔ مذہب والوں کے لئے اس دنیا میں خدا کی اطاعت ضروری ہے۔ ہر مذہب یہ بتاتا ہے کہ خدا کی اطاعت کا صلہ انعام کی شکل میں آخرت میں ملے گا۔ اور خدا کی نافرمانی کا انجام عذاب ہے۔ مختلف مذاہب میں اس انعام و عذاب کی جو بھی صورتیں ہوں بہرحال انسان اپنے اعمال کا جوابدہ ہے۔ عذاب کا تصور انسان کے دل میں خدا کا خوف پیدا کرتا ہے اور خدا کے خوف سے اس کی اطاعت میں لگ جاتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ انعام کے لالچ میں خدا کی عبادت کرے۔ لیکن بندہ خدا کی عبادت کرے یا نہ کرے، اس سے خدا کی ذات میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس پر ایمان نہ لانے سے بھی یہ نہیں ہوسکتا کہ اس کی حقیقت میں کوئی فرق پڑ جائے گا۔ چاہے ہم اس کو رب مانیں، یا نہ مانیں وہ بہرحال رب العالمین ہے۔

یہ تصوّر کہ وہ ہمارا رب ہے، رزّاق ہے، پالنہار ہے، ہماری شرافتِ نفس کو جگاتا ہے، جنہیں خدا کے انعامات

اور اپنی شرافتِ نفس کا احساس ہے، وہ خدا کی محبت میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اگر جنّت اور جہنّم نہ بھی ہوتے تب بھی وہ اپنے سب سے بڑے محسن اور ربّ العالمین کی اطاعت کو شرافتِ نفس کا تقاضا سمجھتے۔ وہ اگرچہ اُس سے سب سے زیادہ ڈرتے ہیں کیونکہ خدا غنی، بے نیاز اور مالکِ حقیقی ہے۔ وہ ہماری عبادتوں کا محتاج نہیں ہے۔ وہی حق ہے، اسی کے زندہ رکھنے سے سب زندہ ہیں۔ اُسی کے انعامات سے سب بہرہ مند ہیں، اُسی کے پاس پھر لوٹ کر سب کو جانا ہے۔ (۴) یہ جذبہ فطری طور پر محبّت کا داعیہ پیدا کرتا ہے۔ ایک ناسمجھ بچّہ اپنے والدین سے محبّت کرنے لگتا ہے۔ اس کا سبب صرف اس کا یہ احساس ہے کہ وہی اس کے مُربّی، محافظ اور جائے پناہ ہیں۔ لیکن حقیقی محافظ اور پناہ خود خدا ہے، اور وہی رب ہے۔ یہ تصور کچھ لوگوں کے دلوں میں محبّت اور اطاعت کا بے پناہ جذبہ پیدا کر دیتا ہے، اور درحقیقت شرافتِ نفس کا تقاضا بھی یہی ہے۔ خدا کی محبّت میں عبادت کرنے والے یہ لوگ صوفیہ کہلاتے ہیں، جن سے اللہ بھی محبّت کرتا ہے جیسا کہ خود خدا کا فرمان ہے کہ اے رسول کہدو کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو تو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ (۵)

شریعت اور عشق کے مجموعہ کا نام طریقت ہے اور صوفیہ عاشقانِ الٰہی۔ (۶) تمام صوفیہ کی زندگیاں اس پہ گواہ ہیں۔ حضرت بندہ نواز گیسو دراز کی زندگی عشق کا نہایت ممتاز نمونہ ہے، یہاں تک کہ اُنہیں وجود میں عشق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور ان کا وہ روحانی فیض تھا کہ ان کے مریدین کے دلوں میں بھی عشق کی شمع روشن ہو جاتی تھی۔ حضرت بندہ نوازؒ کے مرشد حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی کا ارشاد ہے :-

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد

تصوف کی تعریف جو صوفیہ نے مختلف انداز میں کی ہے۔ یہاں اس کے بیان کی ضرورت نہیں ہے، یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ان کی بتائی ہوئی ان تعریفوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ایک ہی چیز کی تعریف مختلف طریقوں سے کی جا سکتی ہے۔

یہاں تصوف کا تعارف مختصر طریقہ سے کرایا گیا ہے۔ اس میں جس نقطۂ نظر کو سامنے رکھا گیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ تصوف دینِ فطرت کے مطابق ہے اور اس کے بنیادی اصول قرآن سے ماخوذ ہیں۔ لیکن جب اس کی تفصیلات سے بحث کی جاتی ہے تو اور بہت سے موضوعات کے ساتھ اس کا ایک موضوع ترکِ دنیا بھی آتا ہے کیونکہ توکل سے ترکِ دنیا کا گہرا رشتہ ہے۔ دنیا کیوں پیدا کی گئی ہے؟ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ دنیا کے ساتھ انسان کا کیا رویّہ ہونا چاہئے؟ یہ سب تعلیمات ہمیں قرآن

اور حدیث میں ملتی ہیں اور قرآن و حدیث سے ہٹ کر تصوف میں دنیا کا کوئی تصور نہیں ہے۔ صوفیہ نے دنیا سے متعلق جو باتیں کہی ہیں وہ سب ہمیں قرآن و حدیث میں ملتی ہیں مثلاً قرآن میں اس طرح کی آیات ہیں، دنیا آزمائش کی جگہ ہے تاکہ یہ عیاں ہو جائے کہ کس نے اچھے اعمال کئے اور کس نے بُرے (۷) اور مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش (۸) ہیں، اور اے رسول کہہ دو کہ میری نماز، میرا حج، میری زندگی اور میری موت صرف اللہ کے لئے ہے (۹) اور دنیا کی پونجی بہت تھوڑی ہے (۱۰) دنیا کی پونجی دھوکا ہے۔ (۱۱) احادیث بھی بہت ہیں۔ ایک حدیث ہے کہ دنیا کی محبت بُرائیوں کی جڑ ہے۔ ان تمام آیات و احادیث کا نچوڑ یہی ہے کہ دنیا دار عمل ہے۔ وہ عمل جو صرف اللہ کے لئے ہو اور دنیا کی محبت کے لئے دل میں کوئی جگہ نہیں ہے، اسی کا نام ترک دنیا ہے، لیکن صوفیہ کے خلاف پروپگنڈا کرنے والے ترک دنیا کی اصطلاح سے غلط فائدہ اُٹھا کر طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ صوفیہ بے عمل تھے۔ انہوں نے تمدنی زندگی میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اگر ان کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو دنیا مادی دوڑ میں پیچھے رہ جائیگی۔ ان اعتراضات میں بھی بڑی غلط فہمیاں ہیں۔ ہم اس مضمون میں زیادہ تفصیل میں نہیں جا سکتے۔ جو لوگ اس موضوع سے دلچسپی رکھتے ہوں اُن کے لئے میں سفارش کروں گا کہ وہ میرا مضمون مقام صوفیہ ملاحظہ فرمائیں جو پچھلے سال اللطیف میں شائع ہو چکا ہے یہاں ہم صوفیہ کی عملی زندگی اور ان کی بعض تعلیمات کو پیش کر کے دکھائیں گے کہ صوفیہ دنیا کی عملی زندگی میں کس طرح حصہ لیا۔ البتہ یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ صوفیہ کا ہر عمل خالصتہً للہ ہوا کرتا تھا۔ صوفیہ نے بالعموم کوئی نہ کوئی پیشہ کسب کے لئے استعمال کیا ہے اور جو لوگ فتوح پر بسر کرتے تھے، وہ اس لئے تھا کہ ایک تو یہ جائز ہے، دوسرے بعض حالات میں ان کا قبول نہ کرنا خدا کی ناراضی کا سبب بن سکتا ہے، تیسرے وہ اس میں سے صرف اتنا لیتے تھے جو اُن کی نہایت اہم ضرورتوں کے لئے کافی ہو۔ باقی دوسروں پر خرچ کر دیتے تھے اور دوسرے دن کے لئے بچا کر نہ رکھتے تھے، دراصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل اتباع کا نام تصوف ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و اقوال تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ اقوال جن پر آپ نے خود عمل کیا اور دوسروں کو ان پر عمل کرنے کا حکم بھی دیا۔ دوسرے وہ اقوال جن میں بہت سے کاموں کے کرنے سے منع کیا ہے یعنی یہ دونوں آپکے اوامر و نواہی ہیں تیسرے وہ اعمال جنہیں آپ نے کیا لیکن نہ اُن کے کرنے سے منع کیا اور نہ اُن کے کرنے کا حکم دیا مثلاً آپ اپنے لئے کل کے لئے کچھ بچا کر نہ رکھتے تھے (۱۲) یہ توکل کا بہت بلند

مقام ہے۔ قرآن میں مال خرچ کرنے کا پہلا حکم یہ آیا ہے کہ جو کچھ بچے وہ دوسروں پر خرچ کر دو (۱۳) بعد میں زکواۃ کا حکم آنے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ نہ اپنے ہاتھوں کو بالکل بند کر دو اور نہ بالکل کھول دو لیکن دوسرے حکم کے آنے کے بعد بھی پہلے حکم کا استحباب باقی رہا اس لئے اجلۂ صوفیہ نے پہلے حکم پر عمل کیا، معالی الامور سے ہے۔

اس سے یہ بھی نہ سمجھنا چاہئے کہ کل کے لئے کچھ بچا کر رکھنا صوفیہ کی تعلیمات کے خلاف ہے یا تمام بڑے صوفیہ نے بچا کر نہیں رکھا۔ یہ معاملہ دراصل حالات، وقت اور سب سے بڑھکر نیت پر موقوف ہے۔ کسب اور مال کا رکھنا توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ اصل چیز جو گناہوں کی جڑ ہے وہ حبِ دنیا ہے۔ اسطرح ایک بادشاہ بھی صوفی ہو سکتا ہے اور ایک تاجر بھی یا اور کوئی جائز پیشہ رکھنے والا بھی۔ توکل کی مزید توضیح کے لئے صوفیہ کے کچھ اقوال آگے بیان کئے جائیں گے۔

اب غور کیجئے کہ ایک مدرس درس دیتا ہے تو اس کا معاوضہ لیتا ہے۔ سپاہی، تاجر، صنعت و حرفت والے سبھی اپنے نفع کے لئے کام کرتے ہیں۔ صوفیہ نے روحانی اور اخلاقی تعلیمات دیں اور کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا کہ آپ اپنے کاموں کا کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔

صوفیہ کے اہم ترین اصولوں میں ہے کہ فرض عبادات کے بعد سب سے زیادہ ضروری اور بڑا کام خدمتِ خلق ہے۔ خدمتِ خلق اور دوسروں کی حاجت روائی اور وہ بھی صرف رضائے الٰہی کے لئے وہ عمل ہے جس پر ایک صالح معاشرہ اور بابرکت تمدن کا انحصار ہے، درحقیقت صوفیہ نے تمدنی زندگی کی اُن بنیادوں کی آبیاری کی ہے جس سے شجر انسانیت ہرا بھرا رہ سکتا ہے آج اس کی کمی کے سبب انسانیت کراہ رہی ہے۔ خدمتِ خلق ہی کا ایک خاصّہ ہے کسی کے دل کو تکلیف نہ دینا کیونکہ جب دوسروں کے دلوں کو راحت پہنچانا سب سے بڑی نیکی ہے تو دوسروں کے دلوں کو تکلیف پہنچانا سب سے بڑی بُرائی ہے۔ یہ وہ زرّین اصول ہے کہ جس کی بنیاد ہی پر انسانی سماج میں انسانیت کا احترام ممکن ہے جس کی آج دنیا کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ خدمتِ خلق ہی کا وہ تصوّر ہے، جسکی وجہ سے صوفیہ نے عوام کے لئے ان اعمال پر زور دیا ہے جن سے لوگوں کی مادی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ مثلاً زراعت، تجارت، صنعت و حرفت وغیرہ۔ صوفیہ میں ہر شخص کو جس طرح کے مواقع حاصل رہے انہوں نے خدمتِ خلق کا فریضہ انجام دیا۔ صوفیہ نے بادشاہوں، امیروں، وزیروں، حاکموں عالموں، جاہلوں، تاجروں اور کسانوں سبھی کو اپنی تعلیمات و ہدایات سے نوازا ہے اور سبھی لوگ صوفیہ کے معتقد تھے، لیکن یہ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ صوفیہ نے ان لوگوں کو

دنیاوی امور سے کنارہ کشی کی تعلیم دی ہو۔ وہ علماء جن کو تزکیۂ نفس کے لئے ریاضت و مجاہدہ کی تعلیم دی گئی وہ اس لئے ضروری تھا تاکہ وہ لوگوں میں تبلیغ و ارشاد کا کام بہتر طور پر انجام دے سکیں۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کے روحانی ذوق کی تکمیل کے لئے یہ ضروری تھا جس کے بغیر روحانی ترقی نا ممکن تھی۔ صوفیہ کی تعلیمات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عشق حقیقی کی لذت، قلب کے سوز و گداز اور دوسروں سے ہمدردی کے بغیر ریاضت و مجاہدہ سود مند نہیں ہوتا۔

صوفیہ کے یہاں توکل اور ترک دنیا کا کیا مفہوم ہے اور انہوں نے عملی زندگی پر کس طرح زور دیا ہے۔ اس کے لئے ہم چند اقتباسات ان کی تحریروں سے ذیل میں پیش کرتے ہیں :۔

حضرت سید اشرف جہانگیر (متوفی در حدود سنہ ۸۲۹ھ) شیخ علاؤ الدین سمنانی (م سنہ ۷۳۶ھ) سے نقل کرتے ہیں، طوالت کے خیال سے صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے :

"جو لوگ زراعت اور صنعت و حرفت کے دوسرے کاموں میں مصروف ہیں وہ اتنے ثواب کا کام کرتے ہیں جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ خدا نے دنیا اس لئے پیدا کی ہے تاکہ یہ آباد رہے اور ترقی کرتی رہے اور لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ دنیا کے لوگوں کی بھلائی کے کام کرنا کتنا بڑا کار ثواب ہے تو لوگوں کے فلاح کے کام ترک کرنا کوئی پسند نہ کریگا۔ اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ قابل کاشت زمین کو بیکار اور بغیر کاشت کے چھوڑ دینا کتنا بڑا گناہ ہے تو کوئی بھی تخریب کے کام کرنا پسند نہ کرے گا۔ اگر کسی کے پاس اتنی زمین ہے کہ اس سے ایک ہزار من غلّہ پیدا کیا جا سکتا ہے لیکن صرف اس کی کاہلی اور بے توجہی کی وجہ سے ایک سو من کم غلّہ پیدا ہوا تو اس کے لئے قیامت میں اسے جوابدہ ہونا پڑیگا۔ اس سے صرف وہی شخص مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے، جو خدا کی محبت میں ایسا جذب ہو جسے خود اپنا ہی ہوش نہ ہو اور وہ دنیاوی امور کی طرف توجہ دینے کے قابل نہ رہ گیا ہو، لیکن اگر وہ صرف اپنی کاہلی کی وجہ سے ان امور کی طرف توجہ دے نہ سکا اور اسے وہ زہد و تصوف کہتا ہے تو وہ مقلد شیطان ہے اور دنیا کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بیکار شخص کاہل ہے۔ دنیا کی خوشحالی اور ترقی بادشاہوں اور حاکموں کی کوششوں اور انکی نیک دلی سے بہت زیادہ وابستہ ہے"۔ (لطائف اشرفی)

اس کتاب میں دوسری جگہ ہے :۔

"تمام بادشاہ، امراء، وزرا، کسان اور تمام لوگ جو مختلف صنعت و حرفت اور پیشوں میں لگے ہوئے ہیں درحقیقت وہ عبادت میں مصروف ہیں اور راہ سلوک کے سالک ہیں، بشرطیکہ وہ خدا کے فرماں بردار ہوں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھ سکتے ہیں :۔ دنیا کو ایک خانقاہ فرض

کرو، خدا اس کا مرشد ہے۔ انبیاء خدا کے خلفاء اور نائب ہیں۔ اولیاء خدا کے دوست ہیں، جو انبیاء کے نیچے اور ان کے تابع ہیں۔ بادشاہ اور وزراء ملازمین ہیں، انبیاء اور اولیاء کے۔ جو خانقاہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں مصروف ہیں۔ کسان، مزدور اور تمام پیشے والے مختلف قسم کی خدمات انجام دیتے ہیں۔ اس طرح انسان کا کوئی گروہ ایسا نہیں ہے جو خدا کے دوستوں کی خدمت میں مصروف نہیں ہے۔" (لطائف اشرفی)

محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی کے ایک مرید سیف خاں جو اودھ میں کہیں حاکم تھے انہوں نے امارت ترک کرکے گوشہ نشینی اور فقر کی زندگی اختیار کرنی چاہی، تو آپ نے منع کیا اور فرمایا اصل مقصد زندگی کے ہر شعبہ میں خدا کی اطاعت اور فرماں برداری کرنا ہے، یہی مقصود زندگی ہے۔ (لطائف اشرفی)

اور پھر انہوں نے غنا کی فضیلت پر ایک رسالہ بھی لکھا۔ شیخ سعدی نے گلستاں میں فقر و غنا پر ایک دلچسپ مکالمہ لکھا ہے اور غنا کی فضیلت بتائی ہے۔

حضرت بندہ نواز گیسو دراز اور ان کے معاصر صوفیہ میں کئی ایسے تھے جو امراء اور بادشاہوں کی اصلاح میں مصروف تھے۔

حضرت سید اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ مجھے یہ صرف ہندوستان میں نظر آیا کہ یہاں کے بہت سے پیرزادے محنت اور کسب کو عیب سمجھتے ہیں، اور اسی وجہ سے مفلوک الحالی میں مبتلا ہیں، حالانکہ کسی پیشے کی توہین کرنا گویا کفر ہے۔ کیونکہ جتنے بنیادی صنعت و حرفت کے کام ہیں، ان میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی نبی نے کیا ہے (مثلاً زراعت، تجارت، حدادی، نجاری وغیرہ) آج کے بہت سے پیشے جو اُس زمانہ میں نہ تھے وہ سب اسی اصل کی فرع ہیں) اور نبی کے کاموں کی توہین نبی کی توہین ہے اور نبی کی توہین کفر ہے۔ (لطائف اشرفی)

حضرت بندہ نواز گیسو دراز اپنی کتاب اسمار الاسرار کے ستر دوازدہم میں لکھتے ہیں:۔

"توکل بحقیقت این است کہ مرد صوفی را ہفتاد سال نفس مع اللہ شود، در عین حرفت و در عین صنعت و در عین تجارت و کسب متوکل علی اللہ باشد، قول و فعل خویش را محو بیند و فاعل حقیقی بکشف و عیاں جز او را نہ بیند و نداند۔

ترجمہ: توکل حقیقت میں یہ ہے کہ مرد صوفی اگر ستر سال حرفت، صنعت و تجارت میں مشغول رہے، تب بھی اسکا نفس خدا سے غافل نہ رہے۔ اس کا توکل صرف خدا پر ہو۔ اپنے قول و فعل پر اسکی نظر نہ ہو بلکہ مسبب الاسباب ہی کو فاعل حقیقی سمجھے اور سوائے اس کے کسی کو نہ دیکھے نہ جانے (یعنی یہ نہ سمجھے کہ رزق اسکی اپنی محنت سے حاصل ہوتا ہے بلکہ اسے خدا کی دین)، اور

غلطی سے صفحات نمبر آگے پیچھے ہیں براہ کرم درست فرمالیں۔

اسکا فضل جانے ۔)

سیر الاولیاء ص۵۵ (مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان) میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا بیان ترک دنیا کے متعلق مرقوم ہے اس سے ایک اقتباس ذیل میں پیش کیا جاتا ہے :-

" ترک دنیا آں نیست کہ خود را برہنہ کنند و لنگوٹہ بند، ترک دنیا آنست کہ بخورد و بپوشد و بپوشانند، و بخوراند و منفعتہا بر دلہای شکستہ و مستحقان رسانندہ دل خود متعلق بدنیا ندارد، ہمت بلند باید گرداند، و از سر شہرت باید خاست ۔

ترک دنیا یہ نہیں ہے کہ اپنے کو ننگا کر دے اور لنگوٹہ باندھ لے، ترک دنیا یہ ہے کہ کھائے پہنے پہنائے، کھلائے اور شکستہ دلوں اور محتاجوں کو فائدہ پہنچائے، اور اس کے باوجود اپنا دل دنیا سے نہ لگائے، ہمت بلند رکھے اور شہرت کی طمع نہ رکھے ۔

حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری کے مکتوبات سہ صدی میں (مطبع اسلامی لاہور ۱۳۱۹ھ) مکتوبات پنجم بنام شیخ عمر ترک دنیا سے متعلق ہے ۔ اس کے ایک اقتباس کا ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے ۔ طوالت کی وجہ سے اصل کو یہاں نقل نہیں کیا گیا ہے ہم نے جو وضاحت اپنی طرف سے کی ہے اس کو قوسین میں لکھ دیا ہے ۔

" جان لو کہ جو کچھ دنیا میں ہے اس کی تین صورتیں ہیں ۔ ایک تو یہ کہ ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے دنیا ہے یعنی ایسا فعل جس میں خدا کی اطاعت کی نیت بالکل نہیں ہے، یہ سراسر معصیت ہے اور بزرگوں نے مباحات کی کثرت کو بھی اسی نوع میں داخل کیا ہے کیونکہ مباح چیزیں بھی نفس کی خاطر ہیں جسطرح کہ تمام معصیت کے کام نفس کے سبب ہیں ۔ (مباحات کی کثرت کا سبب بھی لذات نفسانی کی کثرت ہے، جو انسان کو خدا سے غافل کرتی ہے اور دنیا میں مشغولیت کا سبب بنتی ہے) ۔ دوسری صورت وہ ہے کہ بظاہر خدا کی اطاعت میں ہو لیکن نیت و قصد حصول دنیا ہو ۔ مثلاً ترک شہوات تاکہ لوگ اُسے زاہد سمجھیں، اور علم کا حاصل کرنا تاکہ لوگوں میں اعزاز و افتخار حاصل ہو اور اس سبب سے دنیا حاصل ہو ۔ اور اسی طرح کی چیزیں سب ملعون ہیں اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہو کہ خدا کے لئے ہیں ۔ یہاں سلامتی اس کے ترک کرنے میں ہے ۔ (یہاں ترک علم سے مراد وہ علم ہے جو فقط دنیاوی جاہ و مرتبہ اور تفاخر کے لئے حاصل کیا جائے ورنہ فرائض و واجبات کا علم بقدر ضرورت ہر ایک پر فرض ہے اور یہ سب کو عام ہے ۔ اس کے علاوہ قرآن میں کائنات پر غور و فکر پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے جو حصولِ علم ہی کا طریقہ ہے لیکن اس کا مقصد بھی حرص دنیا اور تفاخر نہیں ہے) ۔

تیسری قسم وہ ہے کہ بظاہر دنیا ہے لیکن بباطن خدا کی اطاعت ہے ۔ یہ ملعون نہیں ہے، جیسے غذا کھانا، پانی پینا،

اور سونا وغیرہ تاکہ عبادت کے لئے قوت حاصل ہو سکے اور نکاح کرنا تاکہ حرام میں نہ مبتلا ہو، اور کچھ اسباب فراہم کرنا تاکہ وہ طاعت و عبادت میں خلق کا محتاج نہ رہے اور ہر وہ کام جس کا مقصد آخرت کی بھلائی ہے، وہ دنیا نہیں ہے خواہ بظاہر دنیا نظر آئے ــــ علماء نے دنیا کی چیزوں کو تین درجات میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ جو ضرورت ہے۔ مثلاً کھانا، کپڑا، مکان وغیرہ بقدر ضرورت، اسے انگریزی میں (Necessaries of Life) کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے مقدار حاجت جسے انگریزی میں (Comforts of Life کہہ سکتے ہیں) جس سے آدمی کو کچھ راحت ملتی ہے اور قوت کار بڑھ جاتی ہے اور کام زیادہ سہولت اور بہتر طور پر انجام پاتے ہیں) تیسرے وہ ہے جو حاجت سے زیادہ ہو جس کا مقصد تجمل، تفاخر، اور ذخیرہ اندوزی ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے جیسے ہاویہ دوزخ کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس کا ترک لازم ہے (اس کو انگریزی میں Luxuries of Life) کہہ سکتے ہیں۔

جس نے دنیا سے مقدار ضرورت لیا اُس نے نجات پائی کیونکہ اس قدر دنیا سے لینا معاف ہے جس نے ضرورت سے بڑھ کر حاجت طلب کی اس کے لئے خطرہ ہے (اس لئے کہ مباح چیزوں کی کثرت اس کو عیش پسندی کی طرف لے جا سکتی ہے، اس لئے بقدر حاجت طلب کرنے میں اعتدال اور سخت ہوشمندی کی ضرورت ہے) اور جس نے تجمل و تفاخر اور تکاثر اختیار کیا وہ دوزخ میں جا گرا۔" (الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر ۔ ۔ ۔ الخ)

اسی مکتوبات سہ صدی میں مکتوب ہشتم بنام شیخ عمر میں فرماتے ہیں:۔

ہر فقری کہ بحق است غناست و ہر غنائے کہ بداں حق است فقر است، غنا کہ او را بر فقر فضل بود بیافت منعم است نہ بیافت نعمت۔

ترجمہ ہر فقر کہ جس کا مطلوب حق ہے غنا ہے اور ہر غنا کہ جو طلب حق کے لئے ہو وہ فقر ہے۔ وہ غنا جس کو فقر پر فضیلت ہے وہ نعمت کے سبب نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ نعمت کے ذریعہ منعم کا طالب ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ دولت کو اگر رضائے الٰہی کے لئے خرچ کیا جائے تو ایسی دولت اُس فقر سے بہتر ہے جس میں بندہ مخلوق کا محتاج ہو جائے اور حقیقت میں مخلوق کی محتاجی کا نام فقر نہیں ہے بلکہ فقر وہ ہے کہ بندہ مکمل طور پر اپنے خدا کے سپرد کر دے اور کلیۃً خالق کا محتاج ہو جائے۔

○ اسی مکتوبات سہ صدی میں مکتوب دہم میں شیخ عمر کو لکھتے ہیں :-

"اگر کسی را ہمہ عالم ملک او بود و محبت آں در دل او نباشد و در طاعت و عبادت و خیرات او حسنات بروجہ شرح صرف کند نہ بشہوات لذّات و ہوای نفس خود، باکی نبود۔"

ترجمہ: اگر کسی کو ملک میں ساری دنیا ہو لیکن اس کی محبت اس کے دل میں نہ ہو اور طاعت و عبادت اور خیرات و حسنات میں مبتلا نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے ملکیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

○ اسی مکتوب سہ صدی میں مکتوب بیست و ہفتم میں شیخ شمس الدین کو لکھتے ہیں :-

"بزوایدِ نوافل خود را نرنجاند، حقوقِ شرعی دیگر پیش دارد و بگزارد، آں ہم مہم دین است، کار اندک با قانون و استقامت بہتر، از آنکہ بسیار بود بی قانون و باترک۔"

ترجمہ: نوافل کی زیادتی سے اپنے کو زحمت میں مبتلا نہ کرو۔ جو تم پہ دوسرے شرعی حقوق ہیں ان کو ادا کرو۔ یہ بھی دین کا اہم کام ہے۔ تھوڑا وظیفہ لیکن قانون کی پابندی اور استقامت کے ساتھ کرنا بہتر ہے۔ ایسے وظائف سے جو زیادہ ہوں لیکن مستقل مزاجی اور حضورِ قلب و پابندئ وقت سے نہ ہو۔"

○ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری مکتوب صدی میں مکتوب ہفتاد و پنجم میں لکھتے ہیں :-

"از امام حنبل روایت کردہ اند کہ گفت زہد بر سہ وجہ است، یکی ترکِ حرام و ایں زہد عوام است، دیگر ترکِ فضول حلال و ایں زہد خواص است، و سوم ترکِ چیزے کہ از حق بندہ را مشغول کند۔ و ایں زہد عارفان است۔

ترجمہ:- امام احمد حنبل سے روایت ہے کہ زہد تین طرح کا ہے۔ ایک حرام چیزوں کا ترک، اور یہ زہد عوام ہے۔ دوسرے زاید از ضرورت حلال چیزوں کا ترک، اور یہ زہد خواص ہے۔ تیسرے ایسی چیزوں کا ترک جو بندہ کو حق کی یاد سے غافل کرتی ہے اور یہ عارفوں کا زہد ہے۔

○ حضرت قطبِ ویلور باوجودیکہ مرتبۂ قطبیت پر فائز تھے لیکن خود کھیتی کے کاموں میں بھی معروف رہتے تھے۔ ان کھیتوں کی پیداوار مدرسہ پہ صرف کی جاتی تھی (انوارِ اقطاب ویلور اور اللطیف اقطاب ویلور نمبر وغیرہ۔) الحمد للہ یہ روایت آج بھی خاندانِ اقطاب ویلور میں زندہ ہے۔

ہندوستان میں ابتداء میں صوفیہ نے تصنیف و تالیف کی طرف خاص توجہ نہ دی۔ سید علی ہجویری نے البتہ کئی کتابیں لکھیں جن میں سے اس وقت صرف کشف المحجوب موجود ہے۔ اور یہ بھی اُن کے بہت بعد منظرِ عام پہ آ سکی۔ حضرت

بہاؤالدین زکریا ملتانی کی صرف کتاب الاوراد دریافت ہو چکی ہے جو چھپ گئی ہے۔ یہ کتاب صرف وظائف اور دُعاؤں پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں چشتی صوفیہ کے بعض مختصر ملفوظات کا پتہ لگتا ہے۔ لیکن تصنیف وتالیف، مکتوبات وملفوظات کے اعتبار سے ہندوستان میں چودھویں صدی عیسوی کا زمانہ (آٹھویں صدی ہجری) سب سے زیادہ تابناک ہے۔ اس دور میں شیخ شرف الدین یحیٰی منیری (متوفی ۶۸۲ھ) سید محمد گیسو دراز (متوفی سنہ ۸۲۵ھ) سید علی ہمدانی (متوفی سنہ ۷۸۶ھ) سید شرف جہانگیر (متوفی در حدود سنہ ۸۲۹ھ) کی شخصیتیں اہم ستون کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی صوفیہ کی اہم تصانیف ملتی ہیں۔ ان بزرگوں کی تحریریں دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے بادشاہوں، امراء، حکام کی صلاح، خدمتِ خلق، لوگوں کی حاجت روائی، علماء کی روحانی تعلیم وتربیت، عوام کے اخلاقی اور دینی جذبے کے فروغ، انسانیت اور ہمدردی کی اشاعت مخلوق سے محبت اور انسانیت کے احترام کو عام کرنے میں اپنی زندگیاں صرف کردیں اور انہوں نے جو کچھ کیا اسکا مقصد نہ جاہ واقتدار تھا، نہ دولت وثروت، نہ اعزاز واکرام۔ شیخ علاؤالدین پنڈوی (متوفی ۸۰۰ھ) فرماتے ہیں، کہ سورج کی طرح فیاض، زمین کی طرح بردبار اور پانی کی طرح خاکسار رہو (اخبار الاخیار در ضمن حالات شیخ علاؤالدین پنڈوی) دراصل یہ چشتی صوفیہ کی بنیادی تعلیمات میں ہے۔

چنانچہ خواجہ معین الدین اجمیری کا قول سیر الاولیاء (ص ۵۶) میں اس طرح منقول ہے :۔

" درہر کہ ایں سہ خصلت باشد درحقیقت
بداں کہ خدای تعالیٰ اورا دوست دارد
اول سخاوتی چوں سخاوت دریا، دوم
شفقتی، چوں شفقت آفتاب، سیوم
تواضعی چوں تواضع زمین۔"

ترجمہ: جس کے اندر یہ تین خصلتیں ہوں تو سمجھ لو کہ خدا اس کو دوست رکھتا ہے۔ اول سخاوت میں مانند دریا ہو، دوسرے شفقت میں مانند آفتاب، تیسرے تواضع میں مانند زمین ہو۔

غور کیجیئے تو معلوم ہو گا کہ آج انسان کے تمام معاشی اور معاشرتی مسائل کا حل صوفیہ کی انہی تعلیمات میں مضمر ہے۔ آج دولت ہی عزّت کا معیار ہے۔ لوگ اپنے ہی عیش وعشرت کا سامان مہیّا کرنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ دولت، جاہ واقتدار کا حصول زندگی کا مقصد بن گیا ہے۔ ذخیرہ اندوزی اور حصول نفع کے لئے مصنوعی گرانی اور مہنگائی روز کا معمول ہے۔ انسان انسان کا دشمن نظر آتا ہے۔ طاقتور کمزوروں کو کچل دینے کے درپے ہے۔ ان حالات میں ضرورت اور حاجت کے مطابق لینا، اور غریبوں کے لئے چھوڑ دینا، جاہ واقتدار کی ہوس چھوڑ کر مخلوق کی خدمت کرنا، ہر شخص کو حصولِ معاش

کے مواقع دینا اور کسی کو اس کے حق سے محروم نہ کرنا، تمام انسانوں سے محبت رکھنا، ترقی و خوشحالی کے لئے پیداوار بڑھانا اور پھر اس کی منصفانہ تقسیم، یہ وہ اصول ہیں جن پر عمل کرکے دنیا فلاح پا سکتی ہے۔ درحقیقت انسان کے اخلاقی اور معاشی مسائل کا حل نہ کمیونزم کے پاس ہے اور نہ سرمایہ دارانہ نظام میں ہے۔ آج دنیا کو صوفیہ کے دکھائے ہوئے راستے کی سخت ضرورت ہے، اور اسی راستے سے دنیا فلاح پا سکتی ہے۔

استدراک

گذشتہ صفحات میں جن بزرگوں کے اقوال ترک دنیا سے متعلق پیش کئے گئے ہیں ان کا شمار اجلۂ صوفیہ میں ہوتا ہے اور وہ سند کی حیثیت رکھتے ہیں یعنی حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ، حضرت سید محمد گیسو درازؒ اور حضرت سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اس سلسلے میں حضرت محی الدینؒ سید عبداللطیف قادریؒ (ثالث) معروف بہ قطبؒ ویلور کی عملی زندگی کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

اس مضمون میں جو اسناد پیش کر دی گئی ہیں راقم کی نظر میں موضوع کی وضاحت کے لئے کافی ہیں۔ اس استدراک کے تحت حضرت قطبؒ ویلور (متوفی ۱۱۸۹ھ) کا ایک مختصر لیکن نہایت پُرمغز قول نقل کرنا مقصود ہے جو ایک واقعہ کے دوران انہوں نے بیان کیا تھا۔ انہوں نے توکل اور ترک دنیا کے بارے میں سارے مباحث کا لب لباب صرف ایک جملہ میں ادا کر دیا ہے، اس لئے قارئین کی دلچسپی کے لئے ہم اس واقعہ کو یہاں نقل کرنا چاہتے ہیں، اس واقعہ کو اللطیف خاص نمبر سنہ ۱۹۸۲ء ص ۹۱ میں مضمون نگار نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

"حاجی حافظ سید محمد علی صاحب عرف سیدو میاں متخلص بہ نوا ابن نواب ملیتمس خاں مرحوم لکھتے ہیں کہ میں حضرت قطبؒ ویلور کی خدمت میں حاضر تھا اور مغرب و عشاء کا درمیانی وقت تھا، ایک درویش نما آدمی تشریف لائے اور حضرت سے پوچھا کہ خدائے تعالیٰ جو رزّاق مطلق ہے، اگر میں ساجرا پہاڑ (ویلور کی ایک پہاڑی کا نام) پر بیٹھ جاؤں تو کیا مجھے وہاں رزق پہنچائے گا۔ حضرت نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں رزق نہیں پہنچائے گا"۔ درویش نے کہا کیوں؟ ارشاد فرمایا، جب تک تمہارا دل نہ بیٹھے خدا نہیں دیگا"۔ درویش یہ کہتے ہوے روانہ ہوگئے!" واقعی آپ نے سچ فرمایا"۔ اس کے بعد حضرت قطبؒ ویلور نے فرمایا " یہ بڑے صاحب کمال بزرگ ہیں، صرف میرا امتحان لینے کے لئے اس قسم کا سوال کیا تھا"۔ اسی وقت ان کو تلاش کرنے کچھ لوگ باہر نکلے لیکن وہ درویش نظر نہیں آئے۔

مضمون نگار نے اپنی اس اطلاع کا مأخذ
نہیں دیا ہے۔ لیکن حضرات اقطابؒ ویلور کے حالات کے
مآخذ کتاب خانۂ حضرتؒ مکان ویلور میں موجود ہیں اور انہیں
میں سے کسی کتاب سے یہ واقعہ اخذ کیا ہوگا۔

حضرت قطبؒ ویلور کا یہ جواب کہ "جب تک تمہارا
دل نہ بیٹھے" کسی گوشہ میں بیٹھ جانے سے (یعنی اسباب
کسب کو ترک کرنے سے) خدا تمہیں رزق نہیں پہنچائے گا"
نہایت حکیمانہ اور بلیغ ہے۔ اس طرح کا جواب ایک
عارف ہی دے سکتا ہے۔ اس جواب میں ایک طرف خدا
کی قدرت کا اعتراف ہے یعنی وہ بلا سبب روزی
پہنچانے پر قادر ہے بشرطیکہ تمہارا دل اس بات پر جم
جائے۔ دوسری طرف اس میں سنّتِ الٰہیہ کا اظہار اور
اس کے اسباب کسب اختیار کرنے کی تلقین ہے یعنی اگر
تمہیں توکل کا یہ درجہ حاصل نہیں ہے تو سبب کو ترک
کرنے سے تمہیں روزی نہ ملے گی۔ "دل نہ بیٹھے" کا مطلب
یہ ہے کہ جب تک تم توکل کے اس درجہ تک نہ پہنچ جاؤ جس
کے متعلق کہا گیا ہے کہ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ
یعنی اگر تم اپنے کو خدا کے سپرد کر دو تو وہ تمہارے لئے
کافی ہے۔ اور یہ توکل تقویٰ کا نہایت اعلیٰ درجہ ہے۔
قرآن میں پوری آیت اس طرح ہے کہ جو تقویٰ اختیار
کرے گا خدا اسے ایسی جگہ سے روزی دے گا جہاں اسکا
گمان بھی نہ ہو، اور جو اپنے کو خدا کے سپرد کر دے گا
تو خدا اس کے لئے کافی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر تقویٰ
کے یہ توکل حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن جہاں تقویٰ ہی
نہ ہو، وہاں توکل کا دعویٰ محض باطل ہے۔ اس واقعہ میں
اگر سائل عارف نہ ہوتا تو ہم اُسے جاہل سمجھتے۔

متوکل آدمی کے لئے بھی یہ بہتر نہیں کہ وہ
اسبابِ معیشت کو ترک کر کے گوشہ میں بیٹھ جائے بلکہ
اسباب اختیار کرنا اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ تقویٰ
کی بلند منزل تک پہنچنے کے بعد بھی وہ بذاتِ خود اپنے
کو دوسروں سے ممتاز نہ کر لے۔ رہا اس طرح کے واقعات
کہ کوئی کھیت میں ہل چلا رہا تھا اُسے زمین سے خزانہ
مل گیا، نوادرات سے ہیں۔ یہ رزق کے ان اسباب
میں داخل نہیں ہے جو سنت الٰہی ہے۔ اس لئے توکل کے
لئے اس طرح کی مثال پیش کرنا غلط ہے۔ غرض کہ
حضرت قطبؒ ویلور کے ان جملہ پر جس قدر غور کیجئے
تو معلوم ہوگا کہ اس میں معرفت کوٹ کوٹ کر بھری ہے

حوالے ... اور ... حواشی

۱۔ سورۂ طلاق پارہ ۲۸۔ آیت ۲۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔

۲۔ سورۂ طلاق پارہ ۲۸۔ آیت ۳۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

۳۔ سورۂ انعام پارہ ۸۔ آیت ۱۶۲۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔

۴۔ سورۂ بقرہ پارہ ۲۔ آیت ۱۵۶۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(اور بہت سی آیات اس معنی میں ہیں)

۵۔ سورۂ آل عمران پارہ ۳۔ آیت ۳۱۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

۶۔ تصوف کی اساس عشق ہے۔ صحابۂ کرام کی زندگیوں میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جذبۂ عشق نہایت نمایاں نظر آتا ہے اور اللہ کے ساتھ رسول کا عشق اور ان کی وارفتگی کا بیان خود قرآن میں ہے۔ جس طریقہ کی اساس قرآن اور سنت میں موجود ہے اُسے اسلام سے مغائر نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ عین اسلام ہے۔ یہ جذبۂ عشق جب صرف خواص میں رہ گیا تو عام لوگوں سے ممتاز کرنے کے لئے ایک الگ اصطلاح وضع کرنی پڑی جس کا نام تصوف ہے۔ مومن کی صفت قرآن میں بھی یہی بتائی گئی ہے کہ وہ عشقِ الٰہی میں سرشار رہتے ہیں۔ مثلاً والذین آمنوا اشد حبا للہ (اور جو مومن ہیں ان کو صرف اللہ کے ساتھ قوی محبت ہے) (سورۂ بقرہ پارہ ۲۔ آیت ۱۶۵' اردو ترجمہ از مولانا اشرف علی تھانوی) اور محبت میں شدت کا نام ہی عشق ہے۔ اسی طرح ایک جگہ یوں کہا گیا ہے کہ رسول مومنین کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں (النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا مقصود بھی اللہ اور اس کے رسول سے شدت محبت یعنی عشق ہے اور یہی تصوف ہے۔

۷۔ سورۂ کہف پارہ ۱۵۔ آیت ۷' انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملاً۔

اور سورۂ الملک پارہ ۲۹۔ آیت ۲' الذی خلق الموت والحیات لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔

حوالے ... اور ۔ حواشی

۱۔ سورۂ طلاق پارہ ۲۸۔ آیت ۲۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔

۲۔ سورۂ طلاق پارہ ۲۸۔ آیت ۳۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

۳۔ سورۂ انعام پارہ ۸۔ آیت ۱۶۲۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔

۴۔ سورۂ بقرہ پارہ ۲۔ آیت ۱۵۶۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
(اور بہت سی آیات اس معنی میں ہیں)

۵۔ سورۂ آل عمران پارہ ۳۔ آیت ۳۱۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

۶۔ تصوف کی اساس عشق ہے۔ صحابۂ کرام کی زندگیوں میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جذبۂ عشق نہایت نمایاں نظر آتا ہے اور اللہ کے ساتھ رسول کا عشق اور ان کی وارفتگی کا بیان خود قرآن میں ہے۔ جس طریقہ کی اساس قرآن اور سنت میں موجود ہے اسے اسلام سے مغائر نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ عین اسلام ہے۔ یہ جذبۂ عشق جب صرف خواص میں رہ گیا تو عام لوگوں سے ممتاز کرنے کے لئے ایک الگ اصطلاح وضع کرنی پڑی جس کا نام تصوف ہے۔ مومن کی صفت قرآن میں بھی یہی بتائی گئی ہے کہ وہ عشقِ الٰہی میں سرشار رہتے ہیں۔ مثلاً والذین آمنوا اشد حبا للہ (اور جو مومن ہیں ان کو صرف اللہ کے ساتھ قوی محبت ہے) (سورۂ بقرہ پارہ ۲۔ آیت ۱۶۵ اردو ترجمہ از مولانا اشرف علی تھانوی) اور محبت میں شدت کا نام ہی عشق ہے۔ اسی طرح ایک جگہ یوں کہا گیا ہے کہ رسول مومنین کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں (النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کا مقصود بھی اللہ اور اس کے رسول سے شدتِ محبت یعنی عشق ہے اور یہی تصوف ہے۔

۷۔ سورۂ کہف پارہ ۱۵۔ آیت ۷۔ انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملاً۔

اور سورۂ الملک پارہ ۲۹۔ آیت ۲۔ الذی خلق الموت والحیات لیبلوکم ایکم احسن عملاً۔

۸۔ سورۃ الانفال پارہ ۹۔ آیت ۲۸۔ واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنہ

اور سورۃ تغابن پارہ ۲۸ آیت ۱۵۔ انما اموالکم واولادکم فتنہ

۹۔ سورۃ انعام پارہ ۸ آیت ۱۶۲۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین

۱۰۔ سورۃ نساء پارہ ۵ آیت ۷۷۔ قل متاع الدنیا قلیل

۱۱۔ سورۃ الحدید پارہ ۲۷ آیت ۲۰ وما الحیوٰۃ الدنیا الا متاع الغرور

۱۲۔ (۱) فتح خیبر کے بعد رسول اکرمؐ نے اپنی ازواج میں سے ہر ایک کے لئے اسّی وسق کھجور اور بیس وسق جو سالانہ مقرر کر دئیے تھے اور دودھ کے واسطے ہر ایک کے لئے ایک ناقہ شیر دار ملا کرتی تھی۔ لیکن ازواج مطہرات کا بھی یہ حال تھا کہ ما یحتاج رکھ کر بقیہ یتیموں اور بیواؤں میں تقسیم کر دیتی تھیں" (رحمۃ للعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری حصہ اول)

"لیکن رسول اکرمؐ کا یہ حال تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں کیا۔ ناداری حضور کو غنا سے زیادہ پیاری تھی۔ بھوک کی حالت میں بھی اگلے دن روزہ رکھ لیتے تھے۔ میں حضورؐ کے فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑتی اور کہا کرتی دنیا میں سے اتنا ہی قبول کر لیجئے کہ جسمانی طاقت رکھنے کو کافی ہو تو جواب میں فرماتے:

عائشہ مجھے دنیا سے کیا کام، میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے، اور اسی چال پر چلے اور خدا کے سامنے گئے۔ خدا نے ان کا اکرام کیا اور ان کو پورا پورا ثواب دیا۔ اب اگر میں آسودگی کی زندگی بسر کرتا ہوں تو مجھے یہ شرم آتی ہے کہ کل اُن سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو جو چیز مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے، وہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں اور خلیلوں سے جا ملوں"۔ (رحمۃ للعالمین حصہ دوم)

"اس واقعہ کے ایک ماہ بعد رسول اکرمؐ دنیا سے پردہ فرما گئے" (رحمۃ للعالمین حصہ دوم)

یعنی رسول اکرم سید عالم رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی ساری زندگی اختیاری فقر میں گذری۔

(۲) حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں اپنے مرید و خلیفہ شیخ علاؤ الدین کو لکھتے ہیں:-

"بذل و ایثار کمترین حال صوفی باشد ہر چہ بدستش افتد وہم آں بزد کہ اگرامروز

بتمام خرچ شود فردا چہ تواں کرد و پیشۂ توکل علی اللہ شیوۂ کار خود سازد"۔

ترجمہ: عطا کرنا اور ایثار کرنا صوفی کا کمترین حال ہے اور کمترین حال میں سے بھی سب سے کمتر چیز مال کا خرچ کرنا ہے۔ جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہو اس کا وہم بھی نہ آنے پائے کہ اگر خرچ کر دیا تو کل کیا ہوگا۔ اپنا پیشہ اور طریقۂ کار توکل علی اللہ بنائے۔

۱۳۔ سورہ بقر پارہ ۲ آیت ۲۱۹ یسئلونک ماذا ینفقون، قل العفو

اسلام میں علم کی اہمیت

از: محمد علیخان غوری
متعلم جماعت پنجم
دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان
ویلور

اسلام نے علم کو ایک عظیم نعمت اور لازوال دولت قرار دیا اور اپنے متبعین کو ان تمام علوم وفنون کے حصول اور ان کے اندر اختصاص وکمال حاصل کرنے کی جانب ترغیب وتحریص دلائی جو انسانی زندگی اور معاشرہ کے لئے مفید اور نفع بخش ہیں، اور بالخصوص دین حنیف کے مبادیات اور احکام ومسائل کی جانب کاری تو فرض قرار دی تاکہ صحیح معنوں میں اسلام پہ عمل کرسکیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو ان لوگوں پر فضیلت وبرتری عطا کی جن کا دامن علم کی موتیوں اور جواہر سے خالی ہے للذین اوتوالعلم درجات۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون اگر تم میں سے کوئی بے علم ہو تو اس کو چاہئے کہ اہل علم حضرات سے دین سیکھے ذیل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ کیجئے جن سے علم کی بلندی ورفعت کن کن جہتوں سے واضح ہو رہی ہے:۔

طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ ہر مسلمان مرد اور عورت پر دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ العلم ودیعۃ اللہ فی الارض والعلماء امناءہٗ۔ علم زمین میں خدائے تعالیٰ کی ودیعت ہے اور علماء اس کے امین ہیں۔

خیر الدنیا والاخرۃ مع العلم وشر الدنیا والاخرۃ مع الجہل دنیا میں خیر وبھلائی اور آخرت کا سہارا علم ہی میں پوشیدہ ہے اور دنیا وآخرت کی تباہی جہالت میں ہے۔ اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ انسان علم کے بغیر نیک اور صالح نہیں بن سکتا اور بے علمی وجہالت کے باعث وہ اپنی دنیا اور آخرت دونوں خراب کرلیتا ہے الناس اثنان عالم والمتعلم والباقی کالھمج لاخیر فیھا لوگ دو قسم کے ہیں، عالم اور متعلم، باقی سب نادان اور فرومایہ ہیں۔

سئلت جبریل ایُّ جہادٍ افضل لامّتی قال طلبُ العلم قلتُ بعد ذالک قال النظر الی العلماء قلت بعد ذالک قال زیارۃ العلماء میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیا کہ میری امّت کے لئے کونسا جہاد افضل ہے؟ تو حضرت جبرئیل ؑ نے فرمایا علم طلب کرنا۔ پھر میں نے پوچھا اس کے بعد کونسا

جہاد ؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا علماء کی جانب نظر کرنا۔ پھر میں نے کہا، اس کے بعد کونسا جہاد افضل ہے؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا علماء کی زیارت کرنا۔

اس حدیث میں علماء کا دیدار اور ان کی زیارت کرنے سے منشا اور مقصد یہ ہے کہ لوگ ان سے علمی استفادہ اور فیض حاصل کرتے رہیں۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ العالم کالذھب والمتعلم کالفضۃ وما دونھما کالرصاص عالم سونے کے مانند اور متعلم چاندی کے مانند ہے اور ان کے علاوہ دیگر لوگ شیشے کے مانند ہیں اخیارکم ابراکم وافضلکم من تعلم القرآن تم میں سب سے زیادہ برگزیدہ لوگ وہی ہیں جو قرآن کریم کی تعلیم عام کرتے ہیں۔ اشرف الامۃ حملۃ القرآن میری امت کے صالح افراد وہ ہیں جو قرآن کے پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔

من حقر طالب العلم فھو منافق ملعون فی الدنیا والاخرۃ جس شخص نے اہل علم اور طالبانِ علومِ نبوت کو حقیر جانا وہ منافق اور دنیا و آخرت میں لعنت کا مستحق ہے کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

اے بود وجودِ تو زیک قطرۂ منی
ہاں تانکنی بعالمان کبر و منی
زیرا کہ چنیں گفت رسولِ مدنی

من اکرم عالما فقد اکرمنی

اے وہ انسان تیرا وجود ایک قطرۂ منی سے ہے۔ تو عالموں پر غرور و تکبر کا اظہار نہ کرے اسی لئے کہ رسولِ مدنی نے فرمایا ہے

جس نے ایک عالم کی عزت کی گویا اس نے میری عزت کی حکیم الاسلام ابوالنصر فارابی الملقب بہ معلم ثانی کہتے ہیں "جو کوئی علم و حکمت کی نعمت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ بزرگوں کا ادب کرے اور قرآن شریف، لغت اور علم شریعت کو یاد کرے اور مذموم خصلتوں یعنی رذائل سے پرہیز کرے اور خود کو محمود خصلتوں یعنی فضائل سے آراستہ و پیراستہ کرے اور شریعت کے فرائض ادا کرے، اور اس کے آداب میں سے کسی ادب کو بھی ترک نہ کرے، اور علماء کی تعظیم و توقیر کرے اور علم کو دنیا کے لئے نہ سیکھے بلکہ اس سے دین و آخرت کی نعمتیں و سعادتیں حاصل کرنے کا نیک ارادہ رکھے۔ اگر کوئی شخص ان امور کا پاس و لحاظ نہ رکھا اور عمل پیرا نہ ہوا، تو اس کا شمار علماء و حکماء میں ہرگز نہ ہوگا۔

ارسطو کا کہنا ہے کہ میں نے علم کو زندگی کی حرص و طمع اور جاہ و جلال کے خاطر حاصل نہیں کیا بلکہ جہل و نادانی سے ناخوش ہو کر تحصیل علم میں مشغول ہوا۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، میں نے خوشحالی و تونگری کو علم میں، بزرگی کو درویشی میں،

خوشی و عافیت کو خاموشی میں، راحت کو عدم طمع میں، نور کو نماز شب میں، خوشنودی رب کو ترک معصیت میں، رستگاری کو روزوں میں، جنت کو ترک آرزو میں، عافیت کو سچائی میں، اور سلامتی کو تنہائی میں، پایا۔

صحیح روایت میں ہے کہ اہل شام اور اہل بصرہ کے درمیان علم و مال کی اہمیت و افادیت اور برتری کے بارے میں بحث ہوئی۔ اہل شام کا کہنا تھا کہ مال علم سے افضل و برتر ہے، اور اہل بصرہ کا کہنا تھا کہ علم مال سے افضل و بہتر ہے۔ آخر کار یہ دونوں فریق حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اپنے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے عرض کیا کہ کس کا موقف صحیح و درست ہے، آپ فیصلہ کیجئے۔ اس پر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا، اے اہل شام علم مال کے مقابلہ میں آٹھ درجہ بڑھ کر فضیلت رکھتا ہے۔ اول یہ کہ علم انبیاء کرام کی میراث ہے، دوم علم خرچ کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ سوم علم صاحب علم کی حفاظت کرتا ہے لیکن مال کو خود صاحب مال حفاظت کرنا پڑتا ہے۔

چہارم عالم کا جب انتقال ہوجاتا ہے تو علم اس سے جدا نہیں ہوتا بلکہ قبر اور مواقف قیامت میں بھی اسی کے ساتھ رہتا ہے۔ لیکن جب مالدار کا انتقال ہوتا ہے، تو مال اس کے وارثوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ پنجم انسانوں کے چار طبقات ہیں۔ اغنیاء، امراء، علماء، فقراء، ان سب گروہوں میں علماء کو ممتاز مقام حاصل ہے کیونکہ اغنیاء، امراء، اور فقراء یہ سب علماء کے محتاج ہیں۔ ششم علم ایک ایسا عطیہ اور انعام و اکرام ہے جسکو اللہ تعالیٰ صرف اپنے مخصوص و برگزیدہ بندوں کو عطا فرماتا ہے، لیکن مال کی یہ حیثیت نہیں کیونکہ یہ چیز کافر ظالم، نیک اور بد سبھی قسم کے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

ہفتم علم عالم کو قیامت کے دن پل صراط پر سے چمکنے والی بجلی کی طرح پار کردیتا ہے، اور مال مالدار کو پل صراط پر ویسے ہی روک رکھتا ہے، جب تک کہ اس کے بارے میں اللہ کا حکم صادر نہ ہو۔

ہشتم۔ اے اہل شام علم حاصل کرنے کے بعد کسی شخص نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا لیکن فرعون مال پانے کے بعد خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا۔

حاصل کلام دنیا میں علم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ اسی سے قومیں سربلند ہوتی ہیں چنانچہ تاریخ شاہد ہے، کہ جس قوم کے سر پہ تاج علم رہا وہ دنیائے انسانیت کی قائد بنی رہی اور جب بھی کسی قوم کے سر سے یہ تاج اتر گیا تو وہ زوال و پستی اور انحطاط کا شکار ہوگئی۔ انسانی عروج کا راز نت نئے علوم و فنون میں پوشیدہ ہے۔ اس لئے اسلام نے اپنے متبعین کو ہر قسم کے مفید علوم و فنون حاصل کرنے کی ترغیب دلائی۔ وما علینا الا البلاغ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دار العلوم لطیفیہ کے فارغین سے خطاب!

از عالیجناب الحاج پروفیسر محمد جلال
کڈپوی ایم اے
پرنسپال دارالعلوم سبل السلام
بنگنور (آندھرا)

اے فارغِ علمِ دینِ نبیؐ مقبول تو بن مشہور نہ بن
اے وارثِ علمِ شاہِ رسل مختار تو بن مجبور نہ بن

سو بار مبارک ہو تجھ کو دستارِ فضیلت اے عالم
اس خلعتِ دینی سے اے بھائی مسرور تو بن مخمور نہ بن

اللہ سے لینے والا بن، بندوں کو دینے والا بن
اس خدمتِ دیں کے بل بوتے مخدوم تو بن مغرور نہ بن

قریوں میں نبیؐ کی اُمت اب بکھری ہے پریشاں خاطر ہے
بلدوں سے نکل محلوں سے نکل، مجبور تو بن مستور نہ بن

یہ شیریں زبانی کا جادو، یہ تقریریں یہ تفسیریں
اللہ کی خاص عنایت ہیں ممنون تو بن مغرور نہ بن

تو اچھا پکا حافظ ہے واللہ تو پیارا قاری ہے
قرآن کے حق کو ادا کر کے محبوب تو بن مزدور نہ بن

تو قانعِ شرک و بدعت بن تو قاطعِ ظلم و جہالت بن
تو حضرتؒ مکاں کا عالم ہے مضبوط تو بن مجبور نہ بن

تاجر کا اگر ہے نورِ نظر، تو عالم ہے، تو تاجر بن
پر مکرِ تجارت سے بچکر پُر نور تو بن بے نور نہ بن

ٹکوں کی کھنک سکوں کی چمک اس بگڑی دنیا میں ہے بہت
تو وارثِ علمِ نبوت ہے، خود دار تو بن، مسحور نہ بن،

تو خادمِ علماء بن کر رہ، مشکور تو بن مغرور نہ بن
آیا ہے جلال بھی کالج سے سوئے مدارسِ دینیہ

سلام

مودود عبد المالک منظور واسپاڑی

نجوم شمس و قمر کی طرف سے بھی ہو سلام
گل و ثمر و شجر کی طرف سے بھی ہو سلام
درود اور سلام آپ پر اے پیارے نبی ﷺ
ہماری شام و سحر کی طرف سے بھی ہو سلام
وہ لوگ جن کی نظر دید کو ترستی ہے،
اب ان کی پیاسی نظر کی طرف سے بھی ہو سلام
وہ جن کے عشق نبی ﷺ میں پتے ہوئے ہیں جگر
اب اُن کے سوزِ جگر کی طرف سے بھی ہو سلام
فرشتے بھیج رہے ہیں سلام اے منظور
نبی ﷺ پہ جنّ و بشر کی طرف سے بھی ہو سلام

حضرت ذوق رحمۃ اللہ علیہ

کے

نعتیہ قصائد

بتصحیح و ترتیب و ترجمہ و تحشیہ

جناب ڈاکٹر سید وحید اشرف ایم اے، پی ایچ ڈی
دانشگاہ مدراس۔ مدراس۔

دیباچہ

حضرت سید شاہ عبداللطیف محی الدین قادری ذوقیؔ علیہ الرحمہ (م ۱۱۹۲ھ) نے بڑی تعداد میں قصائد لکھے ہیں اور یہ سارے قصائد نعت و منقبت میں ہیں۔ اگرچہ کسی بھی قابل ستائش فرد کے اوصاف بیان کرنا کوئی بُرائی نہیں ہے، بلکہ بعض حالات میں ضروری ہو جاتا ہے۔ لیکن صرف بادشاہوں اور امیروں کی تعریف کو شاعری کا خاص موضوع قرار دینا بلند اخلاق اور خدارسیدہ بزرگوں کے شایان شان نہیں ہے۔ اس لئے حضرت ذوقیؔ کے قصائد کے خاص موضوعات نعت اور منقبت ہی ہیں۔ نعت لکھنے پر وہ فخر کرتے ہیں، بے پناہ اظہارِ مسرت کرتے ہیں اور اسے اپنی شاعری کا طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں، اور ظاہر ہے شہنشاہِ دوعالم کی مدح سرائی کو مسلمان اپنے لئے سرمایۂ نجات سمجھتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت ذوقیؔ کی شعری و نثری تصنیفات اور ان کی شخصیت ان کے ذہنی رجحانات کا پتہ دیتی ہیں۔ دکن میں حضرت ذوقیؔ کا دور، مذہبی، اخلاقی، سیاسی اور سماجی ابتری کا دَور تھا۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے قصیدہ لولوءِ لالا میں اسکی طرف کچھ اشارے کئے ہیں اور راقم نے بھی اپنے بعض مضمونوں میں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے، ایسے دَور میں ایک مصلحانہ روش رکھنے والی شخصیت کے لئے رمزیہ شاعری کرنا جسے عام طور پر لوگ سمجھ نہ سکیں، یا ایسی شاعری کے ظاہری حسن کا گرویدہ ہو کر صرف ذہنی تعیّش کا شکار ہو جائیں، زیادہ سودمند نہیں ہو سکتا۔

حضرت ذوقیؔ نے غزلیں بھی لکھی ہیں۔ لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی شاعری کا اصل میدان قصیدہ اور مثنوی ہے۔ قصیدے کے ذریعہ سے انہوں نے مسلمانوں کی توجہ قرن اولیٰ کے مسلمانوں کے کردار اور ان کے بعد اولیائے کرام کے اوصاف کی طرف منعطف کرائی ہے کیونکہ مسلمانوں کی فلاح انہیں کردار اور اوصاف کی پیروی کرنے میں ہے۔ قرنِ اولیٰ کا دَور مسلمانوں کے لئے پُرسکون دَور نہ تھا بلکہ ہر وقت انہیں دشمنوں کے حملوں سے چوکنا رہنا پڑتا تھا۔ مسلمانوں کے لئے مدافعت اور جہاد کے بغیر چارہ نہ تھا۔ اسی لئے نعتیہ قصائد اور خلفائے راشدین کی مدح میں لکھے گئے قصائد کی ممتاز ترین خصوصیت یہ ہے کہ یہ اُس دَور کے جہاد کی زندگی کو نمایاں کرتے ہیں۔ اسی لئے

ان قصائد میں زیادہ تر شجاعت اور بہادری کا ذکر کیا ہے اور حضرت ذوقی کے دَور کا اقتضاء بھی یہی تھا۔

حضرت ذوقی کے قصائد پر رائے دینے کے لئے بہتر یہ ہوتا کہ پہلے ان کے تمام قصائد کے متن کو پیش کر دیا جاتا کیونکہ نعتیہ قصائد ان کے تمام قصائد کا صرف ایک حصّہ ہیں۔ سارے متن کی موجودگی میں قارئین کے لئے رائے کا لحاظ کرنا زیادہ آسان ہوتا۔ اگرچہ پیش نظر قصائد میں اشعار کی تعداد چار سو سے زیادہ ہے (تقریباً ۴۲۳ ہے) اور ان اشعار سے آپ کی شاعرانہ صلاحیت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے لیکن آپ کی جدت طبع، اختراعی قوت اور فنکاری صرف ان قصائد میں ختم نہیں ہوگئی ہے۔ چونکہ سارے متن قارئین کے سامنے میں موجود نہیں ہیں، اس لئے مجھے خوف ہے کہ حضرت ذوقی کے بارے میں میری بعض رایوں کو کہیں مبالغہ پر محمول نہ کیا جائے، اس لئے فی الحال میں نے اپنی رائے کو محدود رکھا ہے۔

حضرت ذوقی کے قصیدے کے بارے میں میری ذاتی رائے ہے کہ ہندوستان میں اس میدان میں ان کا کوئی ہمسر نظر نہیں آتا۔ قصیدے میں انہوں نے کیا کیا جدتیں پیدا کی ہیں یہ تو اُسی وقت بتایا جا سکتا ہے کہ جب فارسی شعراء کے تمام قصائد پیش نظر ہوں۔ لیکن حضرت ذوقی نے کہیں کہیں خود بتایا ہے کہ انہوں نے کس کا تتبع کیا ہے اور خود انہوں نے کیا جدّت اختیار کی ہے مثلاً ایک قصیدے کے متعلق لکھتے ہیں کہ کاتبی نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس میں ہر مصرع میں شتر و حجرہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کاتبی نے اپنا قصیدہ بحر طویل میں لکھا ہے۔ حضرت ذوقی لکھتے ہیں، کہ بحر طویل میں ایسا قصیدہ لکھنا چنداں دشوار نہیں ہے۔ خود انہوں نے بہت چھوٹی بحر میں لکھا ہے جس کا آغاز یوں ہوتا ہے:۔

شتر چرخ و حجرۂ دنیا — شتر ما خواں و حجرۂ ما

اس کے علاوہ یہ نہیں بتلایا ہے کہ کاتبی کے قصیدے کا موضوع کیا ہے۔ حضرت ذوقی نے نعتیہ قصیدہ لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ اس پابندی کے ساتھ نعتیہ قصیدہ لکھنا کہیں زیادہ دشوار ہے۔

اسی طرح ایک قصیدہ انوری کے تتبع میں لکھا ہے جس میں عناصر اربعہ باد، خاک، آتش، آب الفاظ استعمال کئے ہیں۔ حضرت ذوقی لکھتے ہیں کہ انوری نے ہر شعر میں یہ چار الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہ قصیدہ ممدوح کے گھوڑے کی تعریف میں ہے۔ حضرت ذوقی نے ایک اور قصیدہ اسی طرح لکھا ہے، اس میں وہ ہر شعر میں عناصر اربعہ کے نام لائے ہیں۔

یہ کہنا تو مشکل ہے کہ حضرت ذوقی نے قصیدے میں کون کون سی نئی ردیفیں اور قافئے نکالے ہیں، اور ان میں کون سی نئی زمینیں اختیار کی ہیں۔ لیکن قدماء کے جن مشہور قصیدوں کا انہوں نے تتبع کیا ہے، اس میں انہوں نے اپنے شاعرانہ جوہر کا بخوبی اظہار کیا ہے اور یہ کہنا نادرست نہ ہوگا کہ وہ قدماء پر سبقت لے گئے ہیں۔ مثلاً

یہ قصیدہ :- اے از تو مباہات عرب و عجم را   وی مرہم دریش از تو کرم را و ستم را

اس زمین میں انوری اور عرفی کے قصیدے مشہور ہیں اور اس میں شک نہیں کہ دونوں نے بعض بہت اچھے شعر کہے ہیں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ عرفی کے قصیدے میں چند عمدہ اشعار کو چھوڑ کر بقیہ اشعار میں نہ تراکیب میں صفائی ہے اور نہ بیان میں روانی ۔ اس کے دونوں کے قصیدوں میں اشعار کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے۔ حضرت ذوقی نے اس زمین میں ۵۳ اشعار لکھے ہیں، جن میں سے کچھ شوشوں اور کہیں صرف نقطوں کی مدد سے بمشکل ۳۹ اشعار پڑھے جاسکے ہیں جو یہاں مشمول ہیں ۔ ان میں قافیہ کی تکرار بہت کم ہے۔ صرف پانچ قافیے دوبارہ استعمال کئے گئے ہیں ۔ اس طرح اس قصیدے میں ۴۸ قوافی باندھے گئے ہیں ۔ اس پورے قصیدے میں بیان کا زور اور روانی لگاتار قائم ہے ۔ کہیں کہیں خیال بہت پُر پیچ ہوگیا ہے جنہیں ایک شعر میں نظم کرنا ہی نہایت دشوار ہے، تاہم حضرت ذوقی نے انہیں اس طرح نظم کر دیا ہے کہ بیان ذہن کو مفہوم تک پہنچا دیتے ہیں اگرچہ ایسے اشعار کو سمجھنے میں ذہنی کاوش سے کام لینا پڑتا ہے، لیکن بہر حال قاری کو شاعر کے زبردست قدرت بیان کا اقرار کرنا پڑتا ہے ۔

زور بیان، قادر الکلامی اور لغات پر بے پناہ عبور، یہ اوصاف حضرت ذوقی کے ہر قصیدے سے ظاہر ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے کہ حضرت ذوقی صرف مشکل یا پُر پیچ طرز اختیار کرنے کے عادی ہیں حقیقۃً میں حضرت ذوقی کے طرز کو پُر پیچ طرز نہیں کہہ سکتے ہیں ۔ یہ پُر پیچ وہاں نظر آتا ہے جہاں بیان کا کوئی اور طریقہ غیر منضور محسوس ہوتا ہے ۔ ان پُر پیچ طریقہ اظہار میں حضرت ذوقی کا عجز نہیں بلکہ فن ظاہر ہوتا ہے ۔ حضرت ذوقی نے چھوٹی بحروں میں نہایت صاف اور رواں دواں قصیدے لکھے ہیں، جو سادگی سے زیادہ قریب ہیں، مثلاً ذیل میں ایک قصیدے کے چند اشعار دیکھئے :-

اے جسم تو جانِ آفرینش   خاکِ تو روانِ آفرینش
بر صفحۂ کشف می نگارد   علم تو نہانِ آفرینش
بر جانِ گہر بر آورد سنگ   بے مہرِ تو کانِ آفرینش
تاکنگرِ قدرِ تو نپرد   مرغ طیرانِ آفرینش
از ہو دج تست دلفریبی   بر پیل دمانِ آفرینش

در وصفِ عذارِ جانفزایت خورشید زبان آفرینش
ملکش بود آفرینش امّا تونیستیٔ آں آفرینش
برلستہ بخدمتِ شریفت تقدیرِ میان آفرینش

قصیدے میں مبالغہ کے بغیر قوتِ تخئیل کا اظہار نہیں ہوسکتا۔ لیکن نعتیہ قصائد میں ایک مشکل ہوتی ہے کہ قوتِ تخئیل حدِّ ادب سے آگے نہ بڑھنے پائے بلکہ حدودِ جواز کے اندر رہے۔ حضرتِ ذوقی نے ان حدود کا لحاظ رکھا ہے اور تعریف میں وہاں مبالغہ آرائی کی ہے، جہاں گھوڑے اور تلوار وغیرہ کی تعریف کی ہے۔

جہاں قوتِ تخئیل سے زیادہ کام لینا پڑتا ہے، وہاں بیان میں تمام صنائع بدائع خود بندھے چلے آتے ہیں، چنانچہ حضرت ذوقی کے قصیدوں میں بھی سبھی صنعتیں، چمن میں رنگارنگ پھولوں کی نظر آتی ہیں۔ مثلاً حُسن تعلیل، تضاد، طباق، تشبیہ، استعارہ، مراعاۃ النظیر، لف ونشر، تجنیس وغیرہ جن کا معلوم کرلینا کچھ دشوار نہیں۔

قصیدے میں تخیل کی ندرت اور بلندی، مضمون آفرینی، زورِ بیان اور قادر الکلامی یہ وہ چار عناصر ہیں جن سے قصیدے کا معیار متعین کیا جاسکتا ہے۔ رہا تشبیب، گریز اور مدح میں مطابقت پیدا کرنا تو یہ ہر قصیدہ گو شاعر کے لئے لازمی ہے اور یہ قصیدے کی ضروری شرط ہے، بشرطیکہ شاعر نے قصیدے میں تشبیب اختیار کی ہو۔

قادر الکلامی کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کے مضامین کے ادا کرنے پر ایسی قدرت ہو کہ بیان مُغلق نہ ہونے پائے، اگر شاعر ابلاغ و ترسیل میں ناکام ہے تو یہ قادر الکلامی نہ ہوئی۔ اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں تو حضرت ذوقی قصیدے میں عرفی پر فوقیت رکھتے ہیں۔ عرفی کے قصائد میں کہیں کہیں تخیل میں بلندی اور ندرت دیدنی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عرفی کا وجدان اسکی شخصیت میں ایک عظیم شاعر کے پوشیدہ ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے مگر بیان پر اُسے وہ قدرت حاصل نہ ہوسکی جو حضرت ذوقی کو حاصل ہے۔

آخر میں ہم حضرت ذوقی کے چند اشعار اِدھر اُدھر سے پیش کرتے ہیں۔ ایک جگہ گریز کے شعر میں لکھتے ہیں:-

درخواب بود چشمش گفتم کہ چند خفتی گفتا کہ فتنہ خسپد در عہدِ شاہِ داور

معشوق کی آنکھیں خوابیدہ تھیں، میں نے کہا کب تک سوؤگے؟ اُس نے کہا کہ انصاف کرنے والا بادشاہ کے عہد میں فتنہ سویا ہُوا رہتا ہے۔

نعت کے دو اشعار ملاحظہ ہوں:-

تو سوی بارگاہِ خدا روی تافتی | سوی درِ تو تافتہ ہر بارگاہ روی

آپ بارگاہِ خدا کی طرف متوجہ ہیں | آپ کی طرف ہر بارگاہ متوجہ ہے۔

ہر شاہ رو بسوی کلاہ آورد ولیک | ہر لحظہ سوی شاہ در آرد کلاہ روی

ہر بادشاہ اپنی بادشاہی اور عزّت کی علامت 'کلاہ و تاج' کا شیدا ہے' لیکن آپ کی ذات پر خود عزّت و آبرو شیدا ہے۔

رسول اکرمؐ نے کمترین انسانوں کو برگزیدہ صفات بنا دیا' اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں :-

از یک نگاہ کردی تو مرسنگ گوہری | در قرن گرچہ سنگ کند گوھر آفتاب

آپؐ نے ایک نگاہِ لطف سے پتھر کو گوہر بنا دیا جبکہ سورج کو پتھر کو جواہر بنانے میں قرن درکار ہوتے ہیں۔

مدح کرتے کرتے ایک جگہ لکھتے ہیں :-

بحر لیست بیکراں صفتِ افتخار تو | تا چند مشک و غالیہ سایم در آفتاب

دوسرے مصرعہ کی برجستگی نے شعر کو بہت بامزہ بنا دیا ہے۔ کہتے ہیں آپ کے افتخار کی صفت تو ایک ناپیدا کنار سمند رہے۔ میں سورج میں کب تک مشک و غالیہ لگاؤں گو یا آپ کی تعریف کرنا ایسا ہی ہے جیسے سورج میں مشک غالیہ لگانا۔ یعنی آپ کی صفات کا بتمام و کمال بیان کر دینا ناممکن ہے' یا آپ کی خوبیاں بیان سے مستغنی ہیں' یا آپ کی صفات اس طرح عیاں ہیں جیسے سورج' آفتاب آمد دلیلِ آفتاب۔

ایک جگہ مقطع میں حضرت ذوقی اپنی تعریف یوں کرتے ہیں :-

ذوقی غلام تست و بجاں مدح گوی تو | آری بود بزانوی ہر دلبر آئینہ

اس شعر میں اندازِ بیان کی لطافت قابلِ تعداد ہے۔ کہتے ہیں ذوقی آپ کا غلام ہے اور جان سے آپ کا مدح گو ہے اور کیوں نہ ہو' ہر دلبر اپنے زانو پر آئینہ رکھتا ہے تاکہ اپنے حسن کا مشاہدہ اُس آئینے میں کرے اور مزید اپنے کو بہتر سنوارے' میں بھی لوگوں کا محبوب و دلبر ہوں' اس سبب سے کہ آپ کا مدح گو اور عاشق ہو۔ یہ قصائد میرا آئینہ ہیں کیونکہ میرا حسن دلبری اور محبوبیت صرف اس قصیدہ گوئی کے سبب ہے۔ میں اس آئینے میں اپنے جوہرِ حسن کو دیکھتا ہوں۔

یہاں حضرت ذوقی کے قصائد پر تفصیلی بحث کرنا منظور نہیں ہے بلکہ صرف بعض ضروری اُمور کی طرف قارئین کو متوجہ کرنا مقصود تھا۔ حضرت ذوقی کے تمام قصائد شائع ہونے کے بعد انشاءاللہ تعالیٰ ان کے قصائد پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔

قصیدۂ نعتیہ

۱۔ ای از تو مباہات عرب را و عجم را
اے وہ کہ آپ پر عرب و عجم کو فخر ہے
وی مرہم و ریش از تو کرم را و ستم را
اور اے وہ کہ آپ سے کرم کو مرہم اور ستم کو زخم حاصل ہے

۲۔ تا بحر کفت جوش زد از شورش سائل
جب سائل کے مانگنے پر آپ کی ہتھیلی کے سمندر میں جوش آیا
حاجت بسوئی آب نشد ابر و دیم را
تو سمندر اور بادل کو پانی کی حاجت نہ رہی

۳۔ تا شمع دم خنجر تو تافت ز تابش
جب آپ کے خنجر کی شمع چمکی تو اس کی تابش سے
خونابہ بجز دمع نشد خصم دژم را
دشمن کا خون آنسو بن گیا

۴۔ از بسکہ دیم یافت ز فیضان تو رتبت
سمندر کو آپ کے فیضان سے وہ رتبہ ملا
ابری نتواند کہ کشد بار دیم را
کہ بادل کو سمندر کا بوجھ ڈھونے کی ضرورت نہ رہی

۵۔ خصمت کہ خبر یافت ز جود و کرم تو
آپ کے دشمن نے آپ کے جود و کرم کی پائی
بر بوی کرم جمع کند برگ کرم را
کرم کی امید میں وہ کرم کے بہانے جمع کر رہا ہے

۶۔ اندر حرم خاص بریدی سر آہو
آپ نے خاص حرم میں آہو کا سر کاٹ دیا
جز تو نکند صید آہوی حرم را ۱
آہوئے حرم کو آپ کے سوا کوئی قید نہیں کرتا

۷۔ چوں خنجر علم تو برد خنجر غفلت
چونکہ آپ کے علم کا خنجر غفلت کا گلا کاٹ دیتا ہے
خواب آید از آن حادثہ در چشم عدم را ۲
عدم کو یہ حادثہ سن کر نیند آجاتی ہے

فرہنگ و حواشی
قصیدہ (۱)

۱۔ آہو بمعنی عیب۔ آپ نے حرم کے اندر عیب کا سر کاٹ دیا۔ یعنی قلع قمع کر دیا۔ آہو میں الف اس کا سر ہے اسے نکال دینے کے بعد "ہو" بچتا ہے، ہو، سے مراد خدا کی ذات ہے۔ دوسرے مصرعہ میں آہوئے حرم سے بھی مراد خدا کی ذات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حرم میں خدا کی پرستش قائم کی۔

۲۔ جب آپ کے علم کا خنجر غفلت کے حلق کو لے جاتا ہے (کاٹ دیتا ہے) تو اس واقعہ سے عدم کی آنکھ میں نیند آجاتی ہے۔

۸۔ ازبس کہ شد از خردہ عطارز خجالت — درخدمت توکسب نمودہ ست بکم را ۳

عطارد عیب چینی کے سبب عیب چینی میں مبتلا ہے — آپکی خدمت میں اس نے خاموشی اختیار کرلی ہے

۹۔ آواز درو از نفس باد بر آید — تا مشک فشاں کردہ سیت نامہ شم را ۴

ہوا کی سانس سے دُرود کی آواز آرہی ہے — جب سے نافے ہر طرف مشک فشانی کی ہے

۱۰۔ تا غلغلۂ رفعت تو زیر و زبر شد — چرخ و زمی از دست دراند اخت علم را

جب سے آپکی بلندی کا شہرہ زمین و آسمان پر ہوا — آسمان و زمین نے اپنی بڑائی کا جھنڈا گرا دیا ہے

۱۱۔ سر لمعۂ صمصام درخشانِ دُرفشت — در زیر زمیں بستہ فرو دیدۂ جسم را

آپکے جھنڈے کے درخشاں صمصام کی چمک نے — جسم کی آنکھ کو پست کردیا ہے

۱۲۔ از غلغلۂ دمدمۂ دبدبہ ات دم — چوب دہلِ سینہ بود شیر اجم را ۵

آپکے دبدبہ کے غضب کے غلغلہ سے آپکی سانس کی ہوا — جنگل کے شیر کے سینہ پر چوب کی طرح پڑتی ہے

۱۳۔ چوں از طلب سیم و زرت بود تنفیر — سودی تہ پا یکسرہ دینار و درم را

چوں کہ سیم و زر کی طلب سے آپکو نفرت تھی — آپنے دینار و درم کو پاؤں تلے روند ڈالا

۱۴۔ تا گرز تو تارک شکن کوہ گراں شد — او تاد بستند سر سنگ شکم را

جب آپکا گرز کوہ گراں کی پیشانی کو توڑنے والا ہوا — تو پتھر رکھنے والا پیٹ یعنی پتھر کو زمین کا کھونٹا بنا دیا گیا

۱۵۔ گردون کہ ستم کردہ بایّام جوانی — در نوبت تو پیش گرفتست ہرم را

آسمان نے جوانی میں ظلم کیا تھا — اس لیے آپکے زمانے میں اس پر بڑھاپا آگیا

۱۶۔ ترسد فلک از ہیبت تو چوں نہ ہراسد — کز نصفت تو پوست کشید ند ستم را

آسمان آپ کی ہیبت سے ڈرتا ہے اور کیوں نہ ڈرے — کہ آپکے انصاف نے ظلم کی کھال کھینچ لی ہے

یعنی جیسے ایمان و عمل حاصل ہوجاتا ہے موت اس کو فنا نہیں کرسکتی بلکہ اس کے مقابلہ میں موت خود فنا ہوجاتی ہے۔

۳ بکم۔ یعنی بات کرنے سے قصداً باز رہنا۔ خاموش رہنا۔ عطارد کی اتنی عیب چینی ہوئی کہ آپ کی خدمت میں اس نے خاموشی اختیار کرلی

۴ شم۔ نزدیک و دور۔ بلندی۔ بلندی کوہ۔ اس کے علاوہ، ناک کی خوبصورتی کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں سبھی معنی موزوں ہوسکتے ہیں۔

۵ دمدمہ۔ غیظ و غضب، دبدبہ۔ سخت زمین پر سُم کے پڑنے کی آواز۔ طبل و نقارہ، ہیبت و بزرگی تمہارے غیظ و غضب کی ہیبت سے تمہاری سانس شیر اجم کے سینہ کے ڈھول پر چوب کی طرح پڑتی ہے۔

۱۷۔ چوں دید بزم تو سپیدی محاسن
جب آپ کی بزم میں داڑھی کی سپیدی کو دیکھا
ازریش خرد دل ز ہواشت کتم را ۷
تو عقل نے داڑھی رنگنے کے خیال کو دل سے دھو دیا

۱۸۔ گر تو صفر نگاہی ز تو یابند گہ بخشش
اگر آپ کی نگاہ کا صفر بخشش کے وقت پائے
دہ درجہ فزاید یکی پایہ رقم را ۷
تو ایک کی رقم کا درجہ دس گنا بڑھ جائے

۱۹۔ گر میل کند خاطر پرنور تو ہر جذر
اگر آپ کا روشن دل جذر کی طرف متوجہ ہو جائے
منطق شود اعداد ہم جذر اصم را ۸
تو جذر اصم کے اعداد منطق ہو جائیں

۲۰۔ تا خصم تو از پنبہ و غم شد بز فربہ
جب آپ کا دشمن غم کی روئی سے فربہ بکری بن گیا
گوید بہ بلا پاسبانی خیمہ را ۹
تو بلا سے کہتا ہے کہ خیموں کی پاسبانی کرد

۲۱۔ از شعلہ شمشیر تو ہر خرمن غارت
آپ کی شمشیر کے شعلہ سے غارت شدہ ہر خرمن
خاکستر خود کردہ دوا درد و سقم را ۱۰
خاکستر بیماری کی دوا بن گیا ہے

۲۲۔ ہر شاخ عنم میل کند جانب اسفل
ہر شاخ عنم پستی کی طرف میل کرتی ہے
گر خصم تو مالد برخ زرد عنم را ۱۱
اگر آپ کا دشمن اپنے زرد چہرے پہ عنم لگائے

---

۷ کتم: وسمہ، خضاب۔ جب عقل نے آپ کی بزم میں داڑھی کی سپیدی دیکھی تو دل سے داڑھی رنگنے کے خیال کو دھو دیا۔

۸ اگر بخشش کے وقت تمہاری نگاہ کا ایک صفر کسی ایک کو مل جائے تو ایک کا درجہ تحریر میں دس گنا بڑھ جائے۔ رقم جواہر مرصع کو بھی کہتے ہیں۔ (آنندراج) اس لحاظ سے یہ مفہوم ہوگا کہ ایک جواہر مرصع کی قیمت دس گنا بڑھ جائے۔

۸ جذر اصم: ہر وہ عدد جس کو اگر مجذور فرض کریں اور اس کا جذر نکالیں تو جذر عدد سالم نہ ہو بلکہ کسر میں ہو۔ مثلاً ۱۲ کا جذر ۳۴۶۴۱ ہوا سالم نہیں ہے برخلاف اس کے ۹ کا جذر ۳ ہے جو عدد سالم ہے۔ جب جذر عدد سالم ہو تو اسے جذر منطق کہتے ہیں ـــــ منطق بمعنی کشادہ ہونے والا۔ مطلب یہ ہے کہ جذر اصم پر تمہارا خاطر نور توجہ کرے تو وہ کشادہ ہو کر جذر سالم یا جذر منطق بن جائے۔

۹ جب آپ کا دشمن غم کے پنبے سے پھول کر بکری بن گیا تو بلا سے کہتا ہے کہ اس کے خیموں کی نگہبانی کرے یعنی اس کی فربہی پنبہ کی طرح ہے اور اس کا بکری ہونا دونوں بزدلی کی علامات ہیں اور بزدلی بلا کو دعوت دیتا ہے۔

۱۰ آپ کی شمشیر کا شعلہ ہر خرمن کو غارت کر کے جو خاکستر بناتا ہے وہ بیماری کی دوا بن جاتا ہے۔

۱۱ عنم: ایک درخت ہوتا ہے جس کا پھل سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ اگر آپ کا دشمن اپنے زرد چہرے پر عنم مل کر سرخ کرنا چاہے تو درخت عنم کی ہر شاخ

۲۳۔ جز لفظ نعم نیست فراتر بجز امت
آپ کے جواب میں ہاں کے سوا کوئی لفظ نہیں ہے

۲۴۔ از شمّۂ خلق تو جنون باز شناید
جنون آپ کے خلق کا ایک شمّہ بھی نہیں جان سکتا

۲۵۔ گر دشمن دونت بشلم دست کشاید
اگر آپ کا دشمن ایک شلجم لینے کے لیے ہاتھ بڑھائے

۲۶ بشد غرق سرِ مدعی اندریم کفت
مدعی آپ کے ہتھیلی کے سمندر میں غرق ہو گیا

۲۷۔ گر چہرۂ خصم تو تمساح بماند
اگر آپ کے دشمن کا چہرہ گھڑیال کی طرح ہو جائے

۲۸۔ تا دست تو مائل شدہ بر دامنِ سائل
جب سے آپ کا ہاتھ سائل کے دامن کو بھرنے کی طرف مائل ہوتا ہے

شاید کہ جواب تو بود "خویش" "نعم" را ۱۲
شاید کہ آپ ہاں کے جواب میں اپنا کہدیں

ہر چند نگسیخت کسی تار لمم را ۱۳
اگرچہ کسی نے جنون کے تار کو نہیں توڑا

در باغِ زمین بلع کند شاخِ سلم را ۱۴
تو باغ میں زمین سلم درخت کو نگل لے

آب است ازیں سہم جگر بحر خصم را ۱۵
اس خوف سے سمندر کا جگر پانی پانی ہے

تقدیر کند آتش سوزان ہمہ نم را ۱۶
تو تقدیر تمام پانی کو آتش سوزاں بنا دے

میل است سوی گرسنہ ہر لحظ نعم را
ہر لحظہ نعمت بھوکوں کے پاس جانے کی خواہاں ہو گئی ہے

بجائے اوپر جانے کے نیچے کی طرف مائل ہو جائے۔ (تاکہ دشمن کے چہرے پر سرخی حقیقی اور سچی مسرت کے سبب نہ ہو بلکہ مصنوعی رہے اور اس کے لیے آسانی سے اس کو غم میسر ہو جائے بظاہر چہرہ سرخ مگر حقیقت میں دل غمگین۔

۱۲ آپ کے جواب میں ہاں کہنے کے سوا کوئی دوسرا جواب نہیں ہے تاکہ شاید ہاں کے جواب میں آپ اسے "اپنا" کہدیں۔

۱۳ لمم۔ ایک قسم کی دیوانگی

ہر چند جنون کے تار کو کسی نے نہیں توڑا۔ پھر بھی جنون تمہارے خلق عظیم کا ایک شمّہ نہیں سمجھ سکتا مطلب یہ ہے کہ تمہارے خلق عظیم کو نہ تسلیم کرے وہ دیوانہ ہے۔ دوسرے مصرعہ سے یہ مفہوم ظاہر ہوتا ہے کہ جنون کے فہم کے قصور کا سبب یہ نہیں ہے کہ اس کے تار کو کسی نے توڑ دیا ہے (جنون کے تار ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ صاحبِ عقل و ہوش وغیرہ ہو جانا) یعنی جب تک صاحب جنون کا جنون باقی ہے وہ تمہارے خلقِ عظیم کو نہیں سمجھ سکتا بالفاظ دیگر جب تک وہ تمہارے خلقِ عظیم کا قائل نہ ہو تب تک اس کی دیوانگی اور جنون سالم ہے

۱۴ شلم۔ شلغم۔ سلم = ایک درخت کا نام۔

اگر آپ کا دشمن ایک شلغم لینے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو باغ میں زمین (غضبناک ہو کر) سلم درخت کی شاخ (درخت کو مع شاخ) نگل جائے۔

٢٩۔ یم خواست کہ دریای کفت یکسرہ تو شد
سمندر نے چاہا کہ آپکی ہتھیلی کے سمندر کے پانی کو پی جائے

٣٠۔ آتش چکد از موج حسام تو دما دم
آپکے نیزے کی موج سے دما دم آگ برستی ہے،

٣١۔ خیاط علا کرد بمیدان شہامت
بلندی کے خیاط نے شہامت کے میدان میں،

٣٢۔ در معدن طبع تو در انداخت سعادت
سعادت نے آپ کی طبع کے معدن میں

٣٣۔ گر تابش صمصام عدو سوز تو افتد
اگر آپکے عدو سوز صمصام کی تابش پڑے

٣٤۔ در غرب غروب ابدی لیست
تو سورج ہمیشہ کے لئے غروب میں رہ جائے

٣٥۔ در فی المثل آوازۂ الطاف تو تازد
اور اگر آپکے الطاف کی شہرت حملہ کرے

در رود روان بخت یکی حسام رذم را ١٧
تو اپنے حسام کو ندی میں بہا دیا

پامرد از عدل تو سیلاب ضرم را ١٨
جو آپکے عدل کے سبب غضب کے سیلاب کی مدد کرتا ہے

بر خیمۂ تو باد فراین ہفت خیم را
ساتوں آسمان کو آپکے خیمہ پر پنکھا بنایا ہے

فی الحال یواقیت دلاسای ہمم را ١٩
فوراً دل کو آسائش دینے والی ہمتوں کے یاقوت بھر دے

بر ہر کہ افراط دہد سوزش ضنم را ٢٠
سورج پر جو کہ زمین کو سوزش دیتا ہے

کزوی بنود ہیچ خبر راہ عدم را ٢١
کہ اس کی خبر راہِ عدم کو بھی نہ ہو،

بر چرخ کہ تا رہ زند ادبار و خفتم را ٢٢
آسمان پر تاکہ ادبار اور کمینہ کو مٹا دے

---

١٥ خفتم = کوئی نہر، یا دریا وغیرہ۔ غالباً شعری رعایت کی وجہ سے حسن بغیر تشدید کے استعمال کیا ہے۔ بحر خضم — پانی کا سمندر یعنی سمندر۔ سہم = خوف

١٦ تمساح = گھڑیال۔ نہنگ۔ اگر آپ کے دشمن کا چہرہ گھڑیال کی طرح ہو جائے تو تقدیر تمام تری کہ آتش سوزاں بنا دے (تاکہ دشمن اس آگ سے جل جائے۔ گھڑیال پانی میں رہتا ہے اس وجہ سے یہ کہا)

١٧ سمندر نے چاہا کہ آپکے دریائے کف سے پورا کا پورا سیراب ہو اس خیال سے اپنے رنجور حام کو ندی میں ڈال دیا تاکہ خالی ہو جائے اور آپکے دریائے کف کا پانی اپنے اندر بھر سکے۔

حسام رُذم = رنجور حام — اشارہ یہ ہے کہ آپکے دریائے کف کے مقابلہ میں سمندر گویا صرف ایک جام کے برابر ہے۔

١٨ پامرد۔ مددگار۔ ضرم = سخت شدن سوزش و حرارت چیزی و افروختہ شدن بر کسی از خشم۔
عدل کے سبب تمہارے غضب کے سیلاب کو موج حسام کی آگ مدد پہنچاتی ہے۔

١٩ سعادت نے آپکی طبع کے معدن میں ہمتوں کے دل کو آسائش دینے والے یاقوت بھر دے۔

۲۶۔ از زلزلہ گردون متحرک شود آسمان
کز کنگرہ اش پای شود رنج و الم را

تو آسمان زلزلے سے ایسا کانپ اُٹھے
کہ اس کے کنگرے رنج و الم کے پاؤں بن جائیں

۲۷۔ ذوقؔ نہ جانانست فگارندۂ مدحت
کارزدہ کند از نقش لوح و قلم را ۲۳

ذوقؔ آپ کا ایسا مدح نگار نہیں ہے
کہ اپنی تحریر سے لوح و قلم کو آزاد کر دے

۲۸۔ او لوح ز دل سازد آنگہ قلم از جان
تا وصف کند مملکت چون تو حکم را

وہ اپنے دل کو لوح اور جان کو قلم بناتا ہے
تاکہ آپ جیسے حاکم کی مملکت کا وصف لکھے

۲۹۔ افگن نظر لطف بریں بندۂ عاصی
تا دور کند از تن خاطر شب غم را

اس گنہگار بندے پر لطف کی نگاہ کیجیے
تاکہ اپنے خاطر سے شبِ غم کو دور کرے

---

۲۰ سوزشِ صنم: وہ سوزش جو دو چیزوں کو ملائے۔ یعنی سورج کی تابش زمین اور آسمان کو ملاتی ہے۔

۲۱ سورج ابد تک غروب ہو جائے کہ عدم کو بھی خبر نہ ہو یعنی اُسے معدوم کرنے کے لیے عدم کی حاجت نہ ہو۔

۲۲ نقم = نقمہ کی جمع بمعنی کینہ۔

۲۳ یعنی لوح و قلم میری فکر کی تاب نہ لا سکے۔

قصیدہ نعتیہ

(۲)

۱۔ اے از صہیل برق براقت کر[۱] آسمان
اے وہ کہ جس کے براق کے برق کے گھوڑے کی آواز سے آسمان بہرا ہے
باشد روا چو بید بلرزد گر آسمان
اگر آسمان بید کی طرح کانپے تو درست ہے

۲۔ تا آتشِ حسام فروزان نمودہ ای
جب سے آپ نے اپنے نیزے کی آگ کو فروزاں کیا ہے
دود سیاہ ابر بود اخگر آسمان
ابرِ سیاہ دھواں ہوگیا ہے اور آسمان چنگاری بن گیا ہے

۳۔ از ہر بنات[۲] مدحت تو خلق بشنود
ہر بنات سے مخلوق آپ کی تعریف سنتی ہے
تا صیت اعتلامی تو شد اندر آسمان
جب سے آپ کی بلندی کی شہرت آسمان میں پہنچی ہے

۴۔ ہرچند والاُمّہ اشیاء بود فلک[۳]
ہرچند آسمان والدِ اشیاء ہے
اندر گہت زدیم قدم ما بر آسمان
ہم نے آپ کی درگاہ سے آسمان پر لات ماردیا

۵۔ تا بر حسود تیغ کشیدی و بید برگ
جب سے آپ نے حاسدوں پر تیغ کھینچی ہے[۳]
بر بست الحفیظ زبان در ہر آسمان
ہر آسمان میں زبان پر الحفیظ ہے

۶۔ تیغ تو اژدر است طریدہ تو صرصری
آپ کی تیغ اژدر ہے اور حملہ صَرصَر ہے
مانند کاہ ریزہ درآن صرصر آسمان
آسمان اس صرصر میں کاہ کی طرح ریزہ ریزہ ہے

۷۔ اندر میان بحر جلال تو ای مَلِک[۵]
اے بادشاہ تیرے جلال کے سمندر میں
ہست آفتاب کاہ و حبابی در آسمان
سورج ایک کاہ ہے یا آسمان ایک حباب ہے

فرہنگ و حواشی قصیدہ ۔ ۲

۱ کر = بہرا ۲ بنات جمع ہے بنت کی۔ یہاں بطور اسم جمع استعمال ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بنات کی جتنی اقسام ہیں اور جن کا تعلق گردوں سے ہے ان میں سے ہر ایک مدحت سرا ہے مثلاً بنات النحر یا بنات التحر (ابر ہائے سپید) بنات النعش (آسمان کے سات ستاروں میں سے ہیں)

۸۔ ای دُرِ دُرجِ شوکت بُری لعل کانِ فضل
اے شوکت کے درج کے موتی اور اے فضل کے کان کے لعل

۹۔ در عہدِ من منم قمر آسمان شعر
اپنے زمانے میں آسمانِ شعر کا چاند ہوں

۱۰۔ چوں سلسبیل شعرِ مرا دید پُر ز آب
جب سلسبیل نے میرے شعر کو پُر آب دیکھا

۱۱۔ باین کمال در رہ مدح تو عاجزم
اس کمال کے باوجود میں آپکی مدح کرنے سے عاجز ہوں

۱۲۔ از بسکہ سربلند شوم از غلامیت
چوں کہ آپ کی غلامی کے سبب میں بلند ہو گیا ہوں

۱۳۔ ذوقی غلام تست وہمی خواہد ای ہمام
ذوقی آپ کا غلام ہے اور اے وہ یہی چاہتا ہے

شاہ فلکِ ہلال تو و جوہر آسمان
سورج آپ کا ہلال ہے اور آسمان جوہر

غلغل فتادہ است زمن اندر آسمان
آسمان میں میرا غلغلہ ہے

از جیب خود کشید برون ساغر آسمان
تو آسمان نے اپنے جیب سے ساغر باہر نکالا

کو خاک با حصاد پُر از اختر آسمان
کہاں سنگریزوں سے آمیز خاک اور کہاں تاروں سے بھرا ہوا آسمان

اینک نگر کہ دست کشیدم بر آسمان
یہ دیکھئے کہ میرا ہاتھ آسمان تک بلند ہو گیا ہے

کز خدمت کلاہ نباید در آسمان
کہ آپ کی خدمت میں سربلندی حاصل کرے

بنات النعش صغریٰ (ہفت اورنگ کہیں) بنات النعش کبریٰ (ہفت اورنگ مہین)

۲۔ طرید = حملہ

ع۱۔ براق کو برق اس کی برق رفتاری کے سبب کہا ہے۔

ع۲۔ اخگر سے رات کے تاروں کی طرف اشارہ ہے۔

ع۳۔ فلک کو ذی الید اشیاء صرف شاعرانہ توجیہ ہے نہ کہ حقیقی۔ یہ جدت نہیں ہے بلکہ شعر روایا کی تقلید ہے، جو شاعری میں جائز ہے، اور اختلاف ناجائز۔

قصیدۂ نعتیہ

(۳)

۱۔ تا دیدہ است روے ترا انور آفتاب
جب سے روشن آفتاب نے آپ کا چہرہ دیکھا ہے

چوں زلف مضطر تو بود مضطر آفتاب
آپ کی بیقرار زلفوں کی طرح آفتاب بیقرار ہے

۲۔ تا پرتوِ شب[1] تو بمہتاب اوفتاد
جب سے آپ کی زلفوں کا سایہ مہتاب پر پڑا ہے

گردید ہمچو آئینۂ اکدر آفتاب
آفتاب مکدّر آئینہ کی طرح ہو گیا ہے

۳۔ برکردم از برای ثنای تو دوش شمع
کل رات میں نے آپ کی مدح لکھنے کے لیے شمع روشن کی

بیروں زپردہ ساخت رُخ انور آفتاب[2]
آفتاب نے اپنا روشن چہرہ پردے سے باہر نکالا

۴۔ بینی چرا بآئینہ رخسار ای قمر
اے چاند اپنا چہرہ آئینے میں کیوں دیکھتا ہے

در آئینہ مبیں و ببیں اندر آفتاب
آئینے میں مت دیکھ! آفتاب میں دیکھ

۵۔ از تیر غمزۂ تو بلرزم چنانچہ روی
آپ کے غمزہ کے تیر سے ایسا لرزتا ہوں ،

پیش کمان شاہ کند اصفر آفتاب
شاہ کے کمان کے سامنے آفتاب اپنا چہرہ زرد کرتا ہے

مطلعِ ثانی

۶۔ ہر صبحدم کہ روی کند اشفر[3] آفتاب
ہر صبح کو جبکہ سورج اپنا چہرہ سرخ کرتا ہے

نرگس کشادہ چشم شود اندر آفتاب
نرگس آفتاب میں اپنی آنکھ کھولتی ہے

فرہنگ و حواشی قصیدہ ۳ : [1] شب مراد زلف ، این جا حسن تعلیل است واشارہ بہ خسوف آفتاب است ،

قصیدۂ نعتیہ

(۳)

۱۔ تا دیدہ است روے ترا انور آفتاب
چوں زلف مضطر تو بود مضطر آفتاب

جب سے روشن آفتاب نے آپ کا چہرہ دیکھا ہے
آپ کی بیقرار زلفوں کی طرح آفتاب بیقرار ہے

۲۔ تا پرتوِ شب[1] تو بمہتاب اوفتاد
گردید ہمچو آئینۂ اکدر آفتاب

جب سے آپ کی زلفوں کا سایہ مہتاب پر پڑا ہے
آفتاب مکدر آئینہ کی طرح ہو گیا ہے

۳۔ برکردم از برای ثنای تو دوش شمع
بیروں ز پردہ ساخت رُخ انور آفتاب [2]

کل رات میں نے آپ کی مدح لکھنے کے لیے شمع روشن کی
آفتاب نے اپنا روشن چہرہ پردے سے باہر نکالا

۴۔ بینی چرا بآئینہ رخسار ای قمر
در آئینہ مبیں و ببیں اندر آفتاب

اے چاند اپنا چہرہ آئینے میں کیوں دیکھتا ہے
آئینے میں مت دیکھ آفتاب میں دیکھ

۵۔ از تیر غمزۂ تو بلرزم چنانچہ روی
پیش کمان شاہ کند اصفر آفتاب

آپ کے غمزہ کے تیر سے ایسا لرزتا ہوں،
شاہ کے کمان کے سامنے آفتاب اپنا چہرہ زرد کرتا ہے

مطلع ثانی

۶۔ ہر صبحدم کہ روی کند اشفر[3] آفتاب
نرگس کشادہ چشم شود اندر آفتاب

ہر صبح کو جبکہ سورج اپنا چہرہ سُرخ کرتا ہے
نرگس آفتاب میں اپنی آنکھ کھولتی ہے

فرہنگ حواشی قصیدہ ۳: ۱ - شب مراد زلف، ایں جا حسن تعلیل است و اشارہ بہ خسوف آفتاب است،

۷۔ دستِ دعا فراز کند اشقرِ آفتاب
چمن میں چنار دستِ دُعا دراز کرتا ہے۔

۸۔ عنبر بروی صبح نشانم بہر سحر
ہر صبح کو صبح کے چہرے پر عنبر افشانی کرتا ہوں

۹۔ مہ را ز آسمان بزمین آورم بروز
چاندکو آسمان سے زمین پر لاتا ہوں،

۱۰۔ آن بادشاہ دہر ابو القاسم کبیر
وہ زمانہ کا بادشاہ ابو القاسم

۱۱۔ در نیم شب شگافتہ مہ را بیک دلال
جس نے آدھی رات کو ایک اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیئے

۱۲۔ الماسِ تیغ را چو بر آوردہ در مصاف
جب تیغ کے الماس کو میدان جنگ میں نکالا

۱۳۔ در یک نگاہ کردی تو بر سنگ گوہری
آپ نے ایک نگاہ میں پتھر کو گوہر بنا دیا

تا سوی او گشادہ کند چہرہ آفتاب
تاکہ آفتاب اس کی طرف چہرہ کشادہ کرے

از صبح ہرچہ دور کند عنبر آفتاب
اگرچہ آفتاب صبح سے عنبر (رات کی تاریکی) کو دور کرتا ہے

در شب بر آورم ز گریہ کرتہ در آفتاب
رات میں پہاڑ کے دامن سے سورج کو نکالتا ہوں

کو را فلک سپر بود و خنجر آفتاب
فلک جس کی ڈھال ہے اور آفتاب خنجر

در نیمروز پای نہادہ بر آفتاب
نیمروز میں آفتاب پر پاؤں رکھا

از چشم لعل ریختہ و زر رخ آفتاب ۱۶
آفتاب نے آنکھوں سے لعل بہا دیا اور چہرے سے سونا

در قرن گرچہ سنگ کند گوہر آفتاب
آفتاب ایک زمانے میں پتھر کو جواہر میں تبدیل کرتا ہے

۲ خود شاعر معنی این بیت چنین نوشتہ است! "چون چراغ آفتاب بے نور میشود پس چون از برای ثنای تو در شب دوش چون شمع افروختم از ملاحظہ لوامع و شعاشع مدح تو شمع بیتاب شد و معلوم چنان شد کہ مگر آفتاب ظہور کردہ است"

۳ اشقر بمعنی سُرخ،

۴ کرد بمعنی زمین یا پہاڑ کا دامن۔

۵ دلال = اشارہ

۶ معنی این بیت خود شاعر چنین نوشتہ است،

"یعنی آفتاب گردن بریدہ شد کہ خلاف الشرع بر سر معجز بستہ بر صدر چرخ نیست"

۱۴۔ اے آفتاب ملک ز تاب حسام تو — در دیگ چرخ پخته دماغ گہر آفتاب
اے آفتاب کا طرح روشن آپ کے نیزے کی چمک سے — آسمان کی دیگ میں آفتاب کی بھیجا پکتا ہے

۱۵۔ گردن بریدہ گشت ز صمصام قاصیت — بر صدر چرخ بستہ بسر معجر آفتاب ۴
آپ کی فیصلہ کرنے والی صمصام سے گردن بریدہ ہوگیا — آفتاب سر میں چادر باندھ کر آسمان میں صدر نشین ہوگیا

۱۶۔ عسکر کشید ہر تو عدم گشت عسکرش — بر جای ماند تنہا بے عسکر آفتاب ۵
آپ پر لشکر کشی کی تو اس کا لشکر معدوم ہوگیا — آفتاب اپنی جگہ پر تنہا بے لشکر ہوگیا

۱۷۔ گر بوی خلق تو بمشام آشنا شود — گردد فلک معطر و پر عنبر آفتاب
اگر آپ کے اخلاق کی بو اس کے مشام تک پہونچے — تو فلک معطر ہو جائے اور آفتاب معنبر ہو جائے

۱۸۔ تا قطرہ ای ز بحر جلال تو نوش کرد — در مجمع نجوم شدہ قیصر آفتاب
جب سے آپ کے جلال کے سمندر کا ایک قطرہ نوش کیا — ستاروں کے مجمع میں آفتاب بادشاہ ہوگیا

۱۹۔ تا تاج سر ز کفش تو آمادہ کردہ است — بر فرق ملوک شدہ گوہر آفتاب ۶
جب سے آپ کے جوتے کو اپنا تاج سر کا بنایا ہے — آفتاب بادشاہوں کے تاج کا گوہر ہوگیا یا تو بادشاہوں کے تاج میں آفتاب ہوگیا

۲۰۔ بر کوہ گر نگاہ کرم افگنی شہا — سنگ سیہ زحل شود و مرمر آفتاب
اے شاہ اگر آپ پہاڑ پر نگاہ کرم ڈال دیں — تو سنگ سیاہ زحل ہو جائے اور سنگ مرمر آفتاب ہو جائے

۲۱۔ تا خاتم از بنان سلیمان شاندہ ای — انگشتری بہ ریختہ از صفر آفتاب
جب سے آپ نے سلیمان کے ہاتھ سے انگوٹھی لے لی ہے — آفتاب نے اپنی انگلی سے انگوٹھی پھینک دی ہے

۲۲۔ بحریست بیکران صفت افتخار تو — تا چند مشک و غالیہ سایم در آفتاب
آپ کے افتخار کی صفت، ایک بحر بیکراں ہے — میں آفتاب میں کب تک مشک و غالیہ ملوں

۴۔ معنی این شعر ہم شاعر چنیں نوشتہ است:
"یعنی آفتاب تا با تو مجادلہ و مقاتلہ پرداز لشکر نجوم جمع کردہ خواست کہ از شرق بیرون آید، در حال از یک نگاہ عتاب تو لشکر او عدم شد و بے لشکر تنہا ماند۔"

۵۔ معنی این بیت شاعر چنیں نوشتہ است،
"یعنی اگر رائحہ مشک خلق تو مشام مردی آشنا گردد آسمان و آفتاب بسبب معیتی کہ با ہر چیزی ہست مشکین و معنبر شود۔"

قصیدۂ نعتیہ

(۴)

۱. ای جبہہ اوفتادہ بپای تو مشتری
اے وہ کہ جس کے پاؤں پر مشتری پیشانی رگڑتی ہے

انداختہ ردا ز ولائی تو مشتری
مشتری نے آپ کی محبت کی چادر اوڑھ لی ہے

۲. تا آفتاب[۱] را بدر آوردہ ای مشب[۲]
جب سے آپ نے اپنے چہرے کو زلفوں سے باہر نکالا ہے

سایدعذار برکف پای تو مشتری
مشتری آپ کے پاؤں پر اپنا چہرہ رگڑتی ہے

۳. خیرالوریٰ رسولِ خدا کش بگفت خلق
خیرالوریٰ رسول خدا جس کو مخلوق نے کہا

کای عاجز از بہای رضای تو مشتری
کہ اے وہ جس کی رضا کی قیمت دینے سے مشتری عاجز ہے

۴. آن احمد کریم کہ گویند انجمش
وہ کریم احمد جس کو ستارے کہتے ہیں

کای طالب ثنای ثنای تو مشتری
کہ اے وہ کہ تیری ثنا کی طالب مشتری ہے

۵. ای مہر روی و ماہ جبین و نجوم لفظ[۳]
اے مہرو، ماہ جبین اور نجوم لفظ

مشتاق نطق فرح فزای تو مشتری
آپ کی فرح افزا نطق کی مشتاق مشتری ہے

۶. مریخ حارس تو و ہندوی تو زحل
مریخ آپ کا پاسبان ہے اور زحل آپ کا غلام ہے

زہرہ غلام و مدح سرای تو مشتری
زہرہ غلام اور مشتری مدح سرا ہے

۱؎ مطلب یہ ہے کہ آفتاب کا عمل اور اس کا اثر ختم ہو گیا اور اب صرف آپ کی حکمرانی ہے۔

۲؎ آفتاب سے مراد چہرۂ انور ہے جو مشک و غالیہ کا محتاج نہیں ہے۔

۳؎ اس میں حسنِ تعلیل ہے، مشہور ہے کہ آفتاب سے کانوں میں لعل و جواہر بنتے ہیں۔ گویا اشارہ ہے کہ آپ کے خوف سے آفتاب نے بہت جلد کانوں میں لعل و جواہر بنا دیئے۔

۴؎ اشارہ اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ تاج کو موتیوں سے اس طرح مرصع کرتے ہیں کہ سورج کی شکل بن جاتی ہے۔

۷۔ در اوج غم ہماوش پیوستہ می پرد
ای دور از ہوا، بہوای مشتری

غم کی بلندی میں ہما کی طرح لگاتار اُڑتی ہے
اے خواہشات سے دور! آپ کی خواہش میں مشتری

۸۔ خورشید را بچرخ بریں کرد رام خویش
تا یافت ذرہ ای ز علای تو مشتری

آسمان پر سورج کو اپنا رام بنا لیا
مشتری نے جب آپ کی بلندی کا ایک ذرہ پا لیا

۹۔ مجنون صفت در آمدہ تا شہر تو دوان
از شوق تو بباد صبای تو مشتری[۴]

آپ کے شہر تک مجنون کی طرح دوڑتا ہوا
آپ کے شوق میں آپ کی بادِ صبا کا خریدار

۱۰۔ در مکتب کمال دل خویش صاف کرد
از مدح ہای زنگ زدای تو مشتری

کمال کے مکتب اپنا دل صاف کر لیا
مشتری آپ کی مدح کر کے جو زنگ کو دور کرتی ہے

۱۱۔ آمادہ کردہ است ز خورشید خانہ ای
وز طیلسان بساط برای تو مشتری

خورشید نے آپ کے لیے گھر تیار کر رکھا ہے،
اور مشتری نے طیلساں سے آپ کے لیے بساط تیار کر رکھا ہے

۱۲۔ استادہ است زرد و توان[۵] از غم سبل[۶]
اینک بآرزوی شفای تو مشتری

سبل کے غم سے زرد و لرزاں کھڑی ہے
یہ مشتری آپ سے شفا حاصل کرنے کی آرزو میں

۱۳۔ از روی تو ضیا طلبد شاہ آسمان
وز خاطر تو ماہ، ز رای تو مشتری

سورج آپ کے چہرے سے اکتساب نور کرتا ہے
آپکے خاطر سے چاند روشنی حاصل کرتا ہے، آپکی رائے سے مشتری منور ہے

۱۴۔ از ترس احتراق نمی تابد ای قمر
اندر زمانہ پیش سہای تو مشتری

اے چاند جل جانے کے ڈر سے نہیں چمکتی
زمانے میں آپ کے سہا کے آگے مشتری

فرہنگ و حاشیہ ۴

۱؎ آفتاب یعنی رخ

۲؎ شب یعنی زلف (یہ دونوں صراحتیں شاعر نے خود کی ہیں)

۳؎ نجوم لفظ یعنی جس کے الفاظ ستاروں کی مانند ہیں۔

۴؎ تیر باد صبا کا خریدار مجنوں کی طرح دوڑتا ہوا تیرے شہر تک آیا۔

۵؎ توان ۔ لرزان ۔

۶؎ سبل ۔ آنکھ کی بیماری جسکی وجہ سے صاف نہیں دکھائی دیتا۔

۱۵۔ سوی شکیب تیز نرفتہ باشتیاق

اشتیاق کے سبب صبر بھی نہ کر سکی

۱۶۔ ذوقی غلام تست وسگ آستانہ ات

ذوقی آپکا غلام ہے اور آپکے آستانے کا کتا ہے

۱۷۔ تا آفتاب ذرّۂ خورشید تو بود

جب تک کہ آفتاب آپکے خورشید کا ذرّہ ہے

۱۸۔ بادا بدھر ذرّۂ تو شاہ آسمان!

آپکا ذرّہ زمانے میں اے شاہِ آسمان!

ق

چونانکہ سوی رنج وبلای تو مشتری

چنانچہ تیرے غم میں رنج وبلا کا خریدار ہے

ای چہرہ سودہ برکف پای تو مشتری

اے وہ کہ جس کے کفِ پا پر مشتری اپنا چہرہ رگڑتی ہے

تا ہمچو ماہ مدح سرای تو مشتری

جب تک کہ مشتری ماہ کی طرح آپ کی مدح سرا ہے

مثل مہ تو وہفتہ سہای تو مشتری

چودھویں رات کے چاند کیطرح ہے، اور آپکا سہا مشتری کی مانند ہے

قصیدۂ نعتیہ

(۵)

۱۔ زہی خدنگِ تر مہ کمان ھدف مریخ — گریز کردہ از آن سہم ہر طرف مریخ

آپ کے خدنگ کا کیا کہنا، چاند کمان اور مریخ ہدف ہے — اس خوف سے مریخ ہر طرف بھاگ رہا ہے

۲۔ چو زلف خود بکشادی شبی پدید[1] آمد — ز روئے نقاب بر آورد با شغب[1] مریخ

جب آپ نے زلف کھول دی تو رات ہو گئی — مریخ نے بڑے شوق سے اپنے چہرے پر سے نقاب ہٹا دی

۳۔ بچشم سرخ تو چون وا نمود دیدۂ سرخ — غریقِ آبِ عرق گشت چوں کشف مریخ

جب آپ کی سرخ آنکھوں سے (مریخ نے) اپنی آنکھ ملائی — تو وہ کچھوے کی طرح شرم کے پانی میں غرق ہو گیا

۴۔ بسہم غمزۂ تو تیر در کمان نیسان — ہر یخت گوہر و بگریخت در صدف مریخ

۵۔ مثال لالہ جبل داغ زد ز آتش رشک — چو دید عارض سرخ تو منکشف مریخ

۶۔ ز سہم چشم تو و بید برگ شاہجہان — ز تیغ شاہ فلک خواستہ کنف[2] مریخ

آپ کی آنکھوں کے ڈر سے اور شاہجہاں کے پیکان تیر کے خوف سے — مریخ نے سورج کی تیغ سے امان چاہی

۷۔ محمدؐ عربی احمد فلک اجلال — کہ ہست خانۂ قوسش کمان ہدف مریخ

فلک اجلال احمد اور محمد عربی — قوس قزح کا گھر آپ کی کمان اور مریخ ہدف ہے

فرہنگ و حواشی قصیدہ (۵)

[1] شغف = شوق، محبت، دلچسپی

[2] کنف = حفظ، امان

۸۔ مثالِ زاغ کہ از گوشۂ کمان ترسد
کوے کی طرح کمان کے گوشہ سے ڈرتا ہے

۹۔ زیرِ تو دمِ شمشیر او بر دی فلک
آسمان میں اُن کی شمشیر کے سایہ سے

۱۰۔ شنیدہ بود کہ مہ را کلف بود تیغت
سُنا تھا کہ آپ کی تیغ چاند کے لیئے کلف تھی

۱۱۔ شہ سپہرِ جلالی و ماہ رفرف[۴] رف[۵]
جلال کے آسمان کے سورج درخشاں براق کے چاند

۱۲۔ تو ئی تو ئی کہ ز ترس حسام رخشانت
وہ آپ ہی ہیں کہ آپ کے رخشاں نیزے کے خوف سے

۱۳۔ بسر بخورد ز تیغ تو ہمسر فلک کاجی[۷]
آسمان پر آپ کی تیغ سے سر پر ایک طمانچہ کھایا

۱۴۔ بسوی درگہ والای تو نظر کردہ
آپ کی بلند درگاہ کی طرف نظر کی (نیاز مندی کی)

۱۵۔ ز یک نگاہ جلالت کہ نار را سوزد
آپ کی ایک نگاہ جلال سے جو آگ کو جلا دیتی ہے

۱۶۔ ز جفتۂ[۸] قدمِ برق تو فتاد ز پای
آپ کے براق کے پاؤں کی ٹھوکر سے گر پڑا،

بلرزد سرِ پیکانش در رصف[۳] مرّیخ
وصف میں اُن کے سرِ پیکان سے مریخ لرزتا ہے

بسوخت جملہ بدن را بتاب و تف مریخ
مریخ نے اپنے بدن کو اس کی تاب و تف سے جلا دیا

درین خیال خود افتاد در کلف مریخ
اس خیال میں مریخ خود کلف میں پڑ گیا

بہ پیش تست ستادہ چو سگ بہ رف[۶] مریخ
آپ کے سامنے مریخ کتّے کیطرح اپنے مقام پہ کھڑا ہے

بہ پیش یوسف خور گفت یا اسف مریخ
مریخ نے سورج سے کہا ہائے افسوس

چو زد ز نام وری در ور اصلف مریخ
جب مریخ نے آپ کی تیغ سے ناموری کی لاف زنی کی

ہبوط دید چو خورشید در شرف مریخ
جب مریخ نے شرف میں خورشید کی طرح ہبوط دیکھا

بمرد گرد ہمہ غلہ[؟] خود تلف مریخ
مریخ مر گیا اب غلہ کو تلف کر دیا (غلہ سے مراد تارے ہیں جو دن میں غائب ہو جاتے ہیں)

پے تسلّی دل گفت لا تخف مریخ
دل کی تسلّی کے لیئے کہا کہ اے مریخ ڈرو نہیں۔

---

[۳] رصف = پی، عصف (رصف میں اُن کے سرِ پیکان سے مریخ لرزتا ہے) [۴] رفرف = تیزی، رفتار، موج، براق
[۵] رف = درخشان۔ [۶] رف جای نشست ع بیدبرگ = پیکان تیر جسے برگِ بید سے تشبیہہ دیتے ہیں۔
م جَبل = گردن و شانہ کے بیچ کا حصّہ یا شانہ کا نشیب۔ یہاں جبل مفعول ہے اور مریخ فاعل۔ یعنی مریخ جبل
خود را مثالِ لالہ داغ زد۔
[۷] کاج = طمانچہ [۸] جفتہ = اک دستور۔

۲۱

۱۷۔ بمدحت تو زبس حیرتی که رو داده — بگفت ذکر کنان صرف را صرَف[۹] مریخ

آپ کی مدح سے جو سخت تحیّر پیدا ہوا — تو مریخ نے بد حواسی میں صرف کو صَرَف کہہ دیا

۱۸۔ همیشه تا که بود کر بسان جذر اصم — بوقت جنگ تو ز آواز کوس و دف مریخ

جذر اصم کی طرح ہمیشہ بہرہ رہے — مریخ آپ سے جنگ کے وقت کوس و دف کی آواز سے

۱۹۔ ز ترس خنجر تو باد محترق خورشید — چنانکه از تف تیغ تو در مصف[۱۰] مریخ

آپ کے خنجر کے خوف سے خورشید جلتا رہے — جس طرح کہ میدانِ جنگ میں مریخ آپکی تیغ کی تف سے جلتا ہے۔

۹ے صرف بمعنی گردانیدن ، اس میں رَ ساکن ہے ، لیکن مریخ نے حیرت زدہ ہوکر بدحواسی میں صرف کو صَرَف کہہ دیا ۔

۱۰ے مصف ۔ جاری صف زدن در مصاف

قصیدۂ نعتیہ

(۶)

۱۔ اے آفتاب طلعت و برجبیں ماہ روی
اے آفتاب طلعت اور ماہ روی برجبیں (معشوق)
مہ کردہ از غم تو سیہ چند گاہ روی
تیرے غم سے چند دنوں سے چاند نے اپنا چہرہ سیاہ کرلیا ہے

۲۔ ہر جبہہ سپید ہوید است تیرگی
سپید چہرہ پر سیاہی ظاہر ہے
از بسکہ سود برکت پای تو ماہ روی
چونکہ چاند نے تیرے کفِ پا پر بہت جبیں سائی کی ہے

۳۔ از قتل خلق چشم تو سرخ است و رُخ سپید
مخلوق کے قتل سے تیری آنکھ سُرخ اور چہرہ سپید ہے
گردد مگر سپید ز فعل گناہ روی
کیا گناہ کے کام سے چہرہ سپید ہوتا ہے

۴۔ چوں مورنا تو انم و اندہ کشیدہ فوج
میں چیونٹی کی طرح کمزور ہوں اور غم کی فوج نے مجھ پر چڑھائی کی ہے
یارب بمور نیز نماید سپاہ روی
یارب چیونٹی پر بھی فوج چڑھائی کرتی ہے

۵۔ سودم بہ پیش روی تو بر خاک تو جبیں
تیرے سامنے میں نے خاک پر اپنی پیشانی رکھدی
گر نیست باور ایں سخن اینک گواہ روی
اگر یقین نہیں ہے تو یہ چہرہ گواہ ہے

۶۔ آئینہ رابجای رُخ خود نمائی ام
بجائے چہرہ کے تو مجھے آئینہ دکھاتا ہے
آئینہ چیست، دورکن ای مہ بخواہ روی
آئینہ کیا ہے؟ اسے دور کر، چہرہ دکھا

۷۔ از زلف خود برآر جبین و بما نما
زلف سے اپنے پیشانی نکال اور مجھے دکھا
چو ماہ مصر کو بدر آرد ز چاہ روی
یوسف کی طرح کون اپنا چہرہ کنویں سے باہر نکالتا ہے

۸۔ گر رخ نمائی ام فبھا ورنہ ای صنم
اے صنم اگر تو مجھے اپنا چہرہ دکھائے تو بہتر ورنہ
تا بہم ز تو بدرگہِ عالم پناہ روی
میں تجھ سے منہ موڑتا ہوں اور عالم پناہ کی طرح متوجہ ہوتا ہوں

ق

۹۔ آن پادشاہ تخت کرم سیّد البشر
وہ تخت کرم کے بادشاہ، سیّد البشر
کز لطف رو نمود چو بیچارہ کاہ روی
جس کے روز سے بیچارہ کاہ (کمزور ترین) کو بھی آبرو ملی

۱۰۔ رویم بسان کاہربا از زرد بود پیش
میرا چہرہ پہلے کاہربا کی طرح زرد تھا
بیچارہ وار کرد مرا پادشاہ روی
مجھ کو کرم نوازی سے بادشاہ کی عزت بخشدی

۱۱۔ ہر شاہ رو بسوی کلاہ آورد ولیک
ہر بادشاہ کلاہ سے اپنی عزت و شان ظاہر کرتا ہے لیکن
ہر لحظہ سوی شاہ در آرد کلاہ روی
ہر لحظہ عزت و وقار کی کلاہ شاہ رسل کی پناہ میں آتی ہے

۱۲۔ بسیار دیدہ ام کہ ہدیدار او ز دور
میں نے بہت لوگوں کو دیکھا ہے کہ دور سے اُن کے دیدار سے
شد سرخ روی در دو سرا ہر سیاہ روی
دونوں جہاں میں سیاہ رو سرخرو ہو گئے

۱۳۔ ای شہریار کون زمین نگاہ تو
اے کائنات کے شہریار آپ کی برکت سے
چوں لعل سرخ ساختہ ہر زرد کاہ روی
ہر بے آبرو شخص آبرومند ہو گیا

۱۴۔ تو سوی بارگاہ خدا روی تافتی
آپ بارگاہِ خدا کی طرف متوجہ ہوئے
سوی در تو تافتہ ہر بارگاہ روی
ہر بارگاہ آپ کے در کی طرف متوجہ ہے

۱۵۔ ای پادشاہ چرخ شہامت ز گرز تو
اے چرخِ شہامت کے بادشاہ آپ کے گرز سے
حسّاد را شکستہ گہی پشت و گاہ روی
حسّاد کی کبھی کمر ٹوٹ گئی کبھی چہرہ

۱۶۔ ذوقؔ غلام تست و بپای تو جبہہ سا
ذوقؔ آپ کا غلام ہے اور آپ کے پاؤں پر جبیں سائی کرتا ہے
تو خوش لقاش کن کہ بود بس تباہ روی
یہ بہت تباہ رو ہے اُسے سرخرو بنا دے

قصیدۂ نعتیہ

(۷)

۱۔ تا روی زرد خویش بدیدم در آئینہ
جب سے میں نے اپنا زرد (چہرہ) آئینہ میں دیکھا ہے

مانند است زرد ہمچو درست زر[1] آئینہ
آئینہ زر خالص کی طرح زرد ہو گیا ہے

۲۔ از بسکہ وصف روی صنم میکنم مدام
میں ہمیشہ معشوق کے چہرے کی خوبی بیان کرتا ہوں۔

گردد بروی من ز خجالت تر آئینہ
اس لیئے آئینہ میرے سامنے شرم سے تر ہو جاتا ہے

۳۔ تا گوش کرد سردی دمہای سرد من
جب سے میری سرد سانس کی سردی کو سنا ہے

چون خور بشب ہمیشہ بود اغبر آئینہ
آئینہ رات میں سورج کی طرح اغبر ہو جاتا ہے

۴۔ زانگہ کہ در ہوای صنم ہست ہوش من
جب سے صنم کے عشق میں میرا ہوش گرفتار ہے

زآئینہ تیغ سازم واز خنجر آئینہ
آئینہ سے تیغ بناتا ہوں اور تیغ سے آئینہ

۵۔ گر آہ سرد خویش بہ آئینہ بردمم
اگر میں اپنا آہ سرد کو آئینہ پر دم کر دوں

مانند آہ ابر شود یکسر آئینہ
تو آئینہ بادل کی طرح ہو جائے

۶۔ گر پرتو سرشک من افتد بآہنی
اگر میرے آنسو کا پرتو لوہے پر پڑ جائے

بر جای رخ پدید کند گوہر آئینہ
تو آئینہ بجائے رخ دکھانے کے گوہر بن جائے

۷۔ چوں شوق وجہ دیدن زر آیدم بطبع
جب مجھے سونا دیکھنے کا شوق ہوتا ہے

بینم عذار اصفر خود اندر آئینہ
تو اپنا زرد چہرہ آئینہ میں دیکھ لیتا ہوں۔

فرہنگ وحواشی قصیدہ ۷

[1] درست زر یعنی خالص سونا، جب سے میں نے اپنا زرد چہرہ آئینہ میں دیکھا ہے آئینہ کا رنگ سونے کے رنگ کی طرح زرد ہو گیا ہے۔

۸۔ پیوستہ وصفِ آن بتِ شیریں سخن کنم
اس شیریں سخن معشوق کی تعریف لگاتار کرتا ہوں

کز عکس لعل او شدہ پر شکر آئینہ
کہ جس کے ہونٹوں کے عکس سے آئینہ پر شکر ہو گیا

۹۔ آن آفتاب چہرہ و آن ماہتاب روی
وہ آفتاب جبین اور ماہتاب رو

کز تاب آفتاب رخش شد تر آئینہ
جس کے چہرے کے آفتاب کی تاب سے آئینہ تر ہو گیا [2]

۱۰۔ از شوق و توق دیدن رخسار انورش
اس کے رخِ انور کو دیکھنے کے شوق میں

بہر صفائی خود شدہ خاکستر آئینہ
آئینہ اپنی صفائی کے لئے خاکستر ہو گیا

۱۱۔ من وصف ماہ گہ کنم و گہ مدیح شاہ
میں کبھی چاند کی تعریف کرتا ہوں کبھی شاہ کی

گہ رخ بمہر بینم و گاہی در آئینہ
کبھی سورج میں یا چہرہ دیکھتا ہوں کبھی آئینہ میں

۱۲۔ آن بادشاہ دہر ابو القاسم کریم
وہ دہر کے بادشاہ ابو القاسم کریم

کز عکس حلم او شدہ چون کردر آئینہ
جن کے حلم کے عکس سے آئینہ کردر کی طرح ہو گیا

۱۳۔ شاہنشہ زمین و زمان دُرِّ بحرِ جود
زمین و زماں کے بادشاہ بحرِ سخا کی موتی

کز عکس او کشید بہ رخ زیور آئینہ
جس کے عکس سے آئینہ کے چہرہ کو حسن ملا ہے

۱۴۔ آن شاجعی کہ کرد ز سہم دم حسود
وہ بہادر جس نے حسود کی سانس کو اشک رواں بنا دیا

بر زانوی سپہر برین احمر آئینہ [3]
اور آسمان کے زانو پر آئینہ یعنی آفتاب سرخ ہو گیا

۱۵۔ امروز شد ز خشمش در بحر زنگ غرق
آج اس کے غصہ سے زنگ کے سمندر میں غرق ہو گیا

زد از نفاق دم بجہان دی گر آئینہ [4]
اگر کل آئینہ نے دنیا میں نفاق کا دم مارا

۲۔ توق = اشتیاق، آرزومندی، خاکستر آئینہ = پہلے کسی پتھر وغیرہ گھس کر اور صاف کرکے آئینہ بناتے تھے اس لیے آئینہ بننے سے پہلے اس کا رنگ خاکستر ہوتا تھا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اشیا جس سے آئینہ بناتے ہوں اور آئینہ بنانے سے پہلے وہ خاکستر کے مانند ہو۔

۳۔ سہم = اشک رواں، وہ شجاع جس کی بہادری سے حسود کی سانس خون کے آنسو بن کر بہنے لگے اور جس کی شجاعت سے آئینہ آفتاب (یعنی آفتاب) آسمان کے زانو پر خوش ہو کر نکلتا ہے۔

۴۔ اگر کل دنیا میں نفاق کا دم آئینہ نے مارا تھا تو آج اس کے نتیجہ میں ممدوح کے غصہ کے سبب وہ بحر زنگ میں غرق ہو گیا (آئینہ کے دوسری طرف ناصاف مانند زنگ کے ہوتا ہے اس کے لیے حسن تعلیل پیدا کی ہے۔

۱۶۔ شد از صہیل رخش وی و برق تیغ تیز
در درج بحر حسن کہین گوہر آئینہ

اُن کے گھوڑے کی صہیل اور تیغ کی برق سے ہوگیا
حسن کے بحر کے آئینہ میں کمترین، گوہر آئینہ

۱۷۔ بہر ورود قافلہ عکس ہای رو
آباد کردہ است بخود منظر آئینہ

اُن کے عکسوں کے قافلوں کے آنے کے واسطے
آئینہ نے اپنے اندر منظر آباد کرلیا ہے

۱۸۔ در منظر جہاں برخ من زری شدہ
تا وصف رائی او بہ مید م بر آئینہ

دنیا کے منظر میں میرے چہرے کے سامنے زردی ہوگیا
جب میں نے اُن کی رائے کہ وصف کو آئینہ پر دم کیا

۱۹۔ اگر چشم لطف بر رُخ آئینہ واکند
در باغ ہر درخت بر آرد بر آئینہ[۵]

جب وہ لطف کی نگاہ آئینہ پر کرتے ھیں
تو باغ میں ہر درخت آئینہ پھل دیتا ھے

۲۰۔ ای بادشاہ دہر ز سہم حسام تو
چوں عکس برق جای گرفتہ بر آئینہ[۶]

اے دھر کے بادشاہ آپ کے نیزے کے خوف سے
بجلی نے عکس کی طرح آئینے میں اپنی جگہ بنا لی

۲۱۔ بکشاد شہ ھزار در از روشنی و تاب
دیدم بسوی رائی تو دیدم بر آئینہ[۷]

شاہ نے روشنی کے ھزاروں در کھول دیئے
جب میں نے آپ کی رائے طرف اس کے بعد آئینہ کی طرف دیکھا

۲۲۔ تیغ تو روی دید بآئینہ بپیش بحر
دریا تمام خشک شدا ماتر آئینہ

سمندر کے سامنے آپ کی تیغ نے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھا
سمندر تمام خشک ہوگیا لیکن آئینہ تر ہوگیا

۲۳۔ اندر ھوائی رائی مصفای انورت
در کف گرفتہ است شہ خاور آئینہ

آپ کی رائے انور کی خواہش میں
آفتاب ہاتھ میں آئینہ لیے ہوئے ہے

۲۴۔ از بسکہ تیرگی زجہاں کردہ ای برون
ہر جای زلف روی کند اظہار آئینہ

آپ نے دنیا سے تاریکی بہت زیادہ دور کردی ہے
زُلف کی جگہ آئینہ چہرہ دکھاتا ہے

---

۵ جس وقت ممدوح چشم لطف سے (باغ میں) آئینہ کی طرف دیکھتے ہیں تو باغ میں ہر درخت پھل کی جگہ آئینہ پیدا کرتا ہے۔

۶ آپ کے حسام کے خوف سے بجلی عکس بن کر آئینہ میں چھپ گئی۔

۷ میں نے آپ کی رائے کی طرف دیکھا اور آئینہ کو دیکھا تو آپ کی روشن رائے نے آئینہ میں روشنی کے ہزاروں در کھول دیئے۔

۲۵۔ ازبسکہ درزمانہ غریبان نواختی

زمانے میں آپ نے غریبوں کو بہت نوازا ہے

۲۶۔ درپیش آفتاب گرفتی بدست سنگ

آفتاب کے سامنے آپ نے ہاتھ میں پتھر لیا

۲۷۔ ازبسکہ تیغ ظلم بکندی زدست عدل

آپ نے انصاف سے ظلم کی تیغ کند کردی

ہے

صاحبای پای دیدہ نمود و سر آئینہ

پاؤں کی جگہ آئینہ کی آنکھ اور سر ہے

آہنگ کرد چرخ کہ ای داور آئینہ

آسمان چلایا کہ اے انصاف کرنے والے، آئینہ

از دم نمیشود بجہان اکدر آئینہ

اب دنیا میں آئینہ دم سے مکدر نہیں ہوتا

۸ھ آپ نے غریبوں کو بہت نوازا ہے یہاں تک کہ آئینہ کو پاؤں کی جگہ سر اور آنکھ کا رتبہ دے دیا ہے

۹ھ شاعر کو اپنی شاعری پر فخر ہے، وہ اپنی شاعری سے لوگوں کو موہ لیتا ہے اس لئے وہ لوگوں کا دلبر ہے اور قصیدہ اس کا آئینہ ہے جس میں وہ اپنے حسن طبیعت کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس مدح کے آئینہ میں وہ اپنی طبیعت کے حسن کو سنوارتا ہے۔

دوسرا مصرعہ نہایت برجستہ اور بولتا ہوا ہے

قصیدۂ نعتیہ

(۸)

۱۔ آبروی تو ریزد آتش کین | خاک شو بادِ عجب را مگزین
تمہاری آبرو کینہ کی آگ برساتی ہے | خاکسار ہو تکبّر چھوڑ دو

۲۔ آب بر آتش غضب میریز | خاک بادا ہر آنکہ نیست چنین
غصہ کی آگ پر پانی ڈالو | جو ایسا نہیں ہے وہ خاک ہو جائے

۳۔ خاک باآب آشنا باشد | آتش از باد یافتہ آزین
خاک پانی سے آشنا ہے | آگ ہوا سے آشنا ہے

۴۔ تو کہ میخواہی آب، باش چو خاک | آتشی راست بادِ عجب قرین
آب چاہتے ہو تو خاک کی طرح ہو جاؤ | آگ کے پاس تکبر کی ہوا ہے

۵۔ آتش و باد را بجا بگذار | خاک شو، از درشہ آب بچین
آگ اور ہوا کو چھوڑ دو | خاک ہو جاؤ، درِ شاہ سے آب حاصل کرو

۶۔ شاہ آتش کش احمد باآب | باد خصمش بسانِ خاک مہین
کینہ کی آگ بجھانے والے آب والے احمد | ان کا دشمن خاک کی طرح حقیر ہے

۷۔ زآتش آبدار صمصامش | باد شد خاک کفر در رہِ دین
آپ کی آبدار صمصام کی آگ سے | کفر کی خاک ہوا ہو گئی

فرہنگ و حواشی قصیدہ (۸)

۱۔ جب تمہیں وقار حاصل ہوتا ہے تو تم انتقام اور کینہ کی آگ برساتے ہو، تمہیں چاہیئے کہ خاک ہو جاؤ اور عجب نہ اختیار کرو۔ ۳۔ مٹی اور پانی ایک دوسرے سے آشنا ہیں۔

۲۶

۸۔ باد خاک آنکہ نیست بندۂ او / آتش از آب او بشعلہ قرین

جو آپ کا غلام نہیں وہ خاک ہو جائے / اس کی آب کی آگ شعلہ سے قرین ہے

۹۔ آتش خنجرش باب تمام / کردہ از خاک باد را بالین ،

۱۰۔ باد را خاک ظلم او بخت بسر / گشت از آب مہر آتش کین

۱۱۔ آتش تیغ اُو بخاک افروخت / آب شد باد زیرِ گاوِ زمین

۱۲۔ باد را سوخت آتشِ تیغش ، / آبِ در زیرِ خاک رفت عزین

ق

۱۳۔ آب بہ آتشِ آشنا نبود / خاک با باد پیش مرد گزین

۱۴۔ آب بنگر با آتش تیغش / خاک عنصر بود بباد معین

۱۵۔ باد را آب بُردہ خشلی اُو / خاک کرد آتش آن حسام ثمین

۱۶۔ خاک آتش شود چو می تابد / آب تیغش بہ پشت باد زکین

۱۷۔ خاک در آب گشت خاکستر / ز آتش تیغ او کہ یاد مبین

ق

۱۸۔ تا بود آب سرد و آتش گرم / باد آوارہ خاک تیرہ نشین

۱۹۔ باد در آتش حسامش آب / خاک خصمش کہ شد ز رشک مہین

۹؎ ممدوح کے خنجر کی آگ نے اپنی پوری تیزی سے خاک کو ہوا کیلئے تکیہ بنا دیا ہے یعنی خاک کو ریزہ ریزہ بنا کر ہوا میں اُڑا دیا ہے۔

۱۰؎ ہوا کے سر پر خاک نے ظلم کیا، سورج کی گرمی سے خاک آتشِ کین ہو گئی۔

۱۱؎ ممدوح کے تیغ کی آگ زمین میں روشن ہوئی جس کے سبب زمین کے اندر ہوا پانی بن گئی۔ (ہوا کا پانی بننا سائنس کے دور کی دریافت ہے، اُس زمانے میں یہ تخیّل بھی حیرت انگیز ہے۔

۱۲؎ عزین بمعنی بیشہ و صحرا ہیں جن میں شیر رہتے ہیں لیکن یہ شور کنندہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے اگرچہ یہ خطا ہے۔ مصرعہ کا ترجمہ یہ ہوا کہ پانی زمین میں شور کرتا ہوا چلا گیا۔

۱۳۔ ۱۴؎ پانی اور آگ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ آدمی کے سامنے خاک و ہوا لے جاؤ (یعنی یہ دونوں ایک ساتھ رہ سکتے ہیں) لیکن ممدوح کی تیغ کی آگ میں آب دیکھو، خاک باد کی مددگار ہے (یعنی تیغ سے خاک ریزہ ہو کر ہوا میں اُڑ رہی ہے)

قصیدۂ نعتیہ

(۹)

۱۔ اے جسم تو جان آفرینش
اے وہ کہ آپ کا جسم کائنات کی جان ہے

خاک تو روان آفرینش
آپ کا تن کائنات کی روح ہے

۲۔ بر صفحۂ کشف می نگارد
کھلے ہوئے صفحہ پر لکھتا ہے

علم تو نہان آفرینش
آپ کا علم پوری کائنات کے پوشیدہ رازوں کو

۳۔ در موج ثنای بیکرانت
آپ کی بیکراں تعریف کی موج میں

گوش است زبان آفرینش
کائنات کی زبان کان ہے

۴۔ تیغ تو فزودہ تابداری
آپ کی تیغ نے تاب کو بڑھا دیا

شاہا بمیان آفرینش
اے بادشاہ، کائنات کے درمیان

۵۔ خمزہ دہد برون ز نشستت
آپ کی نشست کے باھر زہ کرتا ہے

در گوشۂ کمان آفرینش
کائنات کی کمان کے گوشہ میں

۶۔ بر جای گہر بر آورد سنگ
موتی کی جگہ پتھر پیدا کرتا ہے

بی مہر تو کان آفرینش
بغیر آپکے لطف کے، کائنات کی کان

۱۷۔ ممدوح کی تیغ کی آتش کی آب سے خاک خاکستر ہو گئی جس کو ہوا ظاہر کرتی ہے۔

۱۸-۱۹۔ جب تک آب کی فطرت میں سردی اور آتش کی فطرت میں گرمی رہے، ہوا میں آوارگی اور خاک تیرہ نشیں رہے، ممدوح کا دشمن جو رشک سے ممدوح کی تحقیر کرتا ہے، ممدوح کی حسام کی آگ میں پانی کی طرح اُس کی خاک بہہ جائے۔

۷۔ دردست تو ایزدای جہانسر

خدانے آپ کے ہاتھ میں اے جہاندار

۸۔ از صدمۂ لشکرِ جلالت

آپ کے جلال کے لشکر کے صدمہ سے

۹۔ صفرای عدوی خشک مغزت

آپ کے خشک مغز عدو کا صفرا

۱۰۔ برخوانچۂ نعمتِ و دادت

آپکے وداد کے نعمت کے دسترخوان پر

۱۱۔ از کشمکش بلا رہا ندیش

آپنے اس کو بلا کی کشمکش سے رہائی دی

۱۲۔ تاکنگر قدر تو نپرد

آپ کی عزت کے کنگرہ تک نہیں اُڑتی ہے

۱۳۔ بوّاب درِ شجاعت تو

آپ کی شجاعت کے در کا بوّاب

۱۴۔ در مجمرِ خاکبوسی تست

آپ کی خاکبوسی کے مجمر میں ہے

۱۵۔ برخوان عنایت از نواله

آپ کی عنایت خوان پر نوالہ سے

۱۶۔ از ہودج تست دلفریبی

آپکے ہودج سے دلکشی ہے

۱۷۔ شمشیر ملمّع ولایت

ولایت کی ملمع شمشیر ،

بسپرد عنان آفرینش

کائنات کی لگام سپرد کردی

پرگندہ دکان آفرینش

کائنات کی دوکان پراگندہ ہے

درد یرقان آفرینش

کائنات کے یرقان کا درد ہے

دندان شدہ جان آفرینش

دانت کائنات کی جان ہے

خود کردہ ضمان آفرینش

کائنات کی آپنے خود ضمانت لے لی

مرغِ طیران آفرینش

کائنات کی اُڑنے والی چڑیا

ضرغام ژیانِ آفرینش

کائنات کے ژیان کا شیر ہے

و بان ز لبانِ آفرینش

کائنات کے لب کی زبان

ندرید دہانِ آفرینش

کائنات کا دین پھاڑ دیا

برپیل دمان آفرینش

آفرینش کے پیل دمان پر

شد سنگ فسان آفرینش

آفرینش کا سنگ فسان ہے

۱۲ یعنی تمہاری عزت کی بلندی تک کوئی مخلوق نہیں پہنچ سکتی۔ تمہاری قدر کے کنگرہ تک آفرینش کی اڑنے والی چڑیا نہیں اُڑتی ہے

۱۸۔ از لمعۂ صارم چو برقت
برق کے مانند آپ کے لمعہ صارم سے
۱۹۔ در وصف عذار جانفزایت
آپ کے جانفزا چہرے کے وصف میں
۲۰۔ ملکت بود آفرینش اما
کائنات آپ کی ملکت ہے
۲۱۔ از مادر صنع زادہ تو ام
مادر صنع نے جڑواں پیدا کیا ہے
۲۲۔ در بحر وقار تو نتازد
آپ کے وقار کے سمندر میں نہیں حملہ آور ہوتا
۲۴۔ خال عدم از تو شد ستردہ
آپ کی وجہ سے عدم کے تل کو مٹا دیا گیا
۲۵۔ بر بستہ بخدمت شریفت
آپ کی خدمت شریف میں ادب سے کھڑی ہے
۲۶۔ شہباز ہوای پاک کیشی
پاک کیشی کی ہوا کا شہباز
۲۷۔ جز عقل جوان تو نباشد
آپ کی جوان عقل کے سوا نہیں ہے
۲۸۔ از لمعۂ عارض نیّرت
آپ کے روشن چہرے کی چمک سے
۲۹۔ ذوقی بغلامی تو نازد
ذوقی آپ کی غلامی پر ناز کرتا ہے
۳۰۔ افگن نظری ز چشم رحمت
رحمت کی ایک نگاہ ڈال دیجیے

پیداست نہان آفرینش
آفرینش کا راز عیاں ہے
خورشید ز زبان آفرینش
خورشید آفرینش کی زبان سے
تو نیستی آن آفرینش
آپ کائنات کی ملک میں نہیں ہیں
جود تو رجان آفرینش
آپ کے جود کو اور کائنات کی جان کو
سبّاح زبان، آفرینش
آفرینش کے زبان کا سبّاح
از وجہ نشان آفرینش
آفرینش کے نشان کے چہرے سے
تقدیر میان آفرینش
آفرینش کے درمیان تقدیر
شد زاغ کمان آفرینش
ہو گیا آفرینش کے کمان کا کوا
پیر ہمدان، آفرینش
آفرینش میں کوئی ہمہ دان پر
شمع لمعان، آفرینش
آفرینش کی شمع روشن ہے
در کون و مکان آفرینش
تمام کائنات میں
بر ہیچمدان، آفرینش
آفرینش کی اس ہیچ ترین مخلوق پر

قصیدۂ نعتیہ

(۱۰)

۱۔ مطلعِ نور است رُخِ مصطفےٰ ۔ اصلِ سرور است رُخِ مصطفےٰ
نور کا دریا ہے رُخِ مصطفےٰ ۔ خوشیوں کا چشمہ ہے رُخِ مصطفےٰ
۲۔ دید چو موسیٰ رُخ اُو بانگ زد ۔ لمعۂ طور است رُخِ مصطفےٰ
بول اُٹھے موسیٰ وہ رُخ دیکھ کر ۔ طور کا لمعہ ہے رُخِ مصطفےٰ
۳۔ درگزر از مہر کہ رنج و غم است ۔ باعثِ سور است رُخِ مصطفےٰ
مہر کو چھوڑو کہ ہے وہ رنج و غم ۔ خوشیوں کا چشمہ ہے رُخ مصطفےٰ
۴۔ مہ کہ رخش دید بر آورد شود ۔ جبہۂ ہور است رُخِ مصطفےٰ
چاند بھی چلایا وہ رُخ دیکھکر ۔ مہر کا جبہہ ہے رُخ مصطفےٰ
۵۔ ای پری از حسن چرامی پری ۔ غیرتِ حوَر است رُخِ مصطفےٰ
اے پری تو حسن سے پرّاں ہے کیوں؟ ۔ حسن میں یکتا ہے رُخِ مصطفےٰ
۶۔ صحّت بیمار و شفاعی علیل ۔ وقت ظہور است رُخ مصطفےٰ
مژدۂ صحت ملا بیمار کو ۔ دیکھو اب افشا ہے رُخ مصطفےٰ
۷۔ بہر فروشستن غمہا ز دل ۔ آبِ طہور است رُخ مصطفےٰ
دھونے کو غم سب کے دلوں کیلئے ۔ آب مزکّیٰ ہے رُخ مصطفےٰ
۸۔ از حدق دیدہ و چشم قریر ۔ نوُر بنوُر است رُخ مصطفےٰ
قرۃ العین اور حدق دیدہ سے ۔ نوُر کا دریا ہے رخ مصطفےٰ

شہ۔ چشم قریر = ٹھنڈی آنکھ   حدق = سیاہی دیدہ ہا

٩۔ ماہ وش اماز خسوف وکلف — یکسرہ دور است رُخِ مصطفےٰ
ماہ ہے با داغِ خسوف وکلف — صاف ومصفّا ہے رُخِ مصطفےٰ

١٠۔ عارض او دید بگفت آسماں — افسر ہور است، رُخِ مصطفےٰ
آسمان نے دیکھا وہ رُخ اور کہا — افسر اعلیٰ ہے رُخِ مصطفےٰ

١١۔ اصل غم ودرد بود ماہ ومہر — غایت سور است رُخِ مصطفےٰ
غم کا ہیں چشمہ یہ خورشید وماہ — شادی دلہا ہے رُخِ مصطفےٰ

١٢۔ بلبلک نغمہ سرا بباغ — باعثِ شور است، رُخِ مصطفےٰ
بلبل نغمہ سرا کو باغ میں — باعثِ نغمہ ہے رُخِ مصطفےٰ

١٣۔ ذوقی پُر درد والم را بدھر — اصل سرور است رُخِ مصطفےٰ
ذوقی پُر درد والم کے لیے — خوشیوں کا چشمہ ہے رُخِ مصطفےٰ

قصیدۂ نعتیہ

(۱)

۱۔ مازاغ بود سُرمۂ عینای محمدؐ — کحل بصرم خاک کف پای محمدؐ
مازاغ ہوا سُرمۂ عینائی محمد — سُرمہ ہے مجھے خاکِ کفِ پائے محمد

۲۔ شاہ فلک از چشم بُرد ہر رہ آنکس — کز دیدہ کند کفش کف پای محمدؐ
مہر آنکھیں بچھا دیتا ہے اس راہ میں جس نے — آنکھوں کو کیا کفش پائے محمد

۳۔ خور زرد شد از تابش رُخسار منیرش — مہ کاست تن خود بہ تولای محمدؐ
خورشید ہے زرد آپکے رخسار کے آگے — اور مہ ہوا لاغر بہ تولائی محمد

۴۔ غمگیں نبود تا کہ بود غم بلبالبع — آنکس کہ کند نعت ولاسای محمدؐ
رہتا ہے ہمیشہ وہ سُبک بارِ الم — ہے جس کو سرِ نعمت ولاسائی محمد

۵۔ بروی زمین، چون بفلک ماہ منور — رُخسار خوش وجبہۂ زیبای محمدؐ
ہے روئے زمیں پر بھی مثال مہِ گردوں — رخسار خوش وجبہۂ زیبای محمد

۶۔ در پردہ چو پوشیدہ عذار قمر آسا — جان داد جہانی بہ تمنای محمدؐ
جس وقت چھپا پردے میں وہ چاند سا چہرہ — جاں دیدی جہاں نے بتمنائے محمد

۷۔ فر صبح خوشی یافت، و داشام شفقت — پیوست چو یا بخشش فردا[۱] ای محمدؐ
فر صبح خوشی کو اور دداشام کو — یہ ہے کرم و بخشش فردای محمد

۸۔ تا نور فشاں کرد رُخ روشن خود را — شب نیست بجز زلف شب آسای محمدؐ
جب نور فشاں کردیا رخسار کو اپنے — اب شب ہیں جز زلف شب آسائی محمد

---

[۱] فردا۔ بمعنی ہلاکی۔

۹۔ مردم نگه لطف ازاں دیده بدیدند — هرچند که دیدند بایذای محمّد
ان لوگوں پر بھی لطف و کرم کی نگاہیں — رہتے تھے جو ہردم پئے ایذای محمد

۱۰۔ اشعار بلند من سرپست فروتر — گر دلیست ز درگاه معلّای محمّد
مجھ پست و فروتر سے یہ گردوں صفت اشعار — ہے صدقۂ درگاہِ معلای محمد

۱۱۔ کانونِ شہِ چرخ بخواہد کہ ببیفند — چون دود بفرق سراعدای محمّد
کانونِ شہِ چرخ کی خواہش ہے کہ ٹپڑے جا — دود آسا بفرق سر اعدای محمد

۱۲۔ قابین ز شفق سیاہ خستہ و چاندنی از مہ — دارای فلک بہر مدارای محمّد
قابین شفق، چاندنی مہ سے ہے بناتا — دارای فلک بہر مدارای محمد

۱۳۔ می تافت چو در روز رخ روشن خورشید — از پہلوی پُر نور سویدای محمّد
دن میں جو چمکتا تھا رُخِ روشن خورشید

ف

۱۴۔ شد سوختہ چون مشتری از تابش خورشید — شاه فلک از روشنی رای محمّد
جب مشتری غارت ہوئی خورشید فلک سے — شاہ فلک از روشنی رای محمد

۱۵۔ نہ صومعہ سبز مشرف بشرافت — شد از قدم صومعه پرای محمّد
نہ صومعہ سبز شرافت میں تھا جاری — فیضِ قدم صومعہ پیرای محمد

۱۶۔ طوبی اشده خم دارم از روی خجالت — چون دید سوی قامت والای محمّد
سرشرم سے خم ہوگیا، طوبیٰ کا ارم میں — دیکھا جو سوی قامت والای محمد

۱۳۔ ممدوح کا سویدا اُن کے (ممدوح کے) پرنور پہلو سے ایسا چمکتا تھا جیسے دن میں خورشید (یعنی زلفوں کی آڑ سے چہرہ خورشید کی طرح چمکتا تھا۔

۱۴۔ جس طرح مشتری تابش خورشید سے چھپ جاتی ہے۔
(مجازاً سوختہ ہونا کہا ہے) اُسی طرح روشنیِ رای آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سورج سوختہ ہو جاتا ہے۔

قصیدۂ نعتیہ

(۱۲)

۱. زلف معنبر تو شبرنگ و رخ چو آذر — ای دلبر دلآسا ای دلربای احور
تیری زلف معنبر سیاہ اور رخ سرخ ہے — اے دلآسا دلبر اور دلربا حور

۲. درچین کاکل تو دل از خطا فرو شد — چوں آہوی کہ تاز داند رچراگیا چر
تیرے کاکل کے شکن میں خطا سے دل پھنس گیا — جیسے ہرن چراگاہ میں گھانس چرتا ہے

۳. گل چاک کرد جامہ سنبل فتاد بیجان — تا بر گل رخ تو سنبل دمید از بر
گل نے دامن چاک کیا اور سنبل بے جان ہو گئی — جب تیرے چہرے پر سبزہ اُگ آیا

۴. رونق شکستی از رخ شب را چو مہر تابان — زان شام کاکل تو بر پا ہمی نہد سر
تیرے چہرے کے آگے رات کی رونق ماند ہو گئی — اس شام تیری زلفیں پاؤں تک لٹکتی ہیں

۵. گفتی کہ شوخ کیا تا چند بیقراری — آری قرار گرم مگشای زلف مضطر
تو نے کہا صبر کرو کب تک بیقرار رہو گے — ہاں مجھے قرار ہو جائے گا تم بیقرار زلفوں کو مت کھولو

۶. دل از ربودہ زین رو جان را ربودہ زان سو — تا تار تارش از تار تار ما بر
اس طرف سے دل لیا اور اس طرف سے جان لی — اس کی زلفوں کے تار کا تا تار ہمارے جسم کے تار تار کو لیجا گیا اللہ

۷. در خواب بود چشمش گفتم کہ چند خسپی — گفتا کہ فتنہ خسپد در عہد شا داور
اسکی آنکھیں خواب میں تھیں میں نے کہا کب تک سوئے گا — اس نے کہا انصاف کرنے والے بادشاہ کے عہد میں فتنہ سوتا ہے

مطلع ثانی

۸. بوزم شرار ریزان اندر فراق دلبر — دل چون رخش پر آتش جان چون لبش پر آذر
دلبر کی جدائی میں چنگاری برسا رہا تھا — دل اور جان اس کے چہرے اور ہونٹ کیطرح پر آتش تھے

۹۔ از آہ من فلک را غربال گشتہ دامن
میری آہ سے آسمان کا دامن چھلنی ہو گیا
در دامنم فتادہ زان رخنہ دُرِّ اختر
اور میرے دامن میں تاروں کی طرح موتی بھر گئے تھے (آنسوؤں سے)

۱۰۔ از موجۂ سرشکم درکشت زار گردون
میرے آنسوؤں کی موج سے آسمان کے کھیت میں
داسِ مزارع خورشیشہ بکشتیِ زر
سورج کی منہوا زر کی کشتی میں بیٹھا ہوا تھا

۱۱۔ از آب دیدۂ من طوفانِ نوح پیدا
میرے آنسوؤں سے طوفانِ نوح برپا تھا
من در حباب شستہ مانند زال لاغر
میں حباب میں لاغر بڑھیا کی طرح بیٹھا تھا

۱۲۔ القصّہ بودم از غم آزردہ افسردہ
الغرض میں غم سے افسردہ تھا
ناگاہ گوش کردم آواز حلقۂ در
اچانک میں حلقۂ در کے آواز کی طرف کان لگایا

۱۳۔ جستم زجا و رفتم دروازہ درکشادم
میں جگہ سے اٹھ پڑا اور دروازہ کھولا
دیدم رُخ دل آرا مانند ماہِ انور
میں دل آرا چہرہ ماہ انور کی طرح دیکھا

۱۴۔ گفتم من از فراقت دارم دل شکستہ
میں نے کہا کہ تیری جدائی میں میرا دل شکستہ ہے
گفتا خمش چہ گوئی گفتی کہ نیست درخور
اُس نے کہا کہ خاموش کیا بکتا ہے؟ تو کہتا ہے کہ مناسب نہیں ہے

۱۵۔ تاچند از ہوایم آتش زنی بخاطر
کب تک تو میرے عشق کی آگ دل میں بھڑکاتا رہیگا
بگذر زما و میگو مدح شہ مظفّر
مجھے چھوڑ اور شاہ مظفر کی مدح کر

۱۶۔ آن صاحب فتوّت بر پایۂ نبوّت
وہ بہادر نبوّت کے درجہ پہ سر سرافراز
حشمت فزای مومن شوکت شان کافر
مومن کی حشمت کو بڑھانے والے اور شوکت شان کافر

مطلعِ ثالث

۱۷۔ دوش از سحاب خامہ میریختیم دُرِ تر
کل شب قلم کے بادل سے میں موتی برساتا تھا
شد کفّ صفحہ زان دُر دریای پُر ز گوہر
صفحہ کا کف اُن موتیوں سے پُر گوہر دریا بن گیا

۱۸۔ از بسکہ شد لآلی لامع زکف صفحہ
صفحہ کے کف سے بہت زیادہ موتی روشن ہے
از دامن آب گردون افشاند جملہ آذر
آسمان نے اپنے دامن سے تمام موتی برسا دے

۱۹۔ گردون چو گشت خالی فی الحال از لآلی
آسمان جب موتیوں سے خالی ہو گیا
شد خاک تیرہ خالی از انجم چرخ اکبر
خاک تیرہ چرخ اکبر کے تاروں سے خالی ہو گئی

۲۰۔ گردون بخاک گویان چو تو منی و من تو
آسمان زمین سے کہتا تھا کہ میں تیری طرح ہو گیا اور تو میری طرح
انجم سپہر جویان برکردہ پای و پا سر
ستارے آسمان کی تلاش میں دن کو اوپر کیے ہوئے ہیں اور سر کو پاؤں بنائے ہوئے ہیں

۲۱۔ از انہضاض دانش واز اصطفاف حیرت
دانش کی لرزش اور حیرت کی افزایش سے
از آن سوی آمد یا ماہ اسمر آور
اس طرف وہ آیا سپید چاند کے ساتھ

۲۲۔ کای خامۂ تو ما را بنمودہ راہ خامی
اے وہ کہ تیرے قلم نے مجھکو خام راہ دکھائی ۔۔۔
در خام سخت حیرت بربستہ گردن و سر
حیرت کے جال میں سر و گردن کو باندھ دیا

۲۳۔ بنمارہ امان را نہ طاق آسمان را
نو آسمانوں کو امان کی راہ دکھا
چون گشتہ ای زمان را دانشور دلاور
چونکہ تو زمانہ کا دانشور ہے

۲۴۔ گفتم نثار خواہم از بہر تاجداری
میں نے کہا کہ میں ایک تاجدار کے لیے نثار کروں گا
زآن خواستم شما را از درج چرخ اخضر
اس لیے نیلے آسمان سے تم کو حاصل کیا

۲۵۔ گفتند کو شہنشہ گفتم نبی مرسل
پوچھا کون شہنشاہ؟ میں نے کہا نبی مرسلؐ
کز بہر اوست پیدا کون و مکان سراسر
جس کے لیے تمام کون و مکان پیدا ہوئے ہیں

مطلعِ رابع

۲۶۔ کس از درم در آمد با چہرۂ منوّر
کوئی میرے در سے چہرۂ منور کے ساتھ آیا
دانشور مکرّم روشن دلِ سخنور
مکرّم دانشور اور روشن دل سخنور

۲۷۔ گفتا منم عطارد از آسمان رسیدم
اس نے کہا میں عطارد ہوں آسمان سے آیا ہوں
چون من کجاست عالم چون من کجاست اشعر
مجھ سے بڑا عالم اور شاعر کہاں ہے

۲۸۔ بر آسمان شنیدم کز خاطر دل آرا
آسمان پر میں نے سنا کہ تم اپنے دل آرا خاطر سے
گوہر همی فشانی در درج صفحۂ وافر
وافر موتی برساتے ہو صفحہ پر

۲۹۔ گفتم بلی فشانم همتای بحر و کانم
میں نے کہا کہ ہاں برساتا ہوں میں بحر و کان کا ہمتا ہوں
در رفعت آسمانم در فضل مهر اشهر
بلندی میں آسمان ہوں اور فضل میں مشہور سورج

۳۰۔ از شعر فخر سازم سر بر فلک فرازم
میں شعر سے فضل حاصل کرتا ہوں، سر کو آسمان تک بلند کرتا ہوں
از خلق بی نیازم نازم ز لطف داور
خلق سے بے نیاز ہوں اور لطفِ داور سے ناز کرتا ہوں

۳۱۔ چون ما سخن سرای با بحر آشنای
میری طرح سخن سرا، بحر سے آشنا
قافیه از ملوکی نبود کسی بگوهر
پے در پے موتی برسانے والا کوئی بادشاہ نہیں ہے

۳۲۔ گفتا به بند لائی پیوسته گزافی
اس نے کہا تو بیہودہ گوئی کا قیدی ہے اور گزاف بکتا ہے
بر سر نه مغز قافی همیان به بند از هم
اپنا خشک مغز سر پر رکھ اور اپنی پوٹلی باندھ

۳۳۔ گفتم که نامدارم شوکت چرا گذارم
میں نے کہا کہ میں نامدار ہوں شان و شوکت کو چھوڑ دوں،
با فخر و اقتدارم از بندگی داور
داور کی غلامی سے مجھے یہ فخر و اقتدار ملا ہے

۳۴۔ آن لعل کان رفعت آن کان لعل شوکت
وہ رفعت کے کان کا لعل، وہ شوکت کے لعل کی کان
آن دُرِّ لُجّهٔ جاه آن لُجّهٔ ای در افسر
وہ جاہ کے سمندر کا موتی، اور وہ موتی کا لُجّہ تاج

مطلعِ خامس

۳۵۔ مینمود روی روشن چون صبحدم زخاور
جب صبح کو مشرق سے سورج نے اپنا روشن چہرہ دکھایا
بر پیل کوه والا چو با عماری زر
بلند پہاڑ کے ہاتھی پر زر کی عماری کے ساتھ

۳۶۔ جستم ز جا و شستم بهر وضو سر و پا
میں جگہ سے اٹھا اور وضو کیا
چون مشتری نهادم دستار از بر سر
مشتری کی طرح دستار کو سر پر رکھا

۳۷۔ کردم نماز وانگه در گوشه ای نشستم
نماز پڑھی اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا
خامه بکف چو دریا کاغذ به پیش چون بر
دریا جیسی ہتھیلی میں قلم لیا خشکی جیسے کاغذ کو سامنے رکھا

۳۸۔ مردی در آمد از در دردید و شادمان شد
در سے ایک آدمی آیا، دیکھا اور خوش ہوا
فرموده زه نداتت ای مرد هوش پرور
اس نے کہا اے ہوش پرور تمہیں مبارک ہو

۳۹۔ گر بگذری ازین در راہ دگر نمایم
اگر اس در کو چھوڑ دو تو میں تمہیں دوسرا رستہ دکھاؤں
گفتم چہ راہ گفتا مدحِ شہِ مظفرؒ
میں نے پوچھا کون سی راہ، میں نے کہا شہِ مظفرؒ کی مدح

۴۰۔ شاہنشہِ دو عالم با تخت بخت آسا
دو عالم کے شہنشاہ، بخت آسا تخت والے
با افتخار و حشمت با دست و قدرت و فر
افتخار، حشمت، قدرت اور شان والے

مطلعِ سادس

۴۱۔ روزی ز خانہ رفتم در سوق شوق در بر
ایک دن گھر سے نکلا شوق کے بازار میں
دیدم براہ ماہی بر سر کلاہ انور
میں نے راہ میں ایک چاند دیکھا جس کے سر پر کلاہ انور تھی

۴۲۔ خورشید پیش آن رخ چون ماہ دم نمی زد
اس چاند جیسے چہرے کے سامنے سورج بھی دم نہیں مار سکتا تھا
زیرا کہ میزد آن بت در جان آذر آذر
کیونکہ وہ بت آگ کی جان میں بھی آگ لگا دیتا تھا، پہلا آذر بھی ہو سکتا ہے جسکے معنی بتگر ہونگے۔

۴۳۔ گفتم چرائی ای مہ استادہ بر سر رہ
میں نے کہا اے چاند تو راستہ میں کیوں کھڑا ہے
چو ماہ تورنا کہ اندر شبِ معنبر
ماہ ثور کی طرح معنبر شب ہے

۴۴۔ گفتا پی تو بودم بر پایہ توقف
اس نے کہا تیرے لیئے میں نے توقف کیا
این دم گذشتہ ای تو بر شمع من چو صرصر
اس وقت میری شمع پر تم صرصر بن کے گذرے

۴۵۔ زان چشمہ آب ریزان بر گلشن تحیرؒ
اس چشمہ سے حیرت کے گلشن پر پانی برساتے ہوئے
گفتم کہ ای غلامت گل پیکران عبقر
میں نے کہا کہ اے وہ گل پیکران جس کے غلام ہیں

۴۶۔ این بندۂ مکین را از لطفِ میہنوازی
اس مکین بندے پر لطف کرو
دارد چہ کار با من چون تو گل سمنبر
تجھ سا سمنبر گل کو مجھ سے کیا کام ہے

۴۷۔ آن آہوی خطای چین از جبین برآورد دم
وہ خطائی آہو چین بہ جبین ہو گیا
گفتا برای خاقان خواہم یکی ثنا گر
اس نے کہا کہ خاقان کے لیئے مجھے ایک ثناگر چاہیئے

۴۸۔ شاہِ شہامت آرا، تاج سر انبیاء
شہامت آرا بادشاہ، انبیاء کے سر تاج
با عارض دل آرا چون آفتاب اشہر
دل آرا عارض والے، آفتاب کی طرح مشہور

۴۹۔ شاہی کہ از حسامش برآسمان گردان
وہ بادشاہ جس کے نیزے سے گردون گردان ہے
آب سپید گردد ہر صبح ام صحن خور
سورج کا لہو ہر صبح کو سپید ہو جاتا ہے

۵۰۔ بر خانۂ کمانش قربان سپہر گردان
اس کے کمان کے خانہ پر سپہر گردان قربان ہے
زہ کردہ تیر او را از چرخ زاغ پیکر
اس کے تیر کو زاغ پیکر چرخ سے چھوڑا

۵۱۔ از تخت بخت تابش مہتاب تاب گیرد
اس کے روشن بخت کے تخت سے مہتاب روشنی حاصل کرتا ہے
از رخت سخت تیرش تیزی گرفتہ صرصر
اس کے تیر کے سخت رخت سے صرصر تیزی حاصل کرتی ہے

۵۲۔ از صرصر ستورش رفتار نمودہ غوغا
اس کے ستور کی تیز رفتاری سے رفتار غوغا کرتی ہے
وز چرچر کمانش شست گروہ بربر
اس کے کمان کی چرچر سے گروہ کا شست بربر ہے

۵۳۔ صمصام سام تابش زد بر سر نریمان
اس کے سام تاب صمصام نریمان کے سر پر مارا
در گور گفت رستم ای زال سوخت آذر
قبر میں رستم نے کہا اے زال آگ نے جلا ڈالا

۵۴۔ کفش میان دریا چون یم میان کوزہ
سمندر میں اس کا کف جیسے کوزہ میں سمندر
دریا میان کفش چو کوزہ ای بہ یم در
اس کے کف میں دریا جیسے سمندر میں کوزہ

۵۵۔ گر فی المثل نماید تابی ز تیغ بران
اگر وہ تیغ براں کی تاب دکھائے
در دم شود غدیری نای و سطیح و جوہر
تو ایک دم میں تالاب، نای، توشہ دان اور قدح بن جائے

۵۶۔ بر حضرت بلندش رفعت بود مشخص
اس کے بلند حضور میں رفعت مشخص ہے
در ہمت سمندش سرعت بود مصور
اس کے گھوڑے کی ہمت میں تیزی مصور ہے

۵۷۔ از بسکہ گشت جوشان دریای رافت رد
اس کی رافت کا دریا بہت جوشاں ہوا
گردون صدف شد انجم در یتیم از ہر
گردوں صدف ہو گیا، تارے روشن موتی ہو گئے

۵۸۔ در پیش حضرت او سایہ جبین کیومرث
کیومرث اس کے حضور میں جبین سائی کرتا ہے
چہ بود طغان و طغرل چہ بود تگین و سنجر
طغان، طغرل، تگین اور سنجر کی کیا حیثیت ہے

ق

۵۹۔ گر فی المثل نماید تابی ز تیغ روشن
اگر وہ اپنے روشن تیغ کی تاب دکھائے
بر موجۂ غطمطم مانندۂ غضنفر
غطمطم کی موج پہ شیر کی طرح

۶۰۔ تمساح پرُ شرارت در باد بان دریا
تو گھڑیال دریا کے باد بان میں

۶۱۔ اندر مصفت نماند جُز خون دشمنِ او
میدان جنگ میں دشمن کے خون کے سوا کچھ نہیں رہتا

۶۲۔ چون رای میز ندشہ در شب بہوشیاران
جب شاہ ہوشیاروں کو شب میں رائے دیتا ہے

۶۳۔ گر آتش حسامش دود از عدو برآورد
اگر اس کے حسام کی آگ دشمن کا دھواں نکالے

۶۴۔ در وقت آب دادن بُستان جانفزا را
بوستان جانفزا کو پانی دیتے وقت

۶۵۔ از فورت حرارت غرق عرق شود گل
تو جوشش حرارت سے گل غرق عرق ہو جائے

۶۶۔ از بسکہ کرد طبعش دریای مہر جوشان
اس کی طبع نے مہر کے دریا کو پُر جوش کر دیا

۶۷۔ بزرا کہ موج آورد در پیش شیر غرّان
بجری کو موج شیر غرّاں کے پاس لائی

۶۸۔ تا رایت جلالش بالا نمود بالا ،
جب اس کے جلال کا جھنڈا بلند ہوا

۶۹۔ آواز احترامش تا شد ز زیر بالا
جب اس کے احترام کی آواز جب نیچے سے اوپر اٹھی

۷۰۔ گر رہ زند بگلشن مطرب خلاف رایش
اگر اس کی رائے کے خلاف گلشن میں مطرب راگ چھیڑے

روغن ز پیہ سازد بہر چراغِ آذر
چربی سے روغن بنائے آذر کے چراغ کے لیے

تازد اگر چو شیری سوی مصاف اشقر
اگر میدان جنگ میں اسپ سرُخ شیر کی طرح حملہ کرے

روز و شب از لوامع باھم شود برابر
تو (اس کی) روشنی سے روز و شب برابر ہو جاتے ہیں

زیر زمین فرشتہ اُفتد ببحر بر سر
زمین کے نیچے فرشتہ سمندر میں ڈوب جائے

ق اندازد ار نگاہی بر تیغ او کَدِ یور
اگر تاجور اس کی تیغ پر ایک نگاہ ڈال دے

چو شد ز جوشِ گرمی در باغ چشم عبہر
نرگس کے آنکھ جوشِ حرارت سے جوش کرنے لگے

بر آسمان ہشتم لرزید ضیغم نر
آسمان ہشتم پر ضیغمِ نر کانپ اُٹھا

شیرازہ تلطف بگرفت چست در بر
مہربانی کے شیرازہ نے اُسے لطف سے سینے سے لگا لیا

سنجوق گشت بروی خورشید نور گستر
نور گستر خورشید اس پر سنجوق ہو گیا

دیوان آسمان را شیرازہ شد مقرر
آسمان کے دیوان کا شیرازہ مقرر ہوا

بادی شود ز خشمش سرو سہی بمزمر
تو سرو سہی مزمر میں اس کے غصہ سے ہوا ہو جائے

۷۱۔ از بسکہ دشمن اہور دامن اشک ریزد
اس کا دشمن اپنے دامن میں بہت آنسو برساتا ہے
دامن شدہ است داما اد کشتی است حقیر
دامن سمندر بن گیا ہے اور وہ خود حقیر کشتی ہے

۷۲۔ از بسکہ سود جبہہ بہر خاک درگہ او
اس کی بارگاہ کی خاک پر بہت زیادہ جبین سائی کی
بر ثور بار عنبر انداخت ماہ اقمر
اس لیئے روشن چاند نے ثور پر عنبر کا بار ڈال دیا

۷۳۔ تا سرگرفتی شد ممنوع در زمانش
چونکہ سرگرفتگی اس کے زمانے میں ممنوع ہو گئی
سودا چو ورد احمر سازد دماغ را تیز
اس لیئے سودا گلاب کے پھول کی طرح دماغ کو تر کرتا ہے

۷۴۔ تا باد لطف اوشد آب درخت حنظل
جب سے اس کے لطف کی ہو حنظل کے درخت کا پانی بنی
در خاک شورہ نار در باری ورای سکر
خاک شورہ میں کبھی حنظل پھل نہیں لاتا مگر میٹھا (یعنی میٹھا پھل لاتا ہے)

۷۵۔ تا کرد اشک خونین روی عدوش حمرا
جب سے اس کے دشمن کے چہرے کو اشک خونیں نے سرخ کیا ہے
رنگ لعقم نماید ہر جای را معصفر
معصفر ہر جگہ سرخ رنگ میں ظاہر ہوتا ہے

۷۶۔ غم زعفران فزاید تا دشمن حزینش
غم زردی چہرہ بڑھاتا ہے تاکہ اس کا غمگین دشمن
اندر سواد چین شد با چہرۂ مزعفر
سواد چین میں زعفرانی چہرہ والا ہوگیا

۷۷۔ تا بازگشت ہر دل از لطف او ز سختی
اس کے لطف سے جب ہر دل سختی سے لوٹ آیا
ناہید رقص سازد از بق بق کبوتر
تو ناہید کبوتر کے بق بق سے رقص کرتی ہے

۷۸۔ از التماس رایش بر آفتاب تابان
آفتاب تاباں پر اس کی رائے کے چمکنے سے
افزون شود شعاشع چون بر نجوم از ہر
شاشع بڑھ جاتی ہیں جیسے نجوم از ہر پر

۷۹۔ ای بندۂ کمینت شاہ سپہر گردان
خورشید گرداں آپ کا کمینہ بندہ ہے
تلمیذ کمتر تو قاضی چرخ اخضر
چرخ اخضر کا قاضی (عطارد) آپکا کمتر شاگرد ہے

۸۰۔ تابی زردی رایت انتا دناگہانی
آپکے جھنڈے کی تاب اچانک بڑھ گئی
مانند جام جم شد آئینہ سکندر
آئینہ سکندر جام جم کی طرح ہوگیا

۸۱۔ شوہر عروس خاور میجست لایق خود
عروس خاور اپنے لیئے شوہر کی تلاش میں تھی
رای تو شد از وبہ شوہر ورا میسر
آپ کی رائے اس کو مل گئی شوہر اس کو مل گیا

۸۲۔ خصمت مثال معتل اجوف چو شد ز علّت — گرد از غم مضاعف طبع صحیح مضطر

آپ کا دشمن معتل کی مثال علت سے اجوف ہو گیا — غم کو مضاعف کرکے اس کی طبع صحیح مضطر ہو گئی

۸۳۔ در گلشن ثنایت گلگشت میزنم من — آری ز گل زندہ در باغ مرغ اصغر

آپ کی مدح کے گلشن میں میں گلگشت کرتا ہوں، — ہاں باغ میں مرغ اصغر گل کی رہزنی کرتا ہے

۸۴۔ اندریم ثنایت میخواستم سباحت — گشتم موافق خود سبّاح بحر اکبر

آپ کی مدح کے سمندر میں میں نے سبّاحی کرنا چاہا — میں بحر اکبر کا سبّاح ہو گیا، اپنی طبیعت کے موافق

۸۵۔ چوں بود بیکرانہ دریای مدحت تو — شد گوش ذوقی دون چون گوش ہای ایدر

چوں کہ آپ کی مدح کا سمندر بیکران تھا — ذوقی دون کا کان دوسرے کانوں کی طرح ہو گیا

۸۶۔ تا آفتاب باشد بر آسمان مجلّی — تا ماہتاب تابد از تاب مہر انور

جب تک آفتاب آسمان پر جلوہ دکھائے — جب تک ماہ تاب مہر انور سے تابندہ رہے

۸۷۔ چوں آفتاب بادا طبع ثناگر تو — چون ماہ از د جہانی گیرد ضیای وافر

آپ کے مدّاح کی طبیعت آفتاب کی طرح رہے — چاند کی طرح سے ایک دنیا اس سے افراط روشنی حاصل کرتی ہے

فرہنگ و حواشی

قصیدہ ۱۲،

اس قصیدہ میں ایک نیا انداز اختیار کیا گیا ہے جو بالعموم شعراء کے قصائد میں نہیں ملتا اس لیے تشبیب اور مدح میں ربط و ترتیب کو سمجھنے کے لیے اس قصیدہ کی خصوصیت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس قصیدہ میں چھ مطلع ہیں اور ہر مطلع کے بعد ایک نئی تشبیب ہے۔ پہلے پانچ تشبیب میں گریز کے بعد ایک شعر مدح میں ہے اس کے بعد چھوڑ کر پھر نیا مطلع کہا ہے۔ چھٹیں تشبیب میں گریز کے بعد مدح کے مسلسل اشعار کہے ہیں — اور آخر میں دعائیہ پر قصیدہ کو ختم کیا ہے۔ ہر تشبیب میں ممدوح کی مدح کی ایک نئی توجیہہ بیان کی ہے۔ اس سے بلاغت میں زیادہ حسن اور زور پیدا ہو گیا ہے۔

شعر ۲ - چرا بمعنی چراگاہ گیا چرا ۔ گھاس چرنے والا ۔ تیری زلفوں کے شکن میں دل خطا سے چلا گیا ۔ جس طرح گھاس چرنے والا ہرن چراگاہ میں پہنچ جاتا ہے ۔

شعر ۶ ۔ دوسرے مصرع میں سش کا مرجع اگر اس کے ماقبل شعر میں زلف کو قرار دیا جائے کیونکہ زلف ہی کا بیان ہو رہا ہے تو مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی زلفوں کے تار کا تار تار ہمارے جسم کے تار تار کو لے جانے والا ہے ۔

شعر ۱۱ ۔ شستہ بمعنی نشستہ

شعر ۱۴ ۔ میں نے معشوق سے کہا کہ تمہارے فراق میں میرا دل شکستہ ہے ۔ اس نے کہا "خاموش ! تو کیا بکتا ہے ۔ تو نے کہا کہ یہ مناسب نہیں ہے ؟" آخری فقرہ کے اشارہ کا مفہوم بعد کے شعر سے کچھ کھلتا ہے ۔ شاید اشارہ یہ ہے کہ معشوق نے اپنی تعریف کرنے سے منع کیا جیسے عاشق نے گوارا نہ کیا اور کہا کہ یہ مناسب ہے ۔

شعر ۲۰ ۔ خاک سے مراد زمین ہے ۔ صبح کو تارے غائب ہو جاتے ہیں اور آفتاب کی روشنی آسمان سے زمین تک پھیل جاتی ہے گویا دونوں کو ملا دیتی ہے اس لیے آسمان زمین سے کہتا ہے کہ میں تیری طرح اور تو میری طرح ہے ۔ ستاروں نے پاؤں کو سر اور سر کو پاؤں بنا لیا ہے جس کی وجہ سے ان کے چمکتے ہوئے چہرے نظر نہیں آتے ۔ سر کو پاؤں اس لیے بنایا ہے کہ وہ اور بلندی کی تلاش میں ہیں ۔

شعر ۲۱ اسمر بمعنی شیر آہو ، یہاں مراد چاند کی سپیدی ۔ ماہ اسمر آور سے اشارہ اس چاند کی طرف ہے جو دن میں سپیدی لیے ہوئے نظر آتا ہے مگر بے نور ہوتا ہے ۔ آفتاب کی روشنی میں ۔

شعر ۲۲ خام بمعنی جال ، ریشم کا ڈورا ۔

شعر ۳۱ تافیہ بمعنی از پی روندہ یعنی پی در پی موتیوں کے ساتھ چلنے والا (موتی برسانے والا) کوئی بادشاہ نہیں ہے ۔

شعر ۳۲ ۔ صرّ ۔ ہمیان کا منہ باندھنا ۔

شعر ۵۵ سطیح بمعنی توشہ دان ، جعبۂ بمعنی قدح کم قعر ۔

شعر ۶۱ ۔ اشقر ، بمعنی اسپ سرخ ۔

شعر ۶۴ ۔ کدیور ، تاجور ۔

شعر ۶۵ ، تموزت ۔ تابش ، جوشش حرارت ۔

شعر ۷۰ ۔ اگر گلشن میں مطرب ممدوح کی طبیعت کے خلاف نغمہ سرائی کرتے تو ممدوح کے غضب سے سرو سہی ہوا بن کر ، مزمر میں سما جائے (مزمر وہ باجا جسے پھونک کر بجاتے ہیں ۔

شعر ۷۵ حنظل — ایک پھل ہے جو تلخ ہوتا ہے۔ جب اس کے لطف کی ہوا درخت حنظل کے لیے آب بن گئی تو شورہ زمین میں بھی شورے لشکر کے رس میں کوئی پھل نہیں آتا — یعنی اس کا پھل شکرین ہوتا ہے۔

شعر ۸۱ - عروس آفتاب اپنے لیے ایک شوہر کی تلاش میں تھی۔ اس کو آپ کی رائے مل گئی گویا اس کو شوہر مل گیا۔ یعنی آفتاب آپ کی رائے سے روشن اور آپ کے حکم کے تابع ہے۔

شعر ۸۲ - اس میں عربی زبان کی دستور کی اصطلاحات کا استعمال کیا ہے — معتل وہ افعال جن میں حرفِ علّت ہو اگر پہلا حرف علّت ہے تو اسے مثال کہتے ہیں — اگر درمیانی حرف علّت ہے تو اُسے اجوف کہتے ہیں اور مضاف وہ فعل ہے جس کا آخری حرف مشدّد ہو — علّت بیماری کو کہتے ہیں — اجوف درمیانی حرفِ علت ہوتا ہے اس لیے ممدوح کے دشمن کے اندر بیماری ہے گویا اس کا قلب بیمار ہے۔ اور قلب مریض ہو تو مرض بڑھ کر مضاعف ہو جاتا ہے۔ اس لیے دشمن کی طبیعت مضطر ہے۔

قصیدۂ نعتیہ مسمّٰی بہ معدن الاسرار

۱۔ شب گرفت چو آئینۂ سحر زنگار
جب سحر کے آئینہ میں رات کو زنگ لگ گیا
بہ پیش روی بنہادم چراغ آئینہ دار
تو میں نے اپنے سامنے آئینہ کی طرح چراغ کیا

۲۔ چنان چراغ بیفشاند نور رویا رو
چراغ نے اس طرح سامنے روشنی پھیلائی
کہ روی من ز قفا مینود در انظار
کہ میرا چہرہ پیچھے سے نظر آتا تھا

۳۔ قلم گرفتم و کردم قلم دم غم و ہم
میں نے قلم لیا اور غم کا دم قلم کر دیا
سخن گہی بخزان بردم و گہے بہار
کبھی خزاں کی بات کی کبھی بہار کی

۴۔ یکی چنان ز چمن ہمچو سرو پیش آمد
سرو کی طرح چمن میں کوئی ٹہلتا ہوا آیا
کہ ہمچو سوسن آزاد بود و گل بکنار
جو سوسن آزاد کی طرح تھا اور بغل میں پھول تھا

۵۔ دُچار کردہ بمن داد گل دو چار مرا،
مجھ سے دو چار ہوا اور مجھ کو چند پھول دیئے
بہشت خاطر من ز آن دوچار گشت دوچار
اس دُچار ہونے سے میرے دل کی جنت دو چار ہوگئی

۶۔ چو من شنیدم از و آفرین بوصف گلی
دل کی توصیف پر جب میں نے اس سے آفرین سُنی
گشاد لب بہ ثنای رسول گل رُخسار
تو گل رخسار رسول کی مدح میں اس نے لب کشائی کی

۷۔ محمدؐ عربی و شہنشہِ عجمی
محمدؐ عربی اور شہنشہِ عجمی
کہ بود ہندوی اُو ترک گنبد دوّار
آسمان جن کا غلام ہے

۸۔ شہی کہ صیت جلالش بچرخ رفت و نمود
وہ بادشاہ جس کے جلال کا شہرہ آسمان تک پہنچا اور بنا دیا
جلال شاہِ فلک را ز خان و مان ادرار
سورج کے جلال کو خانہ سمیت گردش کرنے والا

۹۔ مہ اثیر نبوّت شہ سریر کرم
اثیر نبوت کے ماہ اور سریر کرم کے شاہ
۱۰۔ از آن زمان کہ شنیدہ ست ذکر والایش
جس زمانے سے آپ کا بلند ذکر سنا ہے
۱۱۔ کریم بحر کف و بادشاہ رفعت رت
بحر کف کریم اور رفعت کی شان رکھنے والے بادشاہ
۱۲۔ خوشی گزیدہ ز رویش صباح چاک قبا
صبح چاک قبا نے آپ کے چہرے سے خوشی حاصل کی
۱۳۔ چو بید لرزہ کنند از نہیب شمشیرش
ان کی شمشیر کے خوف سے بید کی طرح لرزتے ہیں،
۱۴۔ زبسکہ ریخت دُر از کف چو ابر نیسانی
ابر نیساں کی طرح ہاتھ سے بہت موتی برسائے
۱۵۔ ز طیب خلق شریفش کہ رفت ہر جانب
اُن کے خلق شریف کی خوشبو ہر جانب گئی
۱۶۔ بجنگ تیغ برآرد چو از میان باری
جب میان سے وہ تلوار ہاتھ میں لیتے ہیں
۱۷۔ ز آب آتش شمشیر او نگر در سنگ
اُن کی شمشیر کی آگ کی آب ہے، پتھر میں دیکھو
۱۸۔ زبسکہ آتش صمصام او فروزان شد
ان کی صمصام کی آگ بہت فروزاں ہوئی
۱۹۔ میان آتش گرم حسام او سوزد
اُن کی حسام کی آگ میں جلتا ہے

سپہر قمر ہبر و مہتر فلک مقدار
قمر کی گذرگاہ سے برتر اور فلک مقدار سے بالاتر
نشستہ است بگردون شہ فلک ناچار
سورج ناچار آسمان میں بیٹھ گیا ہے
ز بُردباری خود بُردہ بار از ابرار
اپنی بُردباری سے نیکوں سے بڑھ گئے
تحشی گرفتہ ز مویش شب سیاہی دار
سیاہ شب نے آپ کے بالوں سے توانائی حاصل کی
مہ و کواکب و خورشید و گنبد دوّار
چاند ستارے، خورشید اور آسمان،
شد آگندہ ز گوہر کف تہی چنار
چنار کا خالی ہاتھ موتیوں سے بھر گیا
جہاں شدہ ست پُر از نافہای مشک تتار
دنیا خوشبو سے بھر گئی
درخش نوحہ زنان میکند فغان صدبار
برق سیکڑوں بار نوحہ و فغاں کرتی ہے
فتادہ است شراری چو در عدوی نزار
شرار پڑ گیا ہے جیسے نحیف دشمن کے جسم سے
عرق نمود زمین در دانہ گشت بخار
زمین سے پسینہ نکل آیا اور موتیوں جیسے عرق کے دانے بخار بن کر اُڑ گئے
شہنشہ فلک نیل رنگ در اسمار
زمانے میں نیلے آسمان کا سورج

۱۹۔ میانِ آتش گرم حسام اُو سوزد
اُن کی حسام کی آگِ گرم میں جلتا ہے

شہنشہ فلک نیل رنگ در اسمار
زمانے میں نیلے آسمان کا سورج ....

۲۰۔ اگر برہنہ کند پیش بحر خنجر خود
اگر وہ اپنا خنجر سمندر کے سامنے برہنہ کریں

صدف شود همه آتش در فرید شرار
صدف سے آگ بن جائیں، اور موتی چنگاریاں بن جائیں

۲۱۔ اگر کوہ بر آرد حسام تا بزند
وہ اگر کوہ پر مارنے کے لیے نیزہ لائیں

بسوزد از تف آن صدمہ دامن کہسار
کہسار کا دامن صدمہ سے جل جائے

۲۲۔ اگر بچرخ ببیند بچشم خشم و غضب (ق)
اگر وہ غضب کی آنکھ سے آسمان کو دیکھیں

بجای دانہ بر آرد درخت آتشبار
تو درخت میں سے دانہ کے آگ کا پھل لائے

۲۳۔ شود بسان سمندر گیاہ آتش در
گھاس آگ میں سمندر کی طرح ہو جائے

بنان نار بسوزد ز اخگر گلزار
گل کی آگ سے آگ کی انگلیاں جل جائیں

۲۴۔ اگر بجیش عدو چشم خشم را سازد
اگر وہ دشمن کے لشکر کی طرف غضب کی آنکھ کر دیں

بجائے جیش نماید سراب در انظار
تو لشکر کے بجائے نگاہوں میں سراب نظر آئے

۲۵۔ بباغ نرگس اگر آب تیغ او جوشد
نرگس کے باغ میں اگر اُن کی تیغ کی آب جوش میں آئے

بیک نگاہ زند نار گرم در گلزار
تو یک نگاہ میں گلزار میں آگ لگا دے

۲۶۔ اگر حسام بر آرد بہ پیش بحر ظہور
اگر سمندر کے پاس وہ اپنی حسام کو ظاہر کریں

بسوزد از تف دُر افسر سران کبار
تو موتی کے تف سے تاجوروں کے تاج جل جائیں

۲۷۔ شہنشاہ، ملکا، سرورا، جہاندار
اے شہنشاہ، اے بادشاہ، اے سرور، اے جہاندار

ندیدہ ایم چو تیغت نہنگ در دوّار
آپکے تیغ کی طرح میں نے زمانے میں کوئی گھڑیال نہیں دیکھا ہے

۲۸۔ اگر بماہی تیغ تو ماہی ای نگرد
اگر کوئی مچھلی آپکے تیغ کے ماہی کو دیکھ لے

ز شست آب دہد ہم ز آزول بوتیمار
تو پانی اپنی شست سے اور بگلا اپنی چونچ سے مچھلی کو نکال باہر کرے

۲۹۔ چہ آبدار شرار یست یارب این شمشیر
یہ شمشیر کیسی آبدار شرار ہے

کہ باد و خاک بسوزیدنش کنند اقرار
کہ ہوا اور مٹی اس سے جلنے کا اقرار کرتے ہیں

۳۰. ز آب آتش تیغ تو لعل آب شود | بچرخ میرود و میشود زکار ایاز

آپ کے تیغ کی آگ آب سے لعل پانی ہو جاتا ہے | پھر آسمان کی طرف جاتا ہے اور ہوا بن جاتا ہے

۳۱. باآفتاب درخشان و گنبد گردون | بپاکی روح مع جمع ثوابت و سیّار

آفتاب درخشاں اور گنبد گردوں کی قسم | و ثوابت و سیار کی چمک دمک کی قسم

۳۲. بمہر و کین و نبرد و بصلح و فتح و شکست | بضحک ضاحک زار از آزار

مہر و کین، لڑائی اور صلح اور فتح و شکست کی قسم | آزار سے زار چہروں کے ہنسی کی قسم

۳۳. بخط سبزہ و روی گل و قد شمشاد | بچشم نرگس و اشک در و نسیم بہار

خط سبزہ، روی، گل اور قد شمشاد کی قسم | چشم نرگس، موتی کے آنسو اور بہار کی نسیم کی قسم

۳۴. بآبروی گل و پیچ پیچ سنبل کش | بسبزی چمن سبزہ و شوکت گلزار

گل کی آبرو اور پیچ پیچ سنبل کی قسم | سبز چمن کی سبزی اور شوکت گلزار کی قسم

۳۵. بلعل سبز رخان سہی قد گلرخ | کہ ہست با عدمش اختیار رسم جوار

گل رخ اور سہی قد سبز رخوں کے لب کی قسم | کہ جس کے گرد غلام ہے اور اس عدم پر اس کو اختیار ہے

۳۶. بدور چرخ برین و سکون خاک سیہ | بانتہای کرامت بابتدای وقار

آسمان کی گردش اور زمین کے سکون کی قسم | کرامت کی انتہا اور وقار کے ابتدا کی قسم

۳۷. باضطراب ہزار و بتاجداری گل | بفتحیاب سحاب و طراوت گلنار

بلبل کے اضطراب اور گل کی تاجداری کی قسم | بادل کے برسنے اور گلنار کی طراوت کی قسم

۳۸. باشتہار گہ قاف و غیبت عنقا | باقتدار سپہر و کرامت خور و خیار

قاف کے اشتہار اور عنقا کی غیبت کی قسم | آسمان کے اقتدار اور سورج و چاند کی بزرگی کی قسم

۳۹. باسمان و زمین و بحار و وادی و دشت | بکوہ و کاہ و گیاہ مخضر و اشجار

آسمان، زمین، سمندر، وادی و دشت کی قسم | کوہ، کاہ، گیاہ سبز اور درختوں کی قسم

۴۰. بسرد آب زلال و حسام گرمی بخش | بسرد مہری نیران و نار محرق و چار

سرد آب زلال اور حسام گرمی بخش کی قسم | آگ کی سرد مہری اور جلانے والی آگ کی قسم

۴۱۔ بآب نوشیٔ خاک وبآب ریزی ابر
خاک کی آب نوشی اور بادل کی بارانی کی قسم

بخدمت صنور وز و بداری مثب تار
دن کی روشنی کی مسافرت اور شب تار کے قیام کی قسم

۴۲۔ بخون فشانی صمصام در معارک ورزم
جنگوں میں صمصام کی خون فشانی کی قسم

بسینہ دوزی نوک سہام در پیکار
جنگ میں سہام کی سینہ دوزی کی قسم

۴۳۔ بہ بیوقاری خصم وبنامداری دوست
دشمن کی بیوقاری اور دوست کی نامداری کی قسم

بحبلی و درازی رشتۂ اعمار
عمر کے رشتہ کی درازی اور مضبوطی کی قسم

۴۴۔ بخاتم جم وآیینہ وسریر وکلاہ
جم کی انگوٹھی، آیئنہ وتخت اور کلاہ کی قسم

بحاتم وکف وجود و نوازش بسیار
حاتم، کف، جود، نوازش کی قسم

۴۵۔ بآبروی مہ ومہر وغرّہ و غرّہ
چاند سورج، اوّل ماہ اور بہتر حصہ کی آبرو کی قسم

بابروی مہ نو چون ہمی شود دیدار
مہ نو کی آبرو کی قسم جب کہ اس کا دیدار ہوتا ہے

۴۶۔ بزاھدان ونماز وسکوت وخلوت وبہر
زاہدوں، نماز، سکوت، خلوت اور بیداری کی قسم

بصالحان وخضوع وخشوع و استغفار
صالحان، خضوع، خشوع اور استغفار کی قسم

۴۷۔ بظالمان وجفا و تعدّی و عدوان
ظالموں، جفا، تعدّی اور عدوان کی قسم

بعادلان ورضا وکرامت و ایثار
عادلوں، رضا، بزرگی، اور ایثار کی قسم

۴۸۔ بسجدۂ ملکے وعاجزی آدم مہ
فرشتوں کے سجدوں اور آدم کی عاجزی کی قسم

بسرکشی بلیس دنی بد ہنجار
ابلیس کی سرکشی جو بدہنجار اور کمینہ تھا اس کی قسم

۴۹۔ بخودپسندی شیطان و دعوی فرعون
شیطان کی خودپسندی اور فرعون کے دعوے کی قسم

بنامرادی شدّاد بر درِ گلزار
شدّاد کی نامرادی کی قسم

۵۰۔ بقتل جمع یہود وشکست ترسایان
یہود کے قتل اور عیسائیوں کی شکست کی قسم

باحتکام مہاجر بنصرت انصار
مہاجر کے استحکام اور انصار کی نصرت کی قسم

۵۱۔ بظلم اہل قریش وتعدّی شیطان
اہل قریش کے ظلم اور شیطان کی تعدّی کی قسم

بانہزام اعادی و قوّتِ ابرار
دشمنوں کے بھاگنے اور ابرار کی قوت کی قسم

۵۲۔ بداغ لالۂ صحرا و دیدۂ نرگس
لالۂ صحرا کے داغ اور دیدۂ نرگس کی قسم
باشک ریزی طاؤس و سوز نالۂ سار
طاؤس کی اشک ریزی اور نالۂ سار کے سوز کی قسم

۵۳۔ بچین و روم و خراسان و زنگ و مصر و حبش
چین، روم، خراسان، زنگ، مصر اور حبش کی قسم
بخاور و ختن و بلخ و دہلی و بلغار
مشرق، ختن، بلخ، دہلی اور بلغار کی قسم

۵۴۔ بمہر خان ختن کز نکوئی عارض
ختن کے حسینوں کی قسم جو چہرے کے حسن ہیں۔
سبق بیاسمن و گل میبرند و بر خور و خار
یاسمن، گل، سورج اور چاند پر فوقیت رکھتے ہیں

۵۵۔ گہہ مصاف زنی تیغ آتش آمیغت
جنگ کے وقت تیری آتش آمیغ تیغ
مثال نقطۂ قافی شود نہ بلکہ غبار
نقطۂ قافی بلکہ غبار کی طرح ہو جاتی ہے

۵۶۔ میان جنگ مثالی نباشدت چو بجود
جنگ میں آپ کی مثال نہیں ہے جیسے جود میں کوئی مثال نہیں ہے
مثال نیست ترا کس بحلم چون بوقار
حلم میں آپ کی مثال نہیں ہے جیسے کہ وقار میں آپ کی مثال نہیں ہے۔

۵۷۔ توئی توئی کہ برانگیختی بقصر فلک
آپ ہی ہیں جو قصر فلک میں لے گئے
براق برق وش ای آفتاب ماہ سوار
برق کا براق، اے مہسوار آفتاب

۵۸۔ جمال ذوالمنن آنگہ بچشم سر دیدی
اس وقت آپنے ذوالمنن کا جمال سر کی آنکھوں سے دیکھا
بہ بیمثالی حق کردی ای حلیم اقرار
حق کی بیمثالی کا آپ نے اقرار کیا

۵۹۔ دگر بخانۂ فرد آمدی بسان درخش
بجلی کی طرح پھر اپنے گھر واپس آئے
بساط گرم ولی سرد آتش بیمار
بچھونا گرم تھا لیکن بیمار کی آگ ٹھنڈی تھی

۶۰۔ بمدحت تو زبان عاجز است و خاطر هم
آپ کی مدح میں زبان اور طبیعت دونوں عاجز ہیں
چگونہ رخش قلم تازم اندرین مضمار
اس میدان میں قلم کا گھوڑا کس طرح دوڑاؤں

۶۱۔ بود غلام غلام تو ذوقی
ذوقی آپکے غلام کے غلام کا غلام ہے
کنت غلامیت ای شاہ دین لیل و نہار
دن رات یہ آپ کی غلامی کرتا ہے

۶۲۔ ستادہ است بدرگاہ آسمان جاہت
آپکے آسمان جاہ درگاہ میں کھڑا ہے
کہ تا کنی رخ او را تو مطمح انظار
تاکہ آپ اس کے چہرے کو لوگوں کے لئے نمونہ بنا دیں

۶۳۔ چو این قصیدہ کہ شد کانِ نعت و بحر ثنا
جب یہ قصیدہ جو کان نعت ہے اور بحر ثنا ہے

یکی جریدہ ندارد بہ ہر سواد و دیار
کوئی مثال نہیں رکھتا ہر دیار میں ......

۶۴۔ چو بود نامور اندر قصاید بہ انام
چوں کہ لوگوں میں اس قصیدہ کی بہت شہرت تھی

نمودہ ایم مسمّٰی بمعدن الاسرار
ہم نے اس کا نام معدن الاسرار رکھا

فرہنگ و حواشی قصیدہ نمبر ۱۳

ادرار نمودن = درگردش آوردن ۔ شہ فلک = سورج
کشی = صحت و توانائی ۔ اثیر = فلک الافلاک و صرمہ بلند شد ۔

طیب = بوی خوش، پاکیزہ و حلال ۔ سَمَر = زمانہ و تاریکیِ شب، جمع اسمار ۔ شعر ۲۰ ۔ دُرِ فرید یعنی دُرِ یتیم = اگر ممدوح سمندر کے سامنے اپنی تیغ برہنہ کردیں تو سمندر کے تمام قطرے آگ بن جائیں اور تمام دریائی یتیم چنگاریاں بن جائیں ۔

۲۳ ۔ سمندر = آگ میں رہنے والا ایک کیڑا ۔ آگ میں گھاس طرح ہو جائے جیسے سمندر کا کیڑا ۔ یعنی آگ گھاس کو بھی نہ جلا سکے ، اور گلزار یعنی گل کی آگ سے آگ کی انگلیاں جل جائیں ۔ ۲۶ ۔ اگر وہ اپنی حسام کو سمندر کے سامنے ظاہر کریں تو تاجداروں کے تاج موتیوں کے تف سے جل جائیں یعنی آتش حسام کے اثر سے سمندر کے موتی بھی آتش سوزاں بن جائیں گے اور جب وہ تاج میں لگائے جائیں گے تو اس کے اثر سے تاج جل جائیں گے ۔

نول = چونچ ۔ بوتیمار = یام ۔ بگلا ۔ رایارہ = ہوا ۔

۲۹ ۔ اگر آپ کے تیغ کی ماہی کو کوئی مچھلی دیکھ لے تو اگر وہ سمندر میں ہو تو وہاں سے پانی اسے نکال کر باہر کر دے اور اگر بگلے کی چونچ میں ہو تو بگلا اپنی چونچ سے نکال دے (اور مچھلی ماہی تیغ پر نثار ہو جائے)

جوار = سرائے کے قریب یا اس کے چاروں طرف صحن ، جوار = ہمسایگی کردن یا در پناہ رسیدن ، جوار = زنہار ، امان

شعر ۳۵ ۔ اس میں ضمیر ش کا مرجع پہلے مصرعہ میں لعل لب ہے یعنی لعل لب کے گرد اس کے اختیار میں علم ہے کہ جسکو چاہے پیغام موت سنا دے ۔

" ۳۶ ۔ فلسفہ بطلیموسی کے مطابق زمین ساکن ہے ۔ خور = سورج ۔ خار = ماہ شب چہاردہ ، ماہ کامل
داری ۔ کسی کی جگہ مقیم باشد ، غرّہ = اول روز ماہ ، بہتر ہر چیز (آمذراج) ایک غرّہ کے معنی اوّل روز ماہ کے سکتے ہیں اور دوسرے کے معنی ہر چیز کا بہتر حصہ ۔

۵۵ ۔ میدان جنگ میں آپ کی آتش آمیز تیغ اس تیزی سے چلتی ہے کہ نظر نہیں آتی گویا ف کے نقطہ کی طرح بلکہ ایک غبار کی طرح دکھائی دیتی ہے ۔

مضمار = میدان

قصیدہ (۱۴)

۱۔ ای نطق تو بریختہ از سلک گوہر آب
اے وہ کہ جس کے نطق سے سلک کے گوہر کی آب جاتی رہی

لؤ لؤ یتیم ماندہ ازیں روی اندر آب
اسی سبب سے پانی کے اندر موتی یتیم رہ گیا ہے

۲۔ در انجمن چو لب بگشائی پی حدیث
جب گفتگو کے لیئے آپ لب کشائی کرتے ہیں

از بہر وصف او طلبد گوہر تر آب
تو اس کی گفتگو کی توصیف کیلیے موتی آب طلب کرتا ہے

۳۔ گر فی المثل عدوی تو آید پی ثنا
اگر آپ کا عدو بیہ بغرض ثنا کے لیئے آئے

بر حنجرش شود زپی قطع خنجر آب
تو اس کے حلق پر پانی خنجر بن جاتے کاٹنے کے لیئے

ق

۴۔ ہر صبحدم چو ابر فشانی ز شوق حق
ہر صبحدم جب آپ عشقِ الٰہی میں آنسو بہاتے ہیں

ای دُرِّ دُرجِ فضل و کرامات ز عبہر آب
اے فضل و کرامات کے دُرج کے موتی، اپنی آنکھوں سے

۵۔ گر وصف آبریزی چشمت بیان کنند
اگر آپ کی آنکھوں کی اشک ریزی بیان کریں

از ہیبت خمود شود بُسر آذر آب
تو آپ کی ہیبت سے آگ اور پانی دونوں زائل ہو جائیں

۶۔ از لمعۂ ملوع فواد تو بر فلک
آپ کے دل کی روشنی کی چمک سے آسمان پر

از جوشِ رخ شود بفلک شاہ خاور آب
آسمان میں جوش سے پسینہ آجاتا ہے

۷۔ از شعلۂ ای کہ آتش آہت ہمی زند
آپ کی آہ کی آگ کے شعلہ سے

در آبگر دشت نود کوہ دکر در آب
آبگر میں دشت ہو جاتا ہے اور کوہ کردریا پانی میں ڈوب جاتا ہے

۸۔ مانند نفت شعلہ زنی را فزون کند
نفت کی طرح شعلہ زنی بڑھ جائے

بیند بسوی آتش صمصام تو گر آب
اگر پانی آپ کے صمصام کی آگ کی طرف دیکھے

۹۔ رازِ دل زمانہ ز رائ تو منکشف
آپ کی رائے سے زمانے کا راز منکشف ہے

کنجِ خرابِ چرخ ز تو یافت ای سر آب
اے سردارِ چرخ کے کنج خراب نے آپ سے رونق پائی

۱۰۔ گر پیش دانہ وصف سنانت بیان کنند
اگر دانے کے مانے میں آپکے دانتوں کا وصف بیان کریں
از تہم دانہ گرد فی الحال اندر آب
تو خوف سے دانہ فوراً پانی کے اندر چلا جائے

۱۱۔ تا آب هیچگاه نگردد بذل بشار
تاکہ آب کبھی ذلت سے آگ نہ بن جائے
باد از هیبت تو بیکبار آذر آب
آپ کی ہیبت سے آگ پانی بن جائے

فرہنگ و حواشی قصیدہ ۱۴

شعر۔۴: اے فضل و کرامت کے دُرج کے موتی ہر صبح کو آپ کی آنکھیں شوقِ حق میں آنسو بہاتی ہیں اگر آپ آنکھوں کی اشک ریزی کا بیان کیا جائے تو آگ اور پانی دونوں زائل ہو جائیں — شعر۸: اگر آپکے صمصام کی آگ پانی کی طرف دیکھ لے تو آگ بھڑکانے میں پانی کے اندر نفت کی خاصیت پیدا ہو جائے۔

شعر۔۱۲: آگ آپ کی ہیبت سے ایسا پانی بن جائے کہ پھر کبھی پانی آگ میں نہ بدل سکے۔

قصیدہ نمبر ۱۵

۱۔ ای شده چون خاک و باد و آتش و آبت رہین
اے وہ کہ خاک باد، آتش اور آب آپکا مرہون ہے
خاک باد اخصم تو از آب تیغ آتشین
آپکا دشمن خاک ہے، تیغ آتشیں کی آب سے

۲۔ خاکی ای باب تو آتش مزاج و باد سیر
(خاکی) گھوڑا آپکی آب سے آتش مزاج اور باد سیر ہے
باد و خاک و آتش از وی آبریزد گاه کین
اس جنگ کے وقت باد، خاک اور آتش سے آب (یا پسینہ یا تاب توان) نکلتے ہیں

۳۔ آتشی ای باد جولان خاکی ای ماب ورنگ
(آپکا گھوڑا) باد جولان آتشی ہے، اور آب و رنگ والا خاکی ہے
آب و آتش خاک او شد باد گفتش آفرین
آب و آتش اس کی خاک ہو گئی، ہوا نے آفریں کہا

۴۔ آب از آتش چکاند خاک او آنذم که باد
اس کی خاک آگ سے آب نکالے، اس وقت کون ہووے
آتش آب باد سوز خاکیت را شد قرین
آپکے خاکی باد سوز کی آب سے آگ قرین ہو گئی

۵۔ آب و آتش یک بیک زخاکیت برباد شد
آپ کے خاکی گھوڑے سے آب و آتش برباد ہو گئی

۶۔ بادپایت آتشی کایش چکید بر روی خاک
آپ کا بادپا گھوڑا وہ آتش ہے کہ اس کا پسینہ خاک پر ٹپکتا ہے

۷۔ آب و آتش خاک باد آن روز گردیدند پست
آب، آتش، خاک اور باد اس روز پست ہو گئے

۸۔ خاک خصمت داد برباد آتش آب سنانت
آپ کی سنان کی آب کی آتش نے آپ کے دشمن کی خاک کو برباد کر دیا

۹۔ خاک رنگ آتش مزاج و آب جوش و باد تگ
خاک رنگ کا، آتش مزاج، آب جوش اور باد کی طرح دوڑنے والا

۱۰۔ خاک دگر دیدہ باد و آتش و آب از نیاز
گھوڑے کی ٹاپ کی خاک نیاز سے باد، آتش اور آب بن گئی

۱۱۔ بادگامش آتش و جولان زن آب آسا بخاک
گھوڑے کی ہوا جیسی رفتار آتش ہے اور خاک زمین پر آب کی طرح جولان ہے

۱۲۔ خاک او شد آب و آتش تا سبق برد او ز باد
گھوڑے کی خاک آب و آتش بن گئی یہاں تک کہ باد پر سبقت لے گئی

۱۳۔ آتش آب و باد و خاک از ہیبت و رعب تو شد
آتش آپ کے رعب کی ہیبت سے آب باد اور خاک ہو گئی

۱۴۔ ذوقیؔ آب و خاک و آتش باد را لازم گرفت
ذوقیؔ نے آب و خاک، آتش اور باد کو لازم جانا ـــــــ

آب باد از آتش کین تو باشد خاک بیجین
آپ کے غضب کی آتش سے آب باد خاک چھاننے لگی

باد از آن آب چو آتش خاک بر سر چو زمین
اس آتش جیسی آب سے باد کے سر پر خاک ہے زمین کی طرح

کآتش آب خاک او چون باد سر زد بہر کین
جبکہ گھوڑے کی خاک کی آب نے ہوا کی طرح آگ بجائی جنگ کے لیے

کآب و خاک و باد و آتش شد ز سہمش در کمین
یہاں تک کہ آب و خاک باد و آتش سنان کے خوف سے چھپ گئے

بادپایت کآب و خاک و آتشش گفت آفرین
آپ کا بادپا گھوڑا جس کو آب و خاک و آتش نے آفرین کہا

باد و خاک آب و آتش را نہ بد کار حزین
باد، خاک آب اور آتش کو

خاک او بہ ز آب و باد و آتش اندر وقت کین
جنگ کے وقت اس کی خاک آب و آتش و باد سے بہتر ہے

آتش و باد آب با خاکش نگردد ہمنشین
آتش، باد اور آب خاک کے ہمنشیں نہیں ہیں

باد خاکت آب و آتش ای ز تو ارکان رکین
آپ کی خاک کی ہوا آب و آتش ہے ای وہ کہ جس سے ارکان و عناصر قائم ہیں

ز آب و خاک و باد و آتش آمدش صد آفرین
آب، خاک باد اور آتش سے صد آفریں کی صدا آئی

فرہنگ و حواشی

در بارۂ این قصیدہ خود شاعر چنین نوشتہ است۔

قصیدہ ۱۵

در قصائد لزوم نوشتہ' فقیر در قصیدہ عناصر اربعہ را لازم گرفتہ و در ہر مصرعہ آوردہ' انوری نیز ←

قصیدۂ نعتیہ

(۱۶)

۱۔ شتر را چرخ و حجرۂ دنیا
شتر چرخ اور حجرۂ دنیا کو
شتر ما مخوان و حجرہ ما
ہمارا شتر اور ہمارا حجرہ مت کہو

۲۔ حجرۂ چشم ماست پُر شتر ک
ہماری آنکھ کا حجرہ آنسوؤں سے پُر ہے
زین شتر حجرۂ تہ و بالا
اس شتر سے (آنکھ کا) حجرہ تہ و بالا

۳۔ از شتریان حجرۂ فلکی
اجرام سماوی سے۔
شترم را حجرۂ نیست نوا
میرے شتر کو کچھ (برگ بار) حاصل نہیں ہے

۴۔ از شتر گربہ ہای حجرۂ خاک
جسم خاکی کے حجرہ کے شتر گربہ سے
شترم آمدہ بحجرہ ز پا
میرا شتر (آنسو) (آنکھ کے) حجرے میں اپنے پاؤں سے آیا

۵۔ شتر دل از آن ز حجرۂ عیش
میرا دل (اجرام سماوی کے سبب) حجرۂ عیش سے
چوں شتر ماندہ ام ز حجرۂ جدا
اس طرح جدا ہے جیسے حجرہ سے شتر

۶۔ چہ غم اگر حجرہ و شتر نبود
کیا غم ہے اگر حجرہ اور شتر نہیں ہے
شترم خامہ حجرہ ام ملفا
قلم میرا شتر ہے اور مضمون میرا حجرہ

۷۔ بل دلم حجرہ و شتر مضمون
بلکہ میرا دل حجرہ اور شتر مضمون
شتر و حجرہ ہر دو رنج زدا
یہ دونوں غم دور کرنے والے ہیں

۸۔ نی شتر حجرۂ کہ ملک کسی ست
نہ شتر حجرہ نہیں جو کسی کی ملکیت ہے
بل شتر حجرہ بملک خیر وری
بلکہ وہ شتر حجرہ جو خیر وری کی ملک ہے

۹۔ آں شتر بخش حجرۂ گیتی
وہ حجرۂ گیتی کو شتر بخشنے والے
حجرۂ چرخ را شتر ہبرا
چرخ کے حجرہ کو شتر عطا کرنے والے

۱۰۔ شترش ماه و حجره اش گردون
ماه اُن کا شتر اور آسمان اُن کا حجرہ ہے

۱۱۔ حجرهٔ خلد آخور شترش
خلد کا حجرہ اُن کے شتر کا آخور ہے

۱۲۔ تا که بیرون حجره راند شتر
جب حجرہ کے باہر اُونٹ ہنکایا

۱۳۔ شترش برد سوی آن حجره
اُن کا اُونٹ اس حجرہ کی طرف لے گیا

۱۴۔ شتر و حجره هر دو در وی گم
شتر و گربہ دونوں اس میں گم تھے

۱۵۔ چون در آن حجره در فگند شتر
جب اس حجرہ میں شتر (براق) داخل ہوا

۱۶۔ حجره اش قرب شد شتر توفیق
حجرہ اس کا قرب ہوا اور شتر توفیق

۱۷۔ چون از آن حجره اش شتر برجست
جب اس حجرہ سے شتر بلند ہوا ہے

۱۸۔ شترش باز شد ز نه حجره
اُن کا شتر نو آسمان سے واپس ہوا

۱۹۔ حجرهٔ از یمن مقدم شترش
حجرۂ گیتی اُن کے شتر کے آنے کی برکت سے

۲۰۔ شتر چرخ حجره رویش باد
شتر چرخ اُن کے حجرہ کا جاذب کش ہے

شتر طرفه حجرهٔ زیبا
اُن کا شتر اور زیبا حجرہ ہے

شترش را بحجرهٔ دل جا
اُن کے شتر کی جگہ دل کے حجرہ میں ہے

شد ز نه حجره آن شتر بالا
تو وہ شتر نو آسمان سے اُوپر چلا گیا

کز شتر گربه بود حجره جدا
کہ شتر گربہ سے حجرہ جدا تھا (یعنی لامکان)

او کجا حجره و شتر بکجا
وہ کہاں اور حجرہ اور شتر کہاں

آن شتر حجره گشت بے پروا
تو وہی بے پروا شتر گربہ ہوگیا

زان شتر شد بحجره راه کشا
اس توفیق سے حجرہ کی راہ کھل گئی

شد شتر حجره گرد کاخ سرا
تو شتر حجرہ گرد کاخ سرا

در شتر کینه حجره دنیا
حجرۂ دنیا میں جو شتر کی طرح کینہ رکھتی ہے

شد ز کین چون شتر ز حجره جدا
کینہ سے ایسا الگ ہوگئی جیسے حجرہ سے شتر

تا شتر را بحجره بود جا
تاکہ کینہ شتر کو حجرۂ گیتی میں جگہ نہ ملے

۲۱- خصم اشتردلش بحجرۂ غم | شتر او بحجرۂ بند عنا

اُن کا دشمن جو شتر کی طرح کینہ رکھتا ہے غم کے حجرہ میں ہے | اُن کے دشمن کا اُونٹ حجرہ میں رنج کی قید میں رہے

۲۲- شتر است آسمان و حجرۂ زمین | این شتر حجرۂ وقف او برضا

آسمان شتر ہے اور زمین حجرہ | یہ دونوں اسکی رضا کیلئے وقف ہیں یعنی اُن کے تابع ہیں

۲۳- دشمنش چون شتر بحجرۂ بتنگ | چون شتر بارکش چو حجرہ دوتا

اُن دشمن اُونٹ کی طرح تنگ حجرہ میں رہے | اور شتر کی طرح دو حجرہ کے سامان کا بارکش ہے

۲۴- ذوقی این حجرہ و شتر که تراست | بشتر حجرہ نیست یک کس را

اے ذوقی تمہارے شتر حجرہ کے قصیدہ کی طرح | کسی کا شتر حجرہ قصیدہ نہیں ہے

۲۵- کاتبی راکہ حجرہ و شتر است | زین شتر حجرہ گشتہ نازیبا

کاتبی نے جو حجرہ و شتر قصیدہ لکھا ہے | اس قصیدہ سے وہ نازیبا ہو گیا

۲۶- چوں شتر حجرۂ فلک شد کوز | زین شتر حجرۂ من یکتا

چوں کہ آسمان کا شتر حجرۂ کوز پست ہو گیا | میرے شتر حجرہ سے جو یکتا ہے

گزشتہ صفحہ کا بقیہ :- نیز عناصر اربعہ را در قصیدۂ لازم گرفتہ است امانہ در ہر بیت آن چندان دشوار نیست و بر خسروان سخن ظاہر کہ این لزوم عنصری از لزوم انوری نادر تراست :- یہ قصیدۂ ممدوح کے گھوڑے کی تعریف میں ہے اور گھوڑے میں آاوصاف ممدوح کی نسبت سے پیدا ہوئے۔ ممدوح کون ہے یہ شعر نمبر ۱۴ سے ظاہر ہوتا ہے اسے نعتیہ قصیدہ ہی کہنا چاہئے۔

فرہنگ و حواشی قصیدہ ۱۶ = در بارۂ این قصیدۂ خود شاعر چنین نوشتہ است = "آن پرویز شنیدہ باشد کہ کاتبی در بحر مجتث کہ بحر طویل است قصیدہ ای گفتہ است و در آن قصیدہ شتر و حجرہ را لازم گرفتہ و در بحر یکہ طویل است نسبت بہ بحر غیر طویل لزوم شتر و حجرہ چندان دشوار نیست، فقیر قصیدہ گفتہ است کہ بحر آن بحر خفیف است و در آن این ہر دو لفظ را لازم گرفتہ"

شعر ۲: آنسو کے قطرے کو شترک کہا ہے۔

شعر ۳: جسم سے آنکھ میں آنسو کس طرح آجاتے ہیں اس کا بیان کیا ہے۔

شعر ۵: حجرہ سے شتر جُدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُونٹ ایک چھوٹے حجرہ میں نہیں سما سکتا اس لیے جُدا ہے۔

شعر ۱۲: اس میں معراج کی طرف اشارہ ہے یہاں کی شتر سے مراد براق اور حجرہ سے مراد دنیا ہے۔

شعر ۱۳: دوسرے مصرعہ میں حجرہ سے مراد لامکان ہے جہاں براق کی بھی رسائی نہیں ہے۔